

جدید فقہی مباحث

اسلام اور امن عالم

بیت تحقیق

اسعالم فقہ آئیدی اندیا

بانی

حضرت مولانا قاضی مشتق مجاہد اسلام قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد (۱۹)

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سراپچی

بسمہ حقوق محفوظ ہیں

Islamic Fiqh Academy (India)

مجمع الفقہ الاسلامیہ (الہند)

امام سید محمد امجد علی شاہ قادری قادری

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کتاب کی تصنیف و تالیف کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق و فرائض کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور ان کے حقوق و فرائض کے بارے میں ان کے دل میں شک و شبہ نہ رہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق و فرائض کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور ان کے حقوق و فرائض کے بارے میں ان کے دل میں شک و شبہ نہ رہے۔

قیمت: ۱۰ روپے

پیشکش

دارالافتاء القرآن کراچی

کراچی

لبرائی نمبر: 021-34865877

۲۰۰۹ء

اتحاد

۱۰۰ فی بیورو

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-34865701

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32624608

عائشہ بی

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

بسمہ حقوق محفوظ ہیں 021-32631061

دوسرے گروہ پر زیادتی کی ہے، لیکن اس کی مثال شاذ و نادر ہی ملے گی کہ نبیوں نے غیر مسلموں کے ساتھ بد سلوکی کو روا رکھا ہو، نہی لئے ایک زمانہ تک بہت سی غیر مسلم اقلیتیں عربوں کے مکتوبات کے ذریعہ زیادتی کا شکار رہی رہی ہیں، اور انہوں نے اس لحاظ کو اتنی بات کی اور عدل و انصاف کے اعتبار سے اپنے ہم مذہب گمراہوں سے بھی زیادہ مومن و محفوظ بلکہ تقوا رکھتا ہے۔

صیغہ پہلوؤں کے تہجد کے بعد سے ملنے والے نے مبرا، امت مسلمہ اور مبرا، مبرا پر یہودی کی ایک مستقل مجتہدین اور کئی سے دینے پر ایک وقت سیانہ و حتمی پیر سے ہیں اور قمری اور نکل دینی بہت ہے۔ یہی مخالفت حلیہ کا ستارہ اور مسلم ملک کی چھوٹی کمریوں میں تقسیم عام اسلام پر یہی اعتبار سے ایک ایسی گاؤں سے ہے جہاں سے تہجد امت مسلمہ لیو جاتا ہے، دوسری طرف مستشرقین اور مغربی مصنفین نے اسلام کے فیاضی انکار، شہادت اسلام کے معاندانہ اسلامی گارڈ، شہادت کی قوانین اور اسلام کے متعلق ایک چیز کو نشانہ بنایا اور غلامیوں اور پروپیگنڈوں کی ایک ایسی طویل و عریض طرارت کمری کر دی کہ ان کیوں نے ان کی کتابوں کے ذریعہ احاطہ و جھٹکی کو پیش کی، وہ ان کی مذاہم ائمہ یوں نے دوسرے نکل نہیں سکے۔

اسرائیل کے قوم اور مالی سطح پر یہودیوں کے ایک طاقتور بن جانے اور یہودی دین کے دین اور، غرض کہ ان کے حکم الہی بن جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی تحریک شمع ہوئی ہے، جو ایک وقت سیانہ بھی ہے، اور قمری بھی، جس میں شہادت اسلامی اور قصہ یہودی بھی ہے اور مخصوص حد و حریت بنانے اور اخلاقی جمع پائین انکسار و انکار، یعنی نشانہ بھی دینے کی اس وقت ضرورت ہے کہ امریکہ اور اس کے اتھارٹی اپنے قوم مسلمانوں اور ہالہ طہ اسلام پر بدشمت کر دی گا اور اس وقت میں دیگر بارہائی بارہی مختلف مسلم ممالک کو متعلقہ امور پر نشانہ کرنا ضرورت ہے، اور اس وقت کا بارہی کمرہ سے ہے۔ یہاں سے پائین کے اخلاقی بھی تکلف

کئے جاتے ہیں اور انہیں دوزخ اور دہشت گرد بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اسرائیل اب تک اپنی بارگاہِ مہم کا سرکھب ہو چکا ہے، لیکن اسے یہودی دہشت گرد نہیں کہا جاتا، سرہوں نے جو دنیا کے مسلمانوں پر ایسے مظالم روا رکھے ہیں کہ شاید ارنہ نے بھی انہیں دیکھ کر شرمہ زبوں ہوئے ہوں گے۔ لیکن انہیں جیسا کہ یہ عرب دہشت گرد نہیں کہا جاتا، لیکن فلسطینی اگر ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں تو پ کے گولوں کے مقابلہ میں پتھر پھینکیں اور ہولناک میزائوں کے جواب میں قتلِ شتمال کر دینا تو وہ دہشت گرد بنے جاتے ہیں۔

انسانی فطرت یہی ہے کہ درمیں میں بعض دفعہ کانون کے حد و نوٹ جاتے ہیں، اس لئے ایسے واقعات بھی سامنے آتے ہیں کہ بعض دند اور بعض علاقوں میں انتقامی اور جوابی کارروائی میں شریعت کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز ہو جاتا ہے، مسلمان خواہ کتنے بھی دشوار حال میں ہوں وہ بہر حال خیر امت میں اور ان کی حیثیت انسانیت کے لئے اعلیٰ و اعلیٰ اور بہرہ رنما کی ہے، اس لئے انہیں ایک طرف مغرب کے پرمچندہ کا جواب دینا ہے، اور اسلام کی حقیقی تعلیمات بھی وہ وہی کے سامنے پیش کرنی ہیں اور دوسری طرف مشکل دور صبر آزما حالات میں بھی اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات پر ثابت قدم رکھنے اور عملی طور پر اسلامی اخلاق کی تصویر بنانے کے سامنے پیش کرنا ہے۔

اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے چودہویں فقہی سیمینار کے موضوعات میں ایک اہم موضوع ”اسلام اور امنِ عالم“ رکھا گیا تھا، جس میں اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی حقیقت، ریاستی اور عوامی دہشت گردی، رد قتل اور امتحان کے سلسلے میں شرعی حدود، دافعت کا فہم اور اس سلسلے میں شرعی اصول، دہشت گردی کے قاتل کے لئے اسلامی تعلیمات جیسے اہم مسائل پر اہل علم کو بحث کی دعوت دی گئی تھی، محمد اللہ دار نعیم رحیل سلام حیدر آباد میں منعقد ہونے والے اس سیمینار میں علماء اور اہل باب اتفاق کے ۵۴ مقالات آئے،

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک نیا دور، اور کئی نئے امور، بہت سے مسائل، اور بہت سے مسائل کے لیے
 رائے کی ضرورت تھی۔

یہ نیا دور انیسویں صدی کا تھا۔ یہ مشکل ہے، جس میں ہندوستان کے لیے جاری ہوئے۔
 مسلمانوں کے لیے ایک نیا دور، اور کئی نئے امور، بہت سے مسائل، اور بہت سے مسائل کے لیے
 غور و فکر کی ضرورت ہے، ہندوستان میں جو مقامات آئے ہیں، جناب مولانا بشیر، انجمن ترقی
 شیعہ ملی، (سابقہ آئینی) کے قسم سے ان کی جامع تھیں ہیں، اور ہندوستان میں ان کے
 جانب سے پیش کی جانے والی بحثیں بھی شامل رہی ہیں، کیونکہ یہ تمام مسائل بہت سے
 ہیں، اس کے بعد ہندوستان میں آنے والی تحریکوں اور تحریکوں میں تقسیم یا شیعہ۔ پسند کو
 ہیں۔ دوسرے تھیں۔ مقامات ہیں۔ جس کے نسبتاً غلط تحریک ہیں، جس میں ہندوستان کے
 والے مسائل کی تھیں۔ محبت عزیزی مولانا مسعود علی ندوی (رفیق شیعہ ملی) کے اس
 مجموعہ کو بڑی محنت کے ساتھ ڈیٹ کیا ہے، عربی، عربی، عربی کے ترجمے کے ہیں، بعض مقامات
 سے غیر متعلق بحثیں مذکور کی ہیں، اس طرح یہ مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔
 امید ہے کہ فقہی مسلمانوں کے مسائل کے دوسرے مجموعوں کی طرح اس کو بھی اس علم
 اور اس کے ذوق کی پذیرائی حاصل ہوگی، اور اس کے ذریعہ جہاں اس مسئلہ سے متعلق شرعی
 موقف کی دلیل اور متوازن وضاحت ہوگی، وہیں اسلام کے بارے میں مثبت صورت پر بہت سی غلط
 فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اعلىٰ۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(معاون اساتذہ فقہ آئینی اندرون)

اسلام اور امن عالم

اسلام امن و اُشتیٰ اور صلح و سلامتی کا مذہب ہے، اس نے انسانی زندگی کی حرمت کو اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے، اور اگر کسی مسلمان ملک میں غیر مسلم اقلیت آباد ہو تو اس کی جان و مال اور عزت و احترام کے تحفظ کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز فوجی زندگی سے متعلق معاملات میں انہیں اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی دی گئی ہے، اس نے نہ صرف ظلم و تعدی سے روکا ہے بلکہ ظلم کے جواب میں بھی دوسرے فریق کے لئے عدل و انصاف سے متجاوز ہو جانے کو ناپسند کیا ہے اور انتقام کے لئے بھی مہذب اور خادانہ اصول و قواعد مقرر کئے ہیں۔

لیکن بد قسمتی سے زیادہ تر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی نیت سے اور کسی قدر غلط فہمیوں کی بنا پر اس وقت نہ ملے جیسا کہ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑ دیا گیا ہے اور اس جھوٹ کو اس قدر دہرایا گیا ہے کہ اب ایک طبقہ اسلام اور دہشت گردی کو مترادف سمجھنے لگا ہے، ان حالات میں علماء و فقہاء اور ائمہ و اُفتاء کی ذمہ داری ہے کہ دہشت گردوں کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو واضح کریں، ورنہ اسلام نے امن، صلح، عدل، تقویٰ و رواداری اور غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی جو ہدایات دی ہیں، ان کو واضح کریں، تاکہ لوگوں کے سامنے اسلام کی حقیقی اور صحیح تصویر آ سکے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت کیا ہے؟

۲۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پچھلے اوقات حکومتیں اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقہ کے ساتھ عدل و مساوات کا سوچ نہیں کرتیں، بلکہ بعض طبقات کے ساتھ سیاسی و معاشی نا انصافی روا رکھی جاتی ہے، اور کبھی تو ان کے جان و مال کے تحفظ میں بھی دانت دہائی سے کام لیا جاتا ہے یا سرکاری سطح پر ایسا تہذیبی کی جاتی ہیں کہ وہ طبقہ جانی و مالی نقصان سے دوچار ہو کر یا حکومتوں نے اس غیر متعافانہ اور ظالمانہ رویہ پر بھی دہشت گردی کا طریقہ بوجھا؟

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ نا انصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے یا واجب؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کو بھی حوالہ دیا جائے کہ کیا مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بھی دہشت گردی کے دائرہ میں آتا ہے؟

۴۔ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو کیا مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز ہے جو بے قصور ہوں اور جو خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں؟

۵۔ جہاں بھی دہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ بنیادی اسباب و محرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی نا انصافی، یا کسی گروہ کے اند طاقت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی و مسائل پر تسلط حاصل کر لینے کی خواہش، ان اسباب کے تدارک کے لئے اسلامی کیا تدابیر دیتا ہے؟

۶۔ اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہے، اتنی لمحدود و ممانعت واجب ہے، مہربان ہے، یا مستحب؟ نیز حق و انصاف کے حوالہ کیا ہیں؟

فیصلہ:

اسلام اور امن عام

- ۱۔ تہذیب کو ہر دھم سے بچانا، یہ کسی فرد یا جماعت کو بھی شرعی ہو کر کے بغیر خوف و ہراس میں جتنا کر جائز یا امن کی بنیاد پر امن و عزت و احترام اور عقیدے و اطمینان کے ساتھ، آپریشن، دہشت گردی کے خلاف پیمائش کی فرائض کے ساتھ یہ جماعت و شخصیت کی حفاظت ہے۔
- ۲۔ کسی بھی حکومت و ریاست کی طرف سے ایسی تدبیر یا اقدام کرنا جس سے کسی فرد، جماعت و قوم کے انسانی حقوق کے محروم کیا جائے یا اس کی صحت کا نقصان پہنچا جائے دہشت گردی کی طرف سے ہے۔
- ۳۔ ذرا اب کسی بھی طرح کی دہشت گردی کے خلاف مناسب اور موثر طریقہ پر توجہ دینا، مظلوم و اذیت یافتہ۔
- ۴۔ دہشت گردی کی طرف سے ظلم کا واقعہ دہشت گردی نہیں ہے۔ ظلم کرنے والوں کو تعلق جس جرم و گناہ سے ہو اس کا پتہ سمجھنا، ان کے ظلم کا سدھار کرنا۔
- ۵۔ دہشت گردی کے سدھار کی صورت یہ ہے کہ تمام لوگوں کو امن و امان کے ساتھ

، انصاف فرم کر دیا جائے، انسانی حقوق کی مجلس کے سر جان و ماں اور آجہ کو بھی سمجھنا و بھانپنا
 ہی کچھ آتی ہے، وہ انسانی حقیقتوں کا ناطق ہے، یہ تو ہم انسانوں کو بہت بڑی نعمت لکھوا دے گا
 واقعہ یہ ہے۔

۶۔ انسانی جان و ماں اور عزت، ہم کو پرستنی صورت میں اس نامہ الفت کے لئے کاپی
 حق و اصل ہے۔



ڈاکٹر مصیٰب شاہ سیالوی (رکن اسلامی ٹھیری کونسل پاکستان) مولانا قحی الدین مازنی خاکی مولانا
احمدہ عمر شعلی وغیرہ۔

اس سلسلے میں شیخ محمد علی تھیری نے مندرجہ ذیل چار نکات پر زور دیا ہے:

اول: سب سے پہلے اسلامی مصادر کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ تبدیلیوں کا سبب بنتے
والے بلند مدت صدقہ میں رکھا جاسکے۔ اور ان اصولوں کا علم حاصل ہونے چاہیے کہ اسلامی
اخلاقی و مقاصد کے انسانی پہلوؤں کی اساس قرار دیا جاتا ہے اور بالفاظ دیگر ان کو سرخیل کے اصل
میں معیار بنایا جاسکے۔

دوم: محدث و محدثات کی آمیزش سے پاک اصل انسانی فطرت کا استقرار کیا جائے تاکہ
اسیے انسانی اصولوں کی تلاش کی جاسکے جنہیں عمومی انسانی معیار کے طور پر بین الاقوامی سطح پر پیش
کیا جاسکے اور ہمارے نتائج تحقیقی بین الاقوامی سطح کے مختلف میدانوں پر حاوی ہوں اور عمومی سطح
تحتی کار کی تفصیل کے لئے مؤثر ہوں۔

سوم: مذکورہ انسانی اور اسلامی مبادیات کی روشنی میں ایسی عمومی تحریف اعتدالی جو نہ ہو
جائے یعنی رشتہ گردی کے فضیلت عام کو بھلا نہ دے۔ بلکہ یعنی وہ رشتہ گردی کے مجموعہ مصادر اوقات
کو اپنے دائرہ میں دے۔ اس سے روکنے والی ہوجا کہ بلند اور پاکیزہ اصولوں کو اس کام سے دھو دھو کر
کیا جائے۔

چہارم: اس کے بعد ایسی وہ رشتہ گردی کے من و مانی تصورات کا جائزہ لینا چاہئے جو عمومی اور
بین الاقوامی سطحوں پر رائج کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں نتائج و اثرات کی روشنی میں ان کی تحقیق کرنی
چاہئے پھر پوری دقت نظر کے ساتھ ان پر نہ سبب حکم کیا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کے القہ میں یا برعکس نہ
جائے اور ہر عمل کی حقیقی حیثیت متعین ہو جائے۔

شیخ محمد علی تھیری، مولانا ابدریں ندوی، مولانا قحی الدین مازنی خاکی، مولانا

منہدہ ہونے والی ماہرین قانون کی کائنات میں اگرچہ اس تعریف کو تسلیم کر لیا یہ تھا مگر پھر بھی اس کی تعریف میں بعض غلط فہمیں روکے ہیں جن میں قابل ذکر انہیں یہ ہے کہ انہوں نے اس کی تعریف میں مادی قوت کا اضافہ کیا، ہمیشہ سے مذہبی پرویز و سرور کی ہے۔ اس تعریف کا وہ اس قدر اہم ہے کہ یہ جو معنی میں ہے۔ شیخ موصوف کے بقول اس کا تفسیر کے معنی قوت میں جیتے فاس اور تمام کے قوانین میں یزیدین و قوای قانون میں اس سببوں کی تعلیمات کا ہونا۔ یہ وہیوں کے اسے نامکس پایا۔ یہی ہے کہ باب اول باب دوم۔

ارباب کا معنی و مفہوم:

مذہب اور حضرات کے دہشت گردی کی اسلامی نقطہ نظر سے تعریف کے ضمن میں لفظ "ارباب" کے مفہوم اور معنی میں اس سے قریب تر لفظ کا بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ مذہب، باطنی اور مادی اور دماغی نہ رہی کے لفظ "ارباب" کے لغوی معنی خوف و دہشت پیدا کرنا اور رعب پھیلانا ذکر کئے ہیں۔ مولانا مہارز مسکن مدنی کے بقول علامہ راجب الصنیعی نے "ارباب" کے معنی "معاہد مع نحرور واضطراب" یعنی اطمینان اور بے چینی کے ساتھ خوف و ہراس پیدا کرنے ہیں۔ دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ۱۳۰۹ھ میں فیروز آبادی نے اس کے معنی "انقلاب و ترقی" یعنی اور اور دھمکانے کو رکھے ہیں۔ دہشت گردانہ سرگرمیوں اور صاحب خان احمد نے اس کے معنی "الازعاج و الماخافہ" یعنی پریشان کرنے اور ڈرانا رکھے ہیں۔ اس کے بقول میسائی مسیحی ایساں انھوں نے "القاموس صبری" میں اسے "Terrorism" سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا خود شہداء احمدی نے "ارباب" کے معنی دہشت گردی کے لئے جو ان سے معنی کتاب "تراجم" ۸۸ کا ذکر کیا ہے۔ ارباب کے ایک معنی "Terrorism" کا ذکر کیا ہے۔ میرزا خلیق شہسوار مدنی نے بھی کیا ہے۔ ذاکر مہر اعظم اسلامی و مولانا محمد بن غازی

عدو اللہ" (اس آیت کا ذکر تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے کیا ہے)۔ سورۃ اعراف میں ہے: "واستعزہوہ"۔ سورۃ توبہ میں ہے: "ولبابی فارہیون"۔ مولانا موصوف نے بقول مجموعی طور پر ہر جگہ اس کا مفہوم ذکر کیا اور فرمایا ہے: "فانظر وہیہ دینی"۔ ڈاکٹر محمد عظیم اصلاحی، مفتی عبدالرحیم قاسمی اور مولانا حبیب الرحمن قسطنطنیہ نے سورۃ انفال میں مذکور "فترہیون" بہ "عدو اللہ" کو ایک عسکری حکمت عملی، دفاعی چڑچڑاہٹ اور دشمن و جارحیت سے باز رکھنے کی کوشش سے تعبیر کیا ہے اور اسے ایک معقول اور فطری انسانی تدبیر قرار دیا ہے۔ سید خورشید حسن رضوی نے "باب" کو اسلام کی خارجی حکمت عملی کا ایک لازمی جز قرار دیا ہے۔

اسلامی تعریف:

بیشتر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک دہشت گردی سے مراد فتنہ و فساد کی وہ تمام شکلیں ہیں جن سے ذریعہ کسی ایک فرد یا ایک طبقہ میں خوف و ہراس پیدا کر کے اس کی جان و مال، عزت و آئندہ وطن، دین اور عقیدہ کو ٹھہرے سے دوچار کیا جائے، خواہ یہ عمل کوئی ایک شخص کرے یا ایک جماعت یا ایک حکومت کرے (دیکھئے: مقدمہ ڈاکٹر وہبہ زحینی، مولانا حفصان احمد اصلاحی، مولانا بربان الدین سنبل، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا سعید الرحمن فاروقی، مولانا اعطاء اللہ قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی وغیرہ)۔

ڈاکٹر وہبہ زحینی نے دہشت گردی کی مذکورہ نوعیت کو ایسی شرائع، عقائد، منطق اور بین الاقوامی انسانی قانون سے متصادم عمل قرار دیا ہے۔ وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ دہشت گردی اپنے محرکات، نتائج اور مقاصد میں ایک ناجائز عمل ہے اور جہاد و مقاومت کا ضابطہ قرآن و سنت نے اسی کے سد باب کے لئے وضع کیا ہے۔ اس سائے کی تائید میں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأَعْلُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْعَجَلِ قَوَاهِلٍ بِهِ يَخَافُ اللَّهُ وَعَدُوكُمْ" (سورہ نحل ۱۰۰) (فساد اور بھڑکی بیعتی کے لئے جہاد و قتال کی شروعات پر جتنی مقالہ کار حضرت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے)۔

۲۔ قرآن میں ہے: "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَلْقَاوَنَكُمْ وَلَا تَعْلَمُوا إِنَّ اللَّهَ لَاحِبِبِّ الْمُحْسِنِينَ" (سورہ بقرہ ۱۹۰) (اس آیت سے مومن کفار سے جہاد میں مدد ملے گی اور اللہ ان کے دوست ہے)۔

۳۔ حدیث نبوی ہے: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَرْوَعَ مُسْلِمًا" (مسلم اور مومن پر دانا نہیں ہے)۔ کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی اگرچہ وہ مذاہب ہی کیوں نہ کر، ہندو، مسلمان کے طور پر اس کا توار ہو جائے یا اثر ہے سے اس کی طرف اشارہ کرے یا اس کا سامان لے لیتا جس کو وہ اپنے پاس موجود نہ پائے گھر اہل خانہ۔

۴۔ "المسلمون من مسلمة المسلمين من لسانه وهذه" (یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے لئے دینا اور جس کے ساتھ سے مسلمان محفوظ ہیں)۔ اکثر صاحب کی رائے یہ ہے کہ یہ دو حدیثیں مسلمان اور غیر مسلم سب کے لئے عام ہیں۔ کیونکہ مسلم کا فرض ہے کہ ایک انسان ہے جس کو اللہ نے حرم بنایا ہے اور اس کی جان، دین، عقل، عورت اور مال کو محفوظ قرار دیا ہے، نیز اس لئے کہ وہ اسلام نے دین و مذہب کی توفیق کے بغیر ہر انسان کے حقوق کو محفوظ و عطا فرمایا ہے اور کسی بھی انسان پر کسی قسم کی زیادتی کو طبعی لاء احاطہ حرام قرار دیا ہے۔ یہی فکر علم بذات خود ایک جرم ہے جس کی تائید کوئی مذہب یا کوئی آسمانی ملت نہیں کرتی ہے۔

۵۔ اکثر وہابی اہل حق صاحب نے بین الاقوامی انسانی قانون کے مابین کی طرف سے کی گئی دہشت گردی کی مندرجہ ذیل تعریف نقل کر کے جان، مال، عین اور آبرو کے دفاع و اس سے ممکن قرار دیا ہے: "هو عملي عتف وراءه دافع مبنی، ابا کانت ومبلت،

يُؤَدِّي إِلَى نَشْرِ الرُّعْبِ وَالْمُهْلَعِ فِي قِطَاعٍ مَعِينٍ مِنَ النَّاسِ ، شَرِيفَةٌ أَنْ يَتَعَدَّى
 الْعَمَلُ الْمَوْصُوفَ حَدُودَ دَوْلَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ دَوْلٍ أُخْرَى ، سِوَاهُ أَنْ تَكْتَبَ الْعَمَلُ
 الْمَوْصُوفُ فِي ذِمِّنِ السُّفْمِ أَوْ فِي ذِمِّنِ الْفِرَاقِ الْمَصْلُحِ (۱) باب الحمد والثناء في الامانة والوفاء
 بالله: ذو القعدة ۱۲۰۷ ہجری، سابق وین علیہ الحق وحق بخدی میں ۴-۵ مین دور اعلیٰ اسلامیات (۱۹۰۷ء)
 (دہشت گردی ایک ایسا پرتشدد عمل ہے جس کے پس پردہ کوئی سیاسی محرک ہو، خواہ اس کا ذریعہ
 کچھ بھی ہو اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کے ایک خاص طبقہ میں خوف و دہشت پھیل جائے بشرطیکہ
 مذکورہ عمل کسی ایک ملک یا دوسرے ممالک کی حدود سے آگے بڑھ جائے، ایسا عمل دہشت گردی
 ہے، خواہ زمانہ صلح میں کیا جائے یا مسلح جنگ سے زمانہ میں)۔

شیخ محمد علی تمیمی کے نزدیک دہشت گردی ہر وہ عمل ہے جو وسیلہ اور مقصد ہر حیثیت
 سے دینی اور اخلاقی اللہ اور سے متصادم ہو۔ شیخ نے مندرجہ ذیل سات نکات پر اس تعریف کا
 احاطہ کیا ہے:

الف- فضائی، بحری اور بری ذاکہ: فی کی کارروائیاں۔

ب- ہر قسم کی استعماری کارروائیاں بشمول جنگ اور عسکری حملے۔

ج- اقوام کے خلاف اختیار کئے جانے والے عام آمرانہ طریقے اور آمریتوں کو تحفظ
 دینے والے تمام نکالات۔

د- ایسے تمام عسکری امور طریقے جو انسانی اقدار و اعرف کے خلاف ہوں جیسے کیمپاوی،
 نوکیالی اور حیاتیاتی اسلحے، آبیوں کو نشانہ بنانا، گھروں کو بارود سے آزاد بنانا، بچوں کو زندہ وطن
 پر مجبور کرنا وغیرہ۔

ه- ہجر فیائی، ثقافتی اور میڈیائی، حول کو آلودہ کرنے کی تمام کوششیں۔ بسا اوقات
 دہشت گردی کی تمام اقسام میں فوری دہشت گردی سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

دوسرے یہاں اللہ ہم جو قوی رہیں، اسی قوت و قیامت کو چاہنے والے بھی ہوں اور دوسرے
 سے کچھ لوگوں کو ضرور چاہئے، انہیں اور اللہ کی امتیازات کو بڑھانے اور اقوام و بھارتی قریلوں
 کے جان میں بھروسے کا زریعہ ہو۔

زیریں یہاں بھی قریلوں اور اقوام کی آزادی اور حق دینی حاصل کرنے کی ضرورت کو پہنچے اور
 ان پر امتیازات اور مہم کے قیام کے لئے ضروری ہے۔

شیخ موصوف نے مندرجہ ذیل امور کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔

الف۔ اقوام کا ان حقوقات سے متعلق بل کرنا جو ان کے اس پر ان کے مسائل ہیں۔

ب۔ آمریتوں اور استبداد کی خلیفوں کو مسترد کرنا، دوران کے اس اور اس کے بچنے۔

ج۔ نسلی امتیازات کے خلاف جدوجہد کرنا اور اس کے سرخرو کرنا۔

د۔ کسی بھی قسم کی آمریت کا ان کے حق پر تسلط سے بڑھ کر اس کے ساتھ ساتھ کسی

کوئی صورت نہ ہو۔ اس کے خلاف ہر قسم کی ضروری جدوجہد بھی اس کے ساتھ ساتھ

نہیں میں دہشت گردی کی آمریت نہ ہو، اگرچہ کسی آمریت کی ضرورت نہ ہو۔

۱۰۔ انما نیاز احمد محمد الشیخ فی الامور العاصیہ دینی، مفتی انور علی حقانی، مولانا

اشفاق محمد مفتی اور مولانا ابوالحسن خاں نے رابطہ عالم اسلامی کے وفد کی طرف سے کوئی

افریقہ کے شہر جہاں ستمبر ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء کو منعقد عالمی چوٹی کانفرنس میں پیش کی گئی

دہشت گردی کی یہ تعریف آتی ہے: "الذہاب هو العدوان الذي يمارسه افراد او

جماعات في دول، بغياً على الناس، دية و دمه و عطفه و ماله و عرضه،

ويشمل صنوف التخريب و الاذى و التهديد و القتل بغیر حق و ما يتصل بصورة

الحرمة و حافة السل و قطع الطريق و كل فعل من افعال العنف او التسلط،

يوقع تنفيذ المشروع باجرامی فردی أو جماعی، ويهدف إلى إلقاء الرعب بين

میں خوف و ہراس پیدا کرے اور اس کا ذریعہ قتل و غارتگری ہو۔

مٹکی محبوب ملی (جیسا کہ عدل و انصاف پر مبنی حکومت سے جنگ و کھلمت کی طرف سے)۔ عبادی حق تعالیٰ پر ہر وقت نروائی میں شمار ہے۔

”وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ“
 نے صودی روزنامہ ”الاندود“ کو اس طرح دیتے ہوئے فرمایا ہے: ”وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ“
 ”ما یقوم ورجل بالشدۃ والطعم یدون حق له فی ”خبر الشدة وافتاء“
 (دشست گردی تو اس وقت ہوئی ہے جب کوئی شخص سختی اور ہارے پر صبر کا حق نہ رکھنے سے
 یاد دہرائے اور علم و زیادتی سے) قاضی محمد درویش بیک اور سید خورشید حسن مصطفیٰ نے اسے یہ
 کہ ”دشست گردی کی بات فی الزمانی تخریف کی ہے۔“ مولانا قمر الزماں لدوی اور مولانا
 ابوالکرم نجیافا جی کے نزدیک موجود وید میں مختلف حکمتوں کے سیو مخالفین کی طرف سے ہئی
 حکمتوں کے خلاف شدہ اور علم و شعور کا اظہار ”دشست گردی“ کیا جاتا ہے، جبکہ سیو مخالفین اپنے
 خلاف حکمتوں کی سخت نفی کا رد انہوں کو ”دشست گردی“ قرار دیتے ہیں۔

مولانا مہدیہ دہلوی نے لڑائی کے بعد ایک دہشت گردی کی لڑائی فضا پیدا کر دی ہے کہ
مظہم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ قسم ہو رہا ہے۔ بڑے حقوق نہ مانگ سکے۔ مولانا سلطان احمد
اسلامی، مفتی نعیم الرحمن بلبل دہلوی، مولانا سید محمد زائر حسین شاہ سیالوی، سید نور شید حسن
بنسوی، مولانا سید احمد ارتضیٰ سیبیلی، مولانا امداد محمد حبیبی، مولانا اشتیاق احمد، غلامی، اور مولانا
مستطی قاسمی نے دہشت گردی کی تحریک کے ذریعہ میں مختلف شواہد اور مثالوں سے واضح کر دیا ہے
کہ اس وقت ہمارے ہندوستان دہشت گردی کا شکار ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے
بھی دہشت گردی کا الزام مسلمانوں پر ہی عائد کیا جا رہا ہے۔ یہ جاننے خود ایک دہشت گردی

مختلف اقسام:

ڈاکٹر وحید زبیلی، شیخ محمد علی تصحیری، مولانا سلطان محمد امجدی، مولانا یوسف القادری، عبد الغفور مفتی، سید الرحیم ہاشمی، مولانا اشتیاق احمد مفتی، مولانا بدیع الرحمن ندوی، مفتی ابو جلی عظمیٰ اور مولانا خضر الاسلام نے دہشت گردی کی مختلف قسمیں بھی بتکرائی ہیں مثلاً: اقربائی دہشت گردی، بین الاقوامی دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی، عقائدات پر مبنی دہشت گردی، اقتصادی دہشت گردی، رعیتداری دہشت گردی، مسلکی دہشت گردی، ملی دہشت گردی، نعراتی دہشت گردی، جسکری دہشت گردی۔ ڈاکٹر وحید زبیلی صاحب نے دہشت گردی کی ان قسموں کو غیر جانبدارانہ بین الاقوامی قانون دہشت گردی کے مطابق قرار دیا ہے۔ اس کی مختلف اقسام پر بحث کرتے ہوئے شیخ محمد علی تصحیری، مولانا سلطان محمد امجدی، مفتی نعیم الرحمن بلال عثمانی، سید خورشید حسن رضوی اور مولانا سید امجد الحق جمیل نے "ریاست کی حمایت یافتہ دہشت گردی" (State Sponsored Terrorism) پر بحث، خاص روشنی ڈالی ہے۔ ان خطبات نے اس ضمن میں اسرائیل کی دہشت گردی کو نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ ان خطبات میں جدوجہد لاجواب، معنوی اور منطقیات قرار دیا ہے۔ شیخ محمد علی تصحیری نے تجویز فرمائی ہے کہ دہشت گردی کی یہ قسم سب سے پیچیدہ اور نازک ہے اور اس کی تعریف کرتے ہوئے وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے مراد وہ دہشت گردانہ فعل ہے جس کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ کوئی اور دیا ملکیت انتخاب نہ کرے۔ لہذا ان کو بروئے کار لانے والی اس ملک کی فوج ہو یا اقربائی عناصر۔

مفتی حمید اہل جان (چوہدری زاہد) فرماتے ہیں کہ اطلاق کلمۃ اللہ کے لئے ہم کو زبردستی مسلحانہ قوتوں کی ضرورت کے لئے قربان نہیں دیا جائے۔ اسی طرح چاہئے کہ یہ اور حالت میں ہونے لگے بلکہ اگرچہ جی دیا دے زبردستی آتا ہے۔ نبیوں سے سورۃ نساء کی آیت: **وَمَا مَنَعَكَ لَكُمْ أَنْ تَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوُلْدَانِ الَّذِينَ**

تقریباً تمام مقدّمہ نگار حضرات نے دہشت گردی کے خلاف
 ہوئے اور انتظام کی طرف سے اس کی سخت سزا تجویز کئے جانے پر مددگار اہل آیت سے
 شکر الہی کیا ہے :

۱- "وَمِنْ قَبْلِ هَذَا بَعِثْنَا نُوحًا وَهُدًى وَأَوْفَكَارًا فِي الْأَرْضِ فَكَانَ مِنَ الظَّالِمِينَ
 جَمِيعًا وَمِنْ أَهْلِهَا هَاجِرًا فَكَانَ أَهْلُهَا جَمِيعًا" (مائدہ: ۱۰۶) (مقالہ: ۱۰۶) سید
 محمد ذاکر حسین شاہ، یا فاضل مفتی، مجدد الرحمة رحمہ اللہ، مولانا محمد رشید مدنی، مولانا ابوالخیر محمد رفیع،
 مولانا سید اسحاق حسین بیانی، مؤثر الذکر، مقالہ نگار نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر سے
 دواہ سے یہ بھی نکالتے کہ قرأت میں بھی اس مفہوم کی آیت موجود ہے ۔

۲- "وَالْفَسَقَةُ أُنْشِدَ مِنَ الْقَبْلِ" (مائدہ: ۱۰۷) (مقالہ: ۱۰۷) سید امیر حسین بیانی،
 مولانا مجاہد اعظم، مفتی، مولانا محمد رشید مدنی، مولانا تقی محمد مدنی ۔

۳- "إِنَّمَا حَزَاءُ الَّذِينَ يَحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
 فَسَادًا" (مائدہ: ۶۴) (مقالہ: ۶۴) سید محمد ذاکر حسین شاہ، یا فاضل مفتی، مولانا ابوالخیر محمد رفیع،
 مولانا شبیر رشید رحمہ اللہ، مولانا تقی محمد مدنی ۔

۴- "وَلَا تَنْصَلُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" (مائدہ: ۱۰۸) (مقالہ: ۱۰۸)
 سید محمد ذاکر حسین شاہ، یا فاضل مفتی، مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ، یا فاضل مفتی، مولانا ابوالخیر محمد رفیع،
 مولانا شبیر رشید رحمہ اللہ، مولانا تقی محمد مدنی ۔

۵- "وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ" (مائدہ: ۱۰۹)
 (مقالہ: ۱۰۹) مفتی اعظم، مولانا ابوالخیر محمد رفیع، مولانا شبیر رشید رحمہ اللہ، مولانا تقی محمد مدنی، مولانا
 سید محمد ذاکر حسین شاہ ۔

۶- "وَمِنْ نَاسٍ مَن يَبْغِي الْفَسَادَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَنْهَى الْفَسَادَ وَيُحِبُّ
 فِي هَذَا وَهُوَ أَكْبَرُ الْفَسَادِ وَأَكْبَرُ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَيُحِبُّ

الحوث والنسل والله لا يحب الفساد" (مزیدہ ۲۰۰۶-۲۰۱۰) (مقلد ائمہ سید
قدس اللہ یا قوی ۱۹۶۶ء سید امجد علی حسینی)۔

سوال نمبر ۲:

حکومت کا ظالمانہ رویہ:

یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات حکومتمیں اپنے ملک
میں بسنے والے تمام طبقات کے حائقہ عدل و مساوات کا ملحوظ
نہیں کرکندیں بلکہ بعض طبقات کے حالات سیاسی و معاشی
ناانصافی روز رگبی جاتی ہے اور کبھی تو ان کی جان و مال کے
تحفظ میں بھی دانستہ کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس سرکاری
سطح پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ وہ طبقہ خائف و مایوس
دفعہ سے دوچار ہو، تو کیا حکومتوں کے اس غیر مصطنع اور
ظالمانہ رویہ پر بھی دہشت گردی کا اطلاق ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں مڈل ٹاؤن حضرات کے درمیان اختلاف رائے واقع ہوا
ہے۔ بعض نے حکومتوں کی طرف سے یہ فرائض کی ادائیگی میں کمی جانے والی کوہنہ اور ناانصافی کو
دہشت گردی قرار دیا ہے اور بعض نے اسے گھس گھاسی اور ناانصافی قرار دیا ہے۔ پہلی رائے نے
حاکمین کے مایوس ہونے:

۱۔ سید وحید رضا، مولانا سلطان احمد انصاری، مولانا سید محمد اکرم حسین شاہ و دیگر
مولانا حمید اللہ، مولانا مفتی محبوب علی دہلوی، مفتی جمیل احمد طرہیزی، مفتی حمید اللہ خان، مولانا

ابراہیم برحقیا قاضی، و کفریہ صفت کا صمد مولانا حفیظ الرحمن عمری، مولانا سید ابراہیم برحقی صہیلی، مولانا
 شمس الرحمن قاضی، ذوالکرم سید قمر الدین، قاضی مولانا ابوالفتح محمد علیہ الشہید، مفتی محمد کریم شاہی،
 مفتی فیصل الرحمن بلال عثمانی، مولانا قمر امراں ندوی، مفتی سہیل احمد قاضی، مولانا تقی محمد شاہ قاضی،
 مولانا محمد رشید مدنی، مولانا ابوسفیان مفتی، مولانا عطاء اللہ قاضی، مولانا عبد الرشید قاضی، مولانا
 اشرفی احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا اختر، مولانا یونس احمد سید انصاری مدنی، مولانا
 گنی الدین غازی قاضی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا سعید الرحمن قاضی۔

دوسری واسطے اختیار کرنے والوں نے یہ ہیں۔ قاضی محمد بارون یزدانی، مولانا
 برہان الدین صہیلی، مولانا قمر رشید احمد اعظمی، مولانا محمد تقی محمد صلااحی، مولانا ارشد قاضی۔

اولیٰ اللہ درائے کئے قاضیوں میں سے یہ شتر نے اسے دیامتی و پشت گردی قرار دیا ہے،
 مولانا سلطان محمد اصلااحی، مفتی محبوب علی وحشی، مولانا سید ابراہیم صہیلی نے اسے بدترین
 اور انفرادی اور پبلک و پشت گردی سے زیادہ عظیم نوعیت کی پشت گردی قرار دیا ہے۔

اس ضمن میں ذوالکرم و بدوحشی اور جناب سید کلید احمد انور لکھتے ہیں کہ بنی انسانیت
 - یا امت کے سیاسی یا معاشی ظلم میں ملوث ہونے کا سبب بنتی ہے اور عوام کی طرف سے اس پر رد عمل
 کی صورت میں انتقام و راتہ کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے۔ مولانا عبد الرشید قاضی نے
 بقل حدیث میں عوام کو ان کے شرعی حقوق نہ دینے اور مطالبہ حقوق نہ عین کی تردید، نو بیاد، طاقت چاہنے
 کی وجہ سے پشت گردی کی مرتکب بنتی ہیں۔ ذوالکرم و بدوحشی نے اس خامانہ کارروائی کے
 جواب میں ہی جیسے طریق اختیار کرنے کو منہکوت اور اسلامی منہکوت نے خلاف بتایا ہے ان
 دونوں مضمرات کے نزدیک جو اپنی کارروائی فتنہ کا باعث ہوئی اور مصیبت عوام اس کا شکار ہوئیں گے
 جسے ہی نہیں صورت میں، درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔

مولانا سلطان احمد اصلااحی، مفتی فیصل الرحمن بلال عثمانی، مولانا عثمانی احمد اعظمی،

مولانا سید محمد اکرم حسین شاہ سیالوی، مولانا محمد عیسیٰ ولدین اور مولانا ابو فرحان نے ریاضی و بہشتِ فردوسی کی مثالیں جس حال ہی میں شجرات میں ہونے والی ان انصافی اور بہشتِ فردوسی قرار دینے کی وجہ سے مرقی ہے کہ محمدتیں بلا تفریق مذہب و نسل و رنگ، جماعتی، سیاسی اور معاشرتی حقوق کو کرنے کی پابند ہیں اور جب اس فرض میں انہوں نے نہ صرف غفلت برتی بلکہ قطعہ انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا تو وہ ظالم اور بہشت گرد قرار پائیں گے۔ مولانا سید محمد اکرم حسین شاہ سیالوی کے خیال میں ایسی کھوشی خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم یہ صورت اور بہشت گرد ہیں۔ مولانا ابوالخیر خاص ندوی نے "سنے عامی نظام" اور "گلو از عشق" اور مولانا ابو عبد اللہ عبد الشکور نے انوارِ متجدد میں حاکمِ ممالک کو بیاد اور ایسے جانے ان تحریک کو ریاضی و بہشتِ فردوسی کی مثال قرار دیا ہے۔ مولانا سید امیر رفیع حسینی نے انفرادی بہشت گردی کی طرف ریاضی و بہشت گردی کو بھیجی آیتِ حقیقۃ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ظلم پسندوں کی کشتِ تعدا کی وجہ سے ظلم و انصاف نہیں قرار دیا جاتا ہے ہاں اسی طرح جس طرح دیگر جو مذکور ہو رہا ہے ایسے جانے میں مرقعین کی تعداد پر لزوم نہیں۔ قرآن میں ہے: "قُلْ لَا يَسْئُرُ الْعِبْتِ وَالطَّيْبِ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ كَثْرَةُ الْحَبِثِ" (رواد: ۱۰۰)۔ ریاضی (انصافی) کے جواب میں ظلم کئے جانے والے و نسل پرست کرتے ہوئے مولانا سید محمد اکرم حسین شاہ سیالوی نے تصحیح میں کہا کہ انوار کے پاس حاکمیت اور انوار نے ان کو مذہبی حکومت کے ادکاس ماننے سے روک دیا ہے، انہوں نے انفرادی اور

عالم یومر معصہ فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة" (جب کہل
اے کہو کہ معصیت دیا جائے وجہ حکومت سن، کہ قلمروے تو پھر نہ اس کی بات سنیں یا نہ اس کی اطاعت کی جائے گی) مولانا سید ابوالفتح عیسیٰ رحمانی، محلی والدین غازی قلاتی (رحمۃ اللہ علیہ)
ظفر عام ندوی نے دیہی بہشت گردی پر مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا ہے: "ان

مردمان، یہ جان لیں، منجھلی، اور دکانا تو شیر اور غلٹی اور انہ عبد الغفور صدیقی نے
 ریاضی کا اضافی کو بہشتِ سرمدی کا عمل قرار دینے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نہایت نہ
 طریف سے خاصہ اقدار پر مبنی ہو، اور دکانا تو شیر اور غلٹی اور عبد الغفور صدیقی کے
 بقول اس میں تکرار اور جان والی کو شرط لگائی ہوئے کا اندیشہ ہو۔

مولانا ابوالعاصم و میدی مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی اور مولانا مبارک حسین مدنی نے لکھا ہے کہ اگر حکومتی انصاف کے جواب میں کوئی ملکی اقتدار سنبھال جائے گا تو اسے دہشت گردی نہیں قرار دیا جائے گا۔ مولانا ابوالعاصم و میدی کے بقول موجودہ نیپولر اور مہمورنی دور میں تو یہ بین انصاف ہے۔ مولانا مبارک حسین مدنی کے اساتذہ بھارتی و ستہری و لغوہ ۲۹ کے تحت جس میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو یکساں انسانی حقوق دیئے گئے ہیں، جو انہوں نے بدلنے کی دلت سے ہم آہنگ مل قرار دیا ہے۔ مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی کی رائے یہ ہے کہ اگر فتنہ پیدا ہوئے گا اندیشہ ہو تو صبر کرنا چاہئے اور پناہ اللہ سے، ملن چاہئے اور حاکم کا حق ادا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ان کے بقول مسلمان کی جان برت قیمتی ہے یہاں تک کہ اس کی حفاظت کے لئے تمام چیزیں بھی حلال ہو جاتی ہیں۔ نبیوں نے سچ مسلم کی ایسا روایت کا حوالہ دیا ہے۔

مولانا قفر الاسلام نے دہشت گردی کے ازالہ اور بدلے و انصاف سے قیام کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ”بحوالہ اللہ الملک“ سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے:

”والترابعة العدالة وهي ملكة لم النفس تصدر عنها الأفعال التي بقاها بها نظام المعينة والحی بسهولة“ (یعنی صفت ہدایت ہے اور یہ نفس کی ایسا رائے کی غیبت ہے۔ اسی سے دو افعال صادر ہوتے ہیں جن سے قہید اور مملکت کا اللہ مہمور نہ ہو کر نیا جاتا ہے)۔

سوال نمبر ۳:

ظلم پر احتجاج:

اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ انصافی رویہ کمزور جائے

ہے یہ اس پر احتجاج اور نہ عمل کا اظہار جائز ہے یا واجب؟ اس پر روشنی ڈالنے پر اس بات کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ کیا مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بھی نہ بہت ضروری ہے نہ اندرہ میں آتا ہے؟

پیشتر متاثر ہونے والے حضرات کے نزدیک نہ انصاف پر احتجاج کا جوڑ یا نہ جوہر حیات نہ موقوف ہے۔ اگر ظلم کے ازالے پر قدرت ہو اور کامیابی کا مناسب زمانہ ہو تو احتجاج واجب ہے اور اگر احتجاج اور جہل سے مزید نقصان لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو کسی صورت میں احتجاج منقطع ہو جاتا ہے۔ واجب نہیں (دیکھئے: مقالہ ذراغہ حبیبہ دہلی، مولانا ابوالحسن علی بن ابی طالب، مفتی محمد نعیم دہلوی، مولانا حفیظ الرحمن عری، سید نور شہد حسن رضوی، مولانا اختر علی ٹہمدادی، مولانا سعید احمد مدنی، مولانا انور مسعود قاسم، مولانا مسعود کاسم سنبھلی، مولانا سید اسرار الحق سنبھلی، مولانا ابراہیم نعیم، مولانا امجد علی، مولانا ابراہیم خاں ندوی، مولانا ابشاد قاسمی، مولانا سعید الرحمن قادری، مولانا ابو القاسم عبد العظیم، مولانا ابوالکلام محمد اعظمی نے مولوی علیہ السلام، جو دو گروں اور فریون کے واقعات نیز نبی ﷺ کے غزوات و ہجرات اور کعب بن اشرف وغیرہ کے حوالے سے صورت حال کے اختلاف اور ان کے نتیجہ میں مولف کے اختلاف پر استدلال کیا ہے، اور مولانا سید اسرار الحق سنبھلی نے بتوں ظلم پر احتجاج فرض نہ کرنے کے درجہ میں ہے)۔

مولانا نیاز احمد عبد الحمید مدنی، قاضی محمد بابر، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ابوالحسن دہلوی، مولانا محمد رشید مدنی، مولانا فرید احمد عسکری، مولانا ابراہیم گیلانی، مولانا مصطفیٰ قاسمی کے نزدیک نہ انصاف پر احتجاج ممکن جائز ہے نہ جو مفتی فضیل الرحمن بدایونی اور مفتی سرسید اندھا دہی کے رائے یہ ہے کہ ظلم پر احتجاج نہ بہت ضرورت میں مطلوب ہے نہ دنیا کی حالتانہ حمد اسلامی، مولانا محمد امجد اسلام قاسمی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مولانا مظاہر احمد قاسمی، مولانا

سہارنہ جسٹس نے ولی مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا حفیظ الرحمن عمری اور مولانا ظفر علی اعظمی سے
الاحتجاج واجب قرار دیا ہے۔

مولانا اشتیاق احمد اعظمی اور مفتی نور علی انصاری نے انصافی کی مختلف سوسائٹیز اور
گروہوں کے احکام درج کئے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال ہے کہ اگر حکومتوں کی طرف سے جائز
حقوق کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے یا بجلی پانی وغیرہ کی سہولیات سے محروم رہے اور ملازمین میں
تکلیف برپا ہو تو اس پر احتجاج واجب ہے، اور ایسی صورت حال میں ان دونوں احکامات کے خلاف
کسی بھی شخصیت پر عمل کرتے ہوئے جائز حقوق کی معصومیاں کرنے والے کو مشرک و کافر قرار دیا گیا
عقیدہ ارضین قاسمی اور مولانا محمد شمس الدین کا خیال ہے کہ اگر انصافی کا تعلق انسانیت کی ذات
سے ہو تو احتجاج شرعاً جائز ہے، واجب نہیں، اور اگر انصافی کا تعلق بین و نہ رب سے ہو تو
احتجاج اور بغاوت کا اظہار واجب ہے۔ مولانا عقیل الرحمن قاسمی کا انصافی کی اس دہائی قسم کی
وضاحت کرتے ہوئے قلمبند ہیں کہ مثلاً اگر حکومت ہمارے ملک میں مندرجہ فیہ گروہوں کی اجازت تو
ہے لیکن مساجد کی تعمیر پر پابندی لگائے تو ایسی صورت میں احتجاج واجب ہوگا اور ان میں ادنیٰ
کی کوتاہی پر بھی شد یہ گروہ سخت ہوگی۔

مفتی سعید الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر ناجائز امور پر کسی کو تنبیہ نہ جائے تو احتجاج
واجب ہے۔ ڈاکٹر عبدالعظیم سلامی اور سید عقیل احمد انور صاحب کے نزدیک امن و قوتوں کے
دائرہ میں رہ کر عظیم پر احتجاج کا مظلوم کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ مولانا قمر الزماں ندوی کے
مزدک انسانیت اور جمہوریہ اور دین و گروہ احتجاج واجب ہے۔ مولانا نجی احمد بن قاضی خاں نے
یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر انصافی کے نتیجہ میں لائق ہونے والے نقصانات محدود ہوں اور ان کی
مخالفی ممکن نہ ہو تو احتجاج جائز ہے، اگر یہ نقصانات قابل تلافی ہوں اور ان کے نقصانات
ان نقصانات کی زد میں آتی ہوں تو ان پر احتجاج ہو، دفاع کی صورتیں نکلتی عملی اور عملی نہ ہوتی

منصوب ہند کی وجہ سے۔

یہ مسئلہ مقالہ نگار حضرات کے نظم کے خلاف احتجاجی کے جواب پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

۱۔ "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (سورہ نور، ۲۴: ۲۴)
(مقالہ ڈاکٹر و پروفیسر محی، مولانا ارشد قادری، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا عبد الرشید قادری، ملتانی
میدانہ جان، مولانا تنظیم عالم قادری، مولانا بابر بان احمد بن سبیل)۔

۲۔ "فمن اعتدى عليكم فاعندوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم" (سورہ
بقرہ، ۱۹: ۱۹) (مقالہ مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور رحیم اعظمی، مولانا مجاہد الاسلام قادری، مولانا
خورشید احمد اعظمی، مولانا محی الدین غازی غازی)۔

۳۔ "وجزاء سبحة سيئة مطهرة" (سورہ شوریٰ، ۲۰: ۲۰) (مقالہ مولانا خورشید احمد
اعظمی، مولانا محمد شمس الدین، مولانا سید اسرار الحق سمیعی)۔

۴۔ "ان الذين يقاتلون بغيرهم ظلموا وان الله على بصيرهم نقدرهم"
(سورہ بقرہ، ۲: ۲۰۳) (مقالہ مولانا مجاہد الاسلام قادری، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا محمد ارشد مدنی
نے اس کی شان نزول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے
مطابق جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے جانے پر مجبور کر دیے گئے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی اور
حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ آیت سنی تو فرمایا کہ اب جنگ ہوئی۔ مولانا خورشید احمد اعظمی نے
آیت "وان عاقبتهم فاعندوا بمثل ما عوقبتهم به" سے استدلال کیا ہے نیز انہوں نے
تفسیر توحید، المصنوع، جز اول سے بھی استدلال کیا ہے۔

تمام یہ مقالہ نگاروں کے نزدیک مظلوم کا نظم کے خلاف احتجاجی ترمیم ایک فطری انداز
حق ہے نہ کہ دہشت گردی۔ یہ شتر کے نزدیک ظلم پر احتجاج جس لئے بھی ضروری ہے تاکہ ظالم شخص

یا ظالم طبقہ کفر و دہروں پر عجز و مغالطہ و حمانے کی جہالت نہ کرے۔ اس پر استدلال کرتے ہوئے
بیشتر مقال نگاروں نے یہ حدیث نقل کی ہے:

۱- "انصر انماک ظالماً أو مظلوماً، قالوا: یا رسول اللہ، ہذا نصرہ
مظلوماً، فکیف تنصرہ ظالماً؟ قال: تأخذ فوق یدہ" (مکمل حدیث ج ۱، ص ۱۰۳)
(مقالہ مولانا امتیاز احمد انصاری، مطلق انور علی و مطلق، مفتی فیض الرحمن بلال عثمانی، مفتی حبیب اللہ
قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی)۔ بیشتر مقال نگاروں نے ظلم کے خلاف امتحان میں ترقی و تہذیب
اٹھ کھڑے ہونے کو درست قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:

"من رآی منکم منکراً فلیغیرہ یدہ، فان لم یستطع فلیسانہ فان لم
یستطع فقلبہ، وذلك اضعف الایمان" (مسلم ترمذی، ۲۱۸) (مقالہ مولانا حفیظ الرحمن
عمری، مفتی فیض الرحمن بلال عثمانی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مفتی محبوب علی وحشی، مولانا سید
محمد انور حسین شاہ سیالوی، مولانا مفتی الرحمن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سیٹھی، مولانا مبارک
حسین ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی)۔ مفتی محبوب علی وحشی اور مولانا ابرار خاں ندوی نے
صیغہ "فلیغیرہ" سے وجوب مراد لیا ہے، مفتی محبوب علی وحشی نے اس ضمن میں اصول فقہ کا یہ
قاعدہ ذکر کیا ہے کہ جب وجوب سے بھیجے والی کوئی قرینہ نہ ہو تو امر و جوہ کے لئے ہوتا ہے۔
مولانا سلطان احمد اصلاحی نے مندرجہ ذیل آیات و احادیث سے استدلال کرتے
ہوئے ظلم پر خاص غصہ و آگ، ہائز امر قرار دیا ہے:

۱- "لا تظلمون ولا تظلمون" (سورہ بقرہ ۱۹۰)

۲- "والذین اذا اصابهم البلیۃ هم یستصرون" (سورہ شوریٰ ۱۹۰) (ص ۱۱۰)
موصوف کے بقول اس سورہ کے کئی ہونے کی وجہ سے اس کے مضمرات میں مزید دہشت پیدا
ہو جاتی ہے۔

۱۰۰ امام سید محمد باقر حسین شاہ سیالوٹی، جو با نظر اور سدا بہ مفتی تھے، انھوں نے اپنی محبوبہ علی بیگم، مولانا تھانیہ، لکھنؤ قاضی، مولانا قاضی، مولانا مبارک حسین خاں اور مولانا احمد قاسم شمسپلی نے عدلیہ رسول اللہ ص قتل دون مالہ لہو شہید ومن قتل دون دمہ لہو شہید، ومن قتل دون دینہ لہو شہید ومن قتل دون اہلہ لہو شہید (۱) اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا جو کہ وہ شہید ہے، انھوں نے اپنی جان بچانے میں مارا ہے وہ شہید ہے، جو اپنے دین سے تحفظ میں مارا ہے وہ شہید ہے، جو اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا ہے وہ شہید ہے) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱)

کی وہ دست میں نقل کی ہے۔ "انعتقت لأمة على أن الشريعة وضعت للمحافظة على
 الضرورات الخمسة وهي الدين والنفس والبال والعقل" (امت لازم
 پر اتفاق ہے کہ شریات پانچ قسم کی ضروریات یعنی دین، جان، مال، عقل اور عقلمانی حفاظت سے
 نئے وضع کی گئی ہے) (۲۰۹: ۲۰۷) مولانا عبدالرشید قاسمی اور مولانا سید امجد الحق سمیعی نے ظہر
 کے خلاف: احتجاج کی دلیل میں یہ حدیث بھی نقل کی ہے: "جاء رجل الى رسول الله ﷺ
 يشكو جاره قال: اشرح متاعك على الطريق، فطرحه، فجعل الناس يعرفون
 عليه ويلعنونه، فجاء الى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله! ما لقيت من الناس،
 قال: وما لقيت منهم؟ قال: يلعنوني، قال: لعنك الله لعل الناس فقال: اني
 لا اعود، فجاء الذي شكاه الى النبي ﷺ فقال: ارفع متاعك فقد كفييت" (۲۰۹: ۲۰۷)
 مولانا سید امجد الحق سمیعی نے ایک اور حدیث نقل کی
 ہے: "عن أمي الوليد عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: باهنا رسول الله
 على السمع والطاعة في السر والنجس والمنطق والمكروه، وعلى أثره عليا،
 وعلى أن لا تنازع الأمر أهله، إلا أن تروا كفراً بواحاً عندكم من الله تعالى فيه
 براهين، وعلى أن تقولوا بالحق أينما كننا، لا نحافظ في الله لومة لائم"

(بخاری ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱

[illegible]

سوال نمبر ۴۰

بے تصور لوگوں سے چاہیے:

اگر ایک طبقہ کسی طرف سے قطعاً زیادتی کا حصہ نہیں
 ادا کرتا تو پھر اس کے لیے ایک اور طبقہ کی طرف سے قطعاً
 زیادتی کا حصہ نہیں ادا کیا جاتا۔

تمام مقابہ نگار حضرات کے نزدیک مظلوموں کا ظالم مروجہ کے بے تصور افراد سے انتقام لینا ناجائز اور حرام ہے، البتہ اگر وہ ظالم جہد کے کسی بھی طور پر معاون ہوں تو ان سے انتقام لینا جائز ہوگا، اور ظلم میں ان کے ملوث ہونے کے بعد ہی ان سے انتقام لینا جائز ہوگا۔ (دیکھئے: مقالہ مولانا سلطان احمد اسلامی، مولانا بہ بان الدین شنبھی، مفتی حمید اللہ جان، قاضی محمد بارون میمنگل، مولانا ابو العباس وحیدی، مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی، مولانا معین الرحمن ذروٹی وغیرہ)۔

پیشتر مقالہ نگار حضرات نے ان واسطے پر متعدد ذیل آیت سے استدلال کیا ہے: "ولا توردوا زواجره وذکر اخری" (مقالہ اکثر یوسف قاسم، مولانا بیجاہ الاسلام قاسمی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا محمد الدین خاڑی قاضی، مولانا سید اسرار الحق سیلی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا محمد شمس الدین، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا ظفر اسلام وغیرہ)۔ مولانا اشتیاق احمد غفلی اور مفتی انور علی عظمیٰ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

۱۔ "ولا یجرمکم شئان قوم عنی ان لاتعدلوا عدلوا ہو الطرب

للتقویٰ" (حدیث نمبر ۸)۔

۲۔ "ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً فلا یسرف فی

التقتل" (حدیث نمبر ۱۳۳)۔

مولانا مبارک خاں ندوی، مولانا قمر ازہرہ ندوی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا مصطفیٰ قاسمی اور مولانا خود شہد احمد غفلی نے آیت: "وقالوا فی سبیل اللہ الذین یقتلواکم ولما تعتلوا" (حدیث نمبر ۱۹۰) سے استدلال کیا ہے۔ قاضی محمد بارون میمنگل نے آیت: "وان عاقبتہم فاعلوا بمثل ما عولتہم بہ" (حدیث نمبر ۶۶۰) سے اس پر استدلال کیا ہے کہ مولانا سید اسرار الحق سیلی نے بے تصور افراد سے انتقام لینے کو حلال نہ کارروائی قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دلائل ذکر کئے ہیں:

۱۔ حضرت یوسفؑ کے نیک بھائی بنیامین پر بڑی غارتی ہوئے کے بعد انہوں نے راقیہ
 تھی۔ جب بنیامین کے دوسرے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ سے بنیامین کو چھوڑنے اور ان کی
 جگہ کسی دوسرے بھائی کو ترقی د کرنے کی درخواست کی تو سیدنا حضرت یوسفؑ نے یہ فرمایا
 فرمایا: "مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ بِالْأَمْرِ وَحْدَنَا مَتَاعًا عِنْدَهُ، إِنْ أَتَا لَقَطَالْعُرَى" (سورہ یوسف: ۵۷)
 (ہم نے جس کے پاس پٹی چھپ چکی ہے اس کے سوا دوسرے کو ترقی د کرنے سے اللہ کی پابندی ہے
 جس پر ایمان کرنے سے ہم یقیناً انصافی کرنے والے ہو جائیں گے)۔

۲۔ "وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا" (سورہ شوریہ: ۴۰) (اور برائی کا بدلہ ایسی ہی برائی ہی ہے)۔

۳۔ "فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ" (سورہ
 ۲۴: ۲۰) (جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر ایسی کے مثل زیادتی کر دو جس سے تم پر پنی ہے)۔
 ۴۔ "لَا ضَرَرَ وَلَا نَفْعَ لِمَنِ هَارَ صَارَ إِلَهُهُ، وَمَنْ ضَلَّ سَبِيلَ اللَّهِ فَلَهُ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ" (سورہ بقرہ: ۲۵۷) (جو اللہ سے ہٹ جائے اور نہ ہوا یا نقصان پہنچا جائے جس حد سے تجاوز
 کیا جائے، جو شخص کسی کو نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو شخص کسی کو فتنہ
 ڈالے اللہ تعالیٰ اسے فتنہ بھی ڈالے گا)۔

۵۔ اگہ وہ بد زبانی، مولا کا امیر ارطغرل غازی اور مولانا شمس الدین قاسمی نے بے قصوروں سے
 انتقام کو جابی مثل قرار دیا ہے، جسے ان کے پیغمبر ختم کر کے ہی کے لئے سامنے ہے۔ انہوں
 اور بد زبانی اور مولانا سید محمد انور حسین شاہ کو یہ لکھی کے بقول "مصلوہ اف کو و ظلم و انصاف ہے
 بچانے کی لئے قصاص کا قانون وضع کیا گیا ہے اور انکو بد زبانی کے بقول سے مزید مؤثر
 بنانے کے لئے عدالت کے سربراہوں کو کیا جاتا ہے اور ظالموں کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ مظالم
 کی حمایت کریں اور اسے شریعتوں کے تحت سے ہٹائیں۔

مولانا خٹمان احمد صاحبی اور مولانا تنقیر محمد قاسمی نے اس ضمن میں ہمارے موصول
 خطبہ کی بھی وضاحت کی ہے۔ مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا مجید الاسلام قاسمی، مولانا انوار عباس
 ندوی، ڈاکٹر مجید الغفر، اسحاق، مولانا امجد علی، مولانا خورشید احمد، قاسمی، مولانا قمر الدین،
 ندوی، مولانا اشتیاق احمد، اعظمی، مولانا مقیم الرحمن قاسمی، مولانا سعید الرحمن فاروقی اور مولانا
 خورشید قاسمی نے اسامی اور اقتدار میں فونی کی روانگی سے قبل خلفاء کی طرف سے کی جانے
 والی نشستوں کو بخیر خاص ذکر کیا ہے جن میں اس سلسلے میں خاص جرات و جوش کے ساتھ
 پیشکش میں کیا گئی ہے۔ یہاں پر مولانا قمر الدین، مولانا تنقیر محمد قاسمی اور مولانا محمد
 ارشد مدنی نے اور اور توجہ اہل ہدایت کی دعا و التماس کے خواہش سے رسول اللہ ﷺ کی یہ
 نشست نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ نے لشکرِ معلوم و منہجہ میں یہ بات فرمائی ہے:
 "اطفئوا ناسہ اللہ وائلہ وعلی منہ رسول اللہ . ولا تظفوا شیخا دنیا ولا
 حنلا . ولا صغیرا . ولا مرافا . ولا عنوا . وھمو عندکم ولأصحاء واحسنوا
 إن اللہ یحب المحسنین" (ہذا اللہ کا ہے) اے اللہ تعالیٰ ہم کو چاہئے تو ہے ہر اللہ کے رسول
 کے طریقہ پر جس امر کے لئے نقل نہ کر دے کسی بوز سے، کسی بچہ کو کسی نرس میں، اور کسی عورت کو۔
 کیا ہے نہ کہ، اپنی طبیعتیں جمع کر دے، اپنے معاملات کو خلیفہ و حسن سفارت کر دے، اللہ انسان کو کرنے
 والوں سے محبت کرتا ہے۔) مولانا خورشید احمد اعظمی نے گفتار کو نقل کیا، نشست نقل کی ہے یہ
 نہیں ہے لشکرِ معلوم و منہجہ میں ان کی باتیں کو روانہ کرتے وقت فرمائی تھیں: "لا تجوبوا دنیا
 فعدوا اولیٰ نعمتوا، ولا تظفوا اطعلا ولا شیخا کبیرا" (ما مرافا ولا نعیرا) حلال
 ونا حریفہ، ولا تقطعوا شجرہ ولا تدبجوا شاة ولا تغرہ ولا یغیرا" ما لا کلہ،
 وسیرا لمیرون ناقرا قد فرغوا انفسہم فی التصامع فدعوہ وما فرغوا
 منہم لہ ان نیاتہ نہ کرے، جبہ شعلی نہ کرے اور تشریف من کی ناکے کوں، لہ، نہ کرے ان کے۔

نہی تھی بچے، جو جسے یہ صورت ہوگئی تھی، دور نہ دھات کو تیرا نہ دیا، آگ لگانا نہ کسی چل ہو۔
 درخت کو لگانا وہ بھری، گانے یہ اونٹ کو، ہوا مقصدوں کو، لگانا کھانے کے لئے، اور تیرا نہ لکھو
 ایسے لوگوں کے پاس سے ہو کر جنہوں نے اپنے قاصد کو صوابت کا ہوں تک محمد کو کیا ہے، ان
 سے پیغمبر چھ دست لڑا، مگر، محمد و شہدائی کے بھی یہ حدایت نہیں، انہیں جو حق انہیں
 ۱۰۱۱ کے ہوا سے نقل کی ہے، لیکن انہوں نے "مات" سے اور ہر گاہ "مات" سے لڑا ہو، وہ
 عبد الرشید قاسمی نے بھی یہ ایہ (۱۹۲۴ء) کے ہوا سے یہ حدایت نقل کی ہے، مگر، یہ ہر گاہ
 خود ہی نے اس مسئلے میں علامہ دہلوی (۱۹۲۴ء) کی کتاب "تجلیۃ" میں ۱۹۲۴ء کی کتاب "تجلیۃ"
 کا حوالہ دیا ہے، "اولیٰ غفر" اور "ابو عبد" اشتیاق احمد عظمیٰ نے یہ تصویروں سے انکار ہو
 ساری تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہوئے "تکفیر" "اصطلاح" ۲۳۹ و ۲۴۰ کا حوالہ دیا ہے، "۱۰۱۱"
 تیرا ہر ماہ بدولت نے ہر ایہ، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" اور "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" سے ہوا ہے
 محمد ہے کہ میرا ہر ہر گاہ سے ہوا ہے، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 ہوا، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 اشتیاق احمد عظمیٰ نے "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 عبد اللہ ان کو یہ حدایت بھی نقل کی ہے، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 ہوا، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 محمد، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"
 یہ ہے کہ ایک غزوہ میں دشمن کی پہلی صورت میں پانی کی آواز آپ ﷺ نے اس حرکت کو
 دیکھ کر کرتے ہوئے فرمایا، "ما کانت هذه لبقا" (یہ تو شریک جنگ نہ تھی، یعنی چڑا ہے
 کہوں میں کیا کیا) ان کے بعد آپ ﷺ نے فوت سے پہلے ہر گاہ حضرت خاتم النبیین و
 محمد عظیمی اور جنوں کو نقل فرمایا، "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ" "تجلیۃ"

اور وہ ایک سو اٹھارہ سال کا مکی نے ہے قصوروں سے انتقام لینے کو طبع انسان فی نفس قرار دیتے ہوئے بخاری، مسلم اور ابن ماجہ میں نہ بار حضرت ابو بکرؓ کی اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت نبیا میں سے کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ! دعوت سے پہلے میں ایک نبی ہوئی تھی میں نے نہیں کٹا لی، اس پر انہوں نے تم پر خوشیوں کو بلانے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے وہی نصیبی کا ایک چیرائی کی وجہ سے تم نے تمام چیرائیوں کو یوں مبرا کر دیا

مولانا ظفر امین صاحب نے اس سوانح کے خوب میں یہ بھی تحریر ہے کہ اگرچہ محمد تاسی مسلم حکومت کی طرف سے اقلیت پر ظلم ہوا بھی تو علامہ امین صاحب نے اس کا سخت نوٹس لیا، انہوں نے اس مسئلے میں بلاذری کی "فتوح البلدان" کے قول سے ماہ روزہ کی ایک ملاحظہ و ترمیم ہے، وہ روزہ کو یہ مرسوس لائے تاکہ پڑا کہ صورت نے تھا اپنے لوگوں کو جلالہ طبری کا حکم: نے دیا تھا جو بحر منہ تھے پہنچا چکا، وہ روزہ نے دنیائے اسلام کے اعلیٰ حیثیت سے اس پانچ حکمت کے جو سید کو اپنا فرض سمجھا، ذاکر عبد العظیم اصلاحی نے ملکہ جنگ میں حصہ لینے والوں سے مسلمانوں کو اسلحہ و اسلحہ اخلاق سے ہم آہنگ بناتے ہوئے اس آیت سے استدلال کیا ہے: "لَا يَهْدِيكُمْ اللَّهُ عَنْ الدِّينِ لَمَّا يَقُولُوا لَكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ مِنْ دِينٍ كَمَا أَنْتُمْ تَكُونُونَ" (سورہ بقرہ: ۱۷۵)

شہادت پسندانہ مغلوں کے نتیجہ میں ماہ نے والے بچے اور عورتوں اور بے قصور افراد کا انکسار ہے: ہوئے مولانا سلطان احمد اعظمی نے لکھا ہے: "اس وقت ضرورت نہ بات کی ہے کہ فلسطینی فوجوں، عربوں اور عورتوں کے درمیان چرچی طرہ سے کیا جائے اور یہ کہ سنے کے کوشش کی جائے کہ وہ کیوں اپنی یقینی سوت کے ساتھ دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے بقول آج کا عالمی ضمیر اتنا صدمہ ہو گیا ہے کہ جب عراق اور افغانستان پر امریکی و برطانوی بموں میں بارش ہو رہی ہے، صورت یہ ہے کہ ہم بچے نہ بچا جاتے

ہیں تو اس پر کوئی احتجاج نہیں ہوتا، اور اگر فلسطینی کا گزیر صورت میں اپنی جان بھیل پر رکھ کر اس صورت جنگ کا اعادہ کر دیتے ہیں تو چربی دنیا معصوم فلسطینیوں کے خلاف سراپا نہ مست و احتجاج بن جاتی ہے۔ انہوں نے اس کا رد دئی کہ مذہب الہی کے نمائندہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مذہب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی رو میں ظالم و مظلوم سب آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الْمُتَّقِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خِصَّةٌ“ (سورہ انفال: ۲۵) اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ بے قصوروں پر ہونے والے مظالم کے خلاف احتجاج کو یک طرفہ نہیں ہونا چاہیے۔

سوال نمبر ۵:

دہشت گردی کے اسباب و محرکات اور ان کا تدارک:

جہاں بھی دہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ بنیادی اسباب و محرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے سیاسی، معاشی یا سیاسی نا انصافی یا کسی گروہ کے اندر طاقت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی و سیاسی تسلط حاصل کر لینے کی خواہش۔ ان اسباب کے تدارک کے لئے اسلام کی ہدایات دیتا ہے ۹

بیشتر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک دہشت گردی کے زوال کی واحد صورت یہ ہے کہ عدل و انصاف کا قیام ہو، انسانی حقوق اور انسان کی جان و مال کا احترام کیا جائے، حکومتیں نسل، قبائلی اور مذہبی امتیازات کا لحاظ رکھتے بغیر تمام باشندوں کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیں (دیکھئے: مقالہ مولانا حمید اللہ، عدلی، ڈاکٹر یوسف قاسم، مولانا حاجہ الاسلام قاسمی، مولانا ارشد)

تاریخی طور پر، احمد قاضی نے پہلی دفعہ اس طرح کی ایک کتاب لکھی اور اسے "تاریخ احمد قاضی" کے نام سے شائع کیا۔
 صدارت خانہ، لاہور، ۱۹۵۷ء۔ یہ کتاب احمد قاضی کی پہلی کتاب تھی، جس میں انہوں نے احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالی تھی۔

دوسری کتاب، "تاریخ احمد قاضی" احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔

دوسری کتاب، "تاریخ احمد قاضی" احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔

دوسری کتاب، "تاریخ احمد قاضی" احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔
 یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔

دوسری کتاب، "تاریخ احمد قاضی" احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ کتاب احمد قاضی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔

مراں و اصاف و قیوم ہے۔ انہوں نے مشرکین پر انہوں سے متعدد لیا ہے:

”اعملوا ہوا فخرک للشری“ (سورہ بقرہ ۱۷۷)

”واد، حرمکمہ میں الناس فی حکمکم بالعدل“ (سورہ بقرہ ۱۷۸)

اور مراں کا قیام ان کے بقول تمام شریعت پر موقوف ہے۔ دیکھو یہ روایتیں ہیں:

”واقیموا الشہادۃ لعلکم تلاقوا“ (سورہ بقرہ ۱۷۹)

”وفاکموا ان شہادۃ ومن یکسب لمانہ فلیہ الذمۃ“ (سورہ بقرہ ۱۸۰)

سورہ بقرہ ۱۸۱ میں دیکھو کہ انہوں نے انہوں کو عہد شکنی کے بقول امرایہ سے

وہشت کر دی کہ عہد شکنی کے لئے مشرکین پر انہوں نے عہد شکنی کی ہے:

۱۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

۲۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

۳۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے:

موریا اور مہاراجا نے انہوں نے انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

نہایت سے، انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔

مناسب پر فائز ہونا انتہائی ضروری ہے۔ جان کی رائے یہ ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر ایک کو اپنی اپنی نصاب و نظام تعلیم میں مناسب اور قابل قبول اعتدال و توسیع کرنی چاہئے۔

مولانا برہان الدین سنہلی کے نزدیک وبشتِ ثروری کے اسباب کے تہ ارک کا ہر طریقہ یہ ہے کہ تجربہ سے مضیہ اور مؤثر ثابت ہونے والی تدابیر اختیار کی جائیں اور غیر جذباتی اور شرعی اصولوں سے وقفہ و بھٹاؤں سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

بعض متاثرہ نگار مضمرات کے بقول مندرجہ ذیل نصوص سے وبشتِ ثروری کے اسباب کے تہ ارک میں خاص رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

۱۔ "یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم أو الوالدین والأقربین۔ ان یکن عیاً أو فقیراً فاللہ اولیٰ بہما" (سورۃ نساء: ۱۳۵)
(مقالہ: سید اسرار الحق سمیلی، مفتی سید امجد علی)۔

۲۔ "ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البحر" (سورۃ یوسف: ۱۰۸)
(مقالہ: ناخوریہ احمد، علی مولانا سید اسرار الحق سمیلی)۔

۳۔ "من لذل غفلاً بغير حق أو فساد فی الأرض لکنا فی الناس جمیعاً ومن احیانا لکنا فی اناس جمیعاً" (سورۃ زمرہ: ۱۳۶) (مقالہ: سید اسرار الحق سمیلی)۔

۴۔ "یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لعلوا فیوا" (سورۃ حجرات: ۱۳) (مقالہ: ناخوریہ احمد، علی مولانا سید اسرار الحق سمیلی)۔

۵۔ "لا اکرأ فی الدین قد تبین الرشید من انھی فمن یکفر بالطاعوت ویزعم دالہ فقد استصک بالمعروفہ والنفسی لا انقصاء لہا، واللہ سبیع

علیم“ (سورۃ ۲۵: ۲۵) (مقالہ مولانا سید امجد علی حسینی)۔

۶۔ ”من مشى مع ظالم ليقوبه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام“ (یعنی فی شعب الایمان، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱، ۳۳۲) (جو کسی ظالم کے ساتھ اسے قوت پہنچانے کے لئے چلا جبکہ جانتا تھا کہ وہ ظالم ہے، وہ اسلام سے نکل گیا) (مقالہ مفتی مجاہد احمد ندوی)۔

۷۔ ”الظلم ظلمات يوم القيامة“ (سفر علیہ) (علم قیامت کی سخت تاریکی ہے) (مقالہ مفتی مجاہد احمد ندوی)۔

۸۔ ”اولیٰع ہدایتی ہی احسن“ (سورۃ سورۃ ۲۶: ۲۶) (مقالہ مولانا تنظیم خاں قاسمی)۔

سوال نمبر ۶:

دفاع کا حکم:

اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
حتیٰ المقدور مدافعت واجب ہے، مباح ہے یا مستحب، نیز حق مدافعت کے حدود کیا ہیں؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کی صورت میں حتیٰ المقدور مدافعت واجب ہے (دیکھئے: مقالہ مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابو اسحاق عہد العظیم، مولانا ابوسنیان مشائخ، مفتی فیصل الرحمن بلال، عثمانی مفتی مجاہد ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی حبیب اللہ کی، مولانا عطاء اللہ شاہی، مولانا ارشد قاسمی، مولانا محمد حسن الدین، مولانا قمر الدین، مولانا برہان محمد علی، مولانا حفیظ الرحمن)

اس کی وہاں سب سے پہلی فراموشی اچھوتی ہوئی زبان اور اس کی مسکراتی آنکھوں کی جھلک ہے۔ یہ تو وہی وہاں ہے جس کی طرف ہم نے اپنی نگاہیں دوڑائی تھیں۔ یہ تو وہی وہاں ہے جس کی طرف ہم نے اپنی نگاہیں دوڑائی تھیں۔ یہ تو وہی وہاں ہے جس کی طرف ہم نے اپنی نگاہیں دوڑائی تھیں۔

سوال: تحقیق دہر مضمین، "مضمین" اور "مضمین" ہے۔ یہ کے مطابق ہے کہ فرقہ "۔" ہے۔
 جواب: یہ تمام تھیں اور ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے بارے میں یہ ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

و چون در میان قیمن کی چو بی بی یار شک و گمانت نهی بی است صا آید آفتاب —

میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔

نے تجسّس میں اور کثرتِ دُعا پر کوئی توجّہ نہ کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے لیے جو آقا علی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرتے تھے، ان میں سے کوئی ایک دعا بھی نہ پڑھ سکا۔

وفاں سے بچ جانے کا۔ ڈاکٹر یوسف قاسم نے فریڈکس ہال سے قربت پر شدید نقصان کا اندازہ تو ایسی صورت میں دیا کہ بھی وفاں واجب ہے۔

اہل اندرز اس کے قہقہوں نے منہ پر پائیل واپس لے کر دیے:

۱- "مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ لِهَؤُلَاءِ شَيْئًا، وَمَنْ قَتَلَ دُونَ دَمِهِ لِهَؤُلَاءِ شَيْئًا، وَمَنْ

قتل دون دہے یہو شہید، ومن قتل دون اہلہ یہو شہید۔ (۱)۔
 (۲) کہتے ہیں: قتالہ ذوالہدیہ یعنی: ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۰۰ھ میں سید المراد علی
 علیہ السلام (۱) اور القاسم عبدالعظیم (۲) سید محمد (۳) اور حسین شریانی (۴) اور انیسویں مرتضیٰ،
 (۵) امام مہدی (۶) حسین خدائی (۷) امام حنفیہ ابنیہ مرتضیٰ قاضی محمد جبار بن منگل (۸) امام نجیب الدین
 حقیق سنہلی (۹) اور اویسیان مفتاحی (۱۰) امام محمد اسلم مفتاحی (۱۱) امام محمد ارشد مدنی (۱۲) اس حدیث
 کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص کسی کو قتل کرے اس کی نجات سے چار گنا۔

۲۔ ح: راجل انی رسول لله ﷺ فقال يا رسول الله ارباب ح: راجل
 بريد احد مني اقل فلا نعظه مالك، اقل ارباب ان قاتلي اقل فنعظه
 اقل ارباب ان قاتلي، اقل فانت شهيد، اقل ارباب ان قاتلي اقل هو في
 النار ارباب بين (مترجمہ) خود شہید تھا اُمّی وہ نہ سیرا، اتق اللہ من یزید
 محمد بن الحسین شہید ہوئی وہ نہ اتقا محمد بن عبد القادر، قاتل ہوئی وہ نہ اتق اللہ
 مترقی وہ اتق اللہ (المن جتیب نسیمی)۔

٣- "لابسعي اليوم أن بدن عني" (مت - فتي حبيب مد قولي -

٥٠- "عن أبي المعارق عن أبيه قال: جاء، رجلي إلى أبي - فض-

الرحل بابي فبريد ملي. قال ذكره نالته قال ابن له بدكر قال له عليه من حولك من المسلمين. قال ابن له يكن حولي احد من المسلمين

قال: فاصنع عليه بالسلطان. قال: فإن رأى السلطان عني قال: قاتل دون مالك حتى تكون من شهداء الأحرار أو تمنع مالك" (الفتح، ص ۲۵۳) (مقالہ حوالہ) نور شہ احمد اعظمی، مولانا ابوالخیر عثمان، مولانا حبیب الرحمن متقی منہجی)۔

اس سے ملتی جلتی متعدد روایتیں مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم نے بھی ذکر کی ہیں۔ مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم نے قرآن مجید میں وارد "وقتلوا"، "ولا تبغ"، "ولا تعصوا" کی تعبیرات سے استدلال کرتے ہوئے افسوس کا یہ کیا کہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر وہ جواب سے بھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو تو اس روایت کے سینے و باپ پر گھول گئے ہائیں گے۔ ڈاکٹر وہید زبلی، ڈاکٹر یوسف قاسم، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سعید الرحمن قادری، مولانا تقی محمد عام قاسمی اور مولانا حبیب الرحمن متقی منہجی نے لکھا ہے کہ چونکہ کادونہ جمہور یعنی خلیفہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب اور اگر وہ کادونہ یا بھلا یا واجب ہے۔ ڈاکٹر وہید زبلی نے بقول جمہور نے مندرجہ اہل دوا آئین سے استدلال کیا ہے:

۱- "ولا تظفوا بأبدکم، لی لنظفک" (زور، ص ۱۵۵)۔

۲- "فقتلوا النبی حتی نعفی، والی امور اللہ" (زور، ص ۱۵۵)۔

ان حضرات کے بقول نام احمد کے "یہ جان کادونہ یا بھلا اور واجب ہے واجب نہیں۔ ڈاکٹر وہید زبلی نے ویسے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے قاتل کے سلسلے میں فرمایا: "اجلس ہی بینک فون خفت أن یتبرک شعاع انصر، فقط وجھک" اور آیت: "ایک روایت میں ہے: "تکون فکس فیہا عبد اللہ العفتون۔ ولا فکس العفتون" (ابن خثیمہ، درہ ارقضیٰ) نے حضرت عبد اللہ بن شہاب بن زید سے اس کی روایت کی ہے اور قاضی محمد بدیع الدین منہجی نے لکھا ہے کہ اس صورت میں یہ حدیث صحیح ہے اور اس

یہ بحث مقال کار حضرات نے مدد و دفاع کا تذکرہ کرتے ہوئے سمجھائی ہے کہ
مظلوم فرد یا مظلوم طبقہ کو دفاع میں جارحیت اور زیادتی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ کہ جو اپنی
کارروائی میں حق اور حق ادا خف ہذا خف کے اصول پر عمل کیا جائے مثلاً اگر بات چیت سے اور
دوسروں کی مدد سے ظلم کا دفاع کیا جاسکتا ہو تو ہرگز نہ جارح ہوگا۔ اگر بات چیت مناسب سے کام نہیں
چلے تو مزے کا استعمال حرام ہوگا اور اگر روزے سے دفاع ممکن ہو تو انسانی کا استعمال ممنوع ہوگا۔
اگر دشمن سے کسی مصلحت کا دفاع کیا جاسکتا ہو تو اس کا قتل حرام ہوگا۔ اگر قتل قوی سے آفریں
تو یہ ہے طور پر ہی اختیار کیا جائے گا (مذللہ ہو: مقالہ اٹھویں باب میں) مفتی اور علی اعظمی رحمہ اللہ
میں ازمنہ حق شخصی ہو یا عمومی اور موقوتی وغیرہ۔ اس پر اضافہ یہ کہ میں نے مندرجہ بالا
مفتی قواعد سے استدلال کیا ہے: "الصور لا یزال بالصبر" "بالصورۃ او بالحاحہ
تقدر بقدرہا" (مفتی محمد امجد علی اور مولانا محمد تقی الدین نے بھی اس قول کو رد کیا ہے۔
(۷۔)

{ 24 }

عرض مسئلہ:

اسلام اور امن عالم

سوال نمبر ۳۳۱:

مولانا ولی اللہ عہد قاسمی
جامعہ الفلاح، طریانج، مظفر گڑھ

۱۔ دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت:

تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ دہشت گردی کے فقیر میں قلم شامل ہے۔ لیکن یہ قلم
ہی کا دوسرا نام دہشت گردی بھی ہے؟ بعض مقالہ نگاروں کا خیال ہے کہ دونوں مترادف
ہیں (مولانا ابرہان الدین سنبل، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا افتخار عالم قاسمی، مولانا محمد ارشد
قاسمی، مولانا عظیم عالم قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی)۔

مولانا سلطان احمد اصلائی کہتے ہیں کہ کسی وجہ اور سبب کے بغیر کسی فرد یا جماعت کے
خون کو مباح کر لینا دہشت گردی ہے، جبکہ مولانا ابراہیم ندوی کی رائے ہے کہ فقہاء کی
اصطلاح میں جسے حمایت کہا جاتا ہے وہی کا دوسرا نام دہشت گردی ہے۔ اور مولانا ابو العاص
وحیدی صاحب لکھتے ہیں کہ دہشت گردی پر عمل ہے جو دولت و ملک گیری کی ہوس اور مذہبی جبر
سے کیا جائے۔ اور مولانا ابو القاسم عہد اعظمی کی رائے ہے کہ کسی بھی جمہوری طرز عمل میں فساد اور
ظلم و ستم قبول سے پیدا شدہ حالات کو دہشت گردی کہتے ہیں، اور مولانا عہد اللہ احمدی کا خیال

ہے کہ حق و انصاف کو بالائے طاق رکھ کر۔ ظالم و مظلوم سے فرق سے آنکھ بند نہ کرے۔ ذاتی و شخصی مفادات کے لئے کی جانے والی بروشمنی، بدعت گردی ہے۔

دیگر مقالہ نگاروں نے اپنی تعریف میں خوف و ہراس اور بدعت کو بنیادی حیثیت دی ہے، الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ بدعت کے لفظ کو سامنے رکھ کر تعریف کرنے کی کوشش کی ہے، اس طرح کی تمام تعریفوں کا حاصل یہ ہے:

”نہی حق و اختیار کے بغیر حادث و قوت کا بجا مظلوم، ظلم و ستم اور جارحانہ رویاں مجرمانہ تشدد اور خوف و بدعت پھیلا کر خوجی کا رد انہوں کو انجام دینا خواہ اس کے لئے زبان و قلم کا سباز ادا کیا جائے یا دھماکے خیز اشیاء کا استعمال کیا جائے، بالفاظ دیگر فساد فی الارض کا دوسرا نام بدعت گردی ہے۔“

(ڈاکٹر عبدالعظیم اعظمی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا ارشد مدنی، مولانا محی الدین غازی غلامی، مولانا اسعدۃ سم سنبھل، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مفتی جمیل احمد ندوی، مفتی محمد امجد الاسلام قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا سہیل حسین ندوی، مولانا ابراہیم عیسیٰ قادری، قاضی محمد ابدون میمنگل، مولانا ابو سفیان مفتاحی، سید امیر حسن گیلانی، مولانا شمس الدین، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا سید اسرار الحق سہیل، مولانا مجیب الرحمن شفیق سنبھل، مولانا فیصل الرحمن ہڈال عثمانی، مولانا خورشید امیر اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا قادری کفر الاسلام، سید محمد اکرم حسین شاہ سیاحی)۔

جناب میر عبد اللہ کہتے ہیں کہ ذاتی مفادات کے لئے دوسرے کا حق چیمنا بدعت گردی ہے۔
مفتی محبوب علی دیشی نے زاریہ بھی حق تلفی اور قتل و غارت گردی کا نام، بدعت گردی ہے۔
شاہ محمد علی دستگیری نے بدعت گردی کی تحریف ان الفاظ میں ہے:

”وہو کل عمل بتقی من حیث الوسيلة وانهدف مع المقیم الدینیة والانسانیة ویظن فہد اللامن مای نوع من انواعہ۔“

اور اٹھو بیہوشی کیجئے ہیں:

"هو كل علف أو اعتداء ليس له مبيع طوعاً"

مولانا ابوالخاں ندوی، مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی، مولانا ابوالحسن و جعفری اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی نے رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے جاری کردہ تعریف بھی نقل کی ہے۔

۲۔ حکومتوں کے طامانہ رویہ اور جان و مال کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی پر دہشت گردی کا اطلاق:

بیشتر مقام نگاروں نے لکھا ہے کہ حکومتوں کے طامانہ رویہ اور ناانصافی پر دہشت گردی کا اطلاق ہوگا، چنانچہ مولانا عبدالرشید کاکی لکھتے ہیں: "الذین یحاربون اللہ ورسولہ و یسمون فی الارض فساداً" (سورہ بقرہ: ۲۴۵) کا صحیح معنوی اسی طرح کی تفسیریں ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ با تفریق نہ سب ملت بدل و انصاف نہ اور ہر طبقہ کے حقوق کی تجدید شدت حکومت کا فریضہ ہے۔ دین کی طرف رجوع ذیل آیتیں نقل کی گئی ہیں:

۱۔ "لا یحرمنکم شأن قوم علی أن لا تعذبوا أعدائهم هو أقرب للفقوی"

(سورہ بقرہ: ۱۹۰) (مولانا ابوالخاں ندوی)۔

۲۔ "إن الله یامركم أن تؤدوا الأمانات إلی أهلها وإذا حکمت بین الناس أن تحکموا بالعدل" (سورہ بقرہ: ۲۸۳) (مولانا افتخار عالم کاکی)۔

۳۔ "إن الله یامر بالعدل والاحسان" (مفتی محمد امجد الاسلام قاسمی)۔

۴۔ "إن الملوک إذا دخلوا قرية أفسدوها وجعلوا أعزة أهلها أذلة"

(سورہ بقرہ: ۲۶۳) (مولانا سید اسرار الحق، مولانا محمد الدین عازمی، مولانا)۔

بعض مقامداروں کا خیال ہے کہ سے نعمت اور انسانی تعلقاتی فرائض میں کوئی اور حق ملتی ہو جائے گا۔ اس وقت عربوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ (انٹرنیشنل اسلامک جوائنٹ ایڈامبرشمنٹ کمیٹی کے بارون مولانا غوث علی شاہ صاحب نے)

لبتہ بلبتہ عورتوں میں اسے بھی اہستہ بڑھتی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ وہ: مذہب، تعلیم، اخلاقیات، کھیتے چیر کہ جب کوئی حکومت اس طرح کے کام کو قدائی طور پر کرے۔ اور نسل انسانی کی زندگی اور پائیدار کی جتنی خاطر۔ میں پڑھا۔ وہ ان میں خوف وہراس پیدا ہو جائے تو یہ نوعیت کی ہیشت۔ رہی ہے اور ہم: خود شیر حد اعلیٰ کا ڈیاں سے کہ ان مادی فرائض میں تشدد، چوٹی، دلی نسل کشی، جسمانی اور خوف وہراس اس شرط پر ہوتا ہے ہیشت بڑھتی کہ جانے کا۔

واقعہ رہے کہ یہ اقدام بڑا قابلِ تحسین ہے۔ حکومت نے علاقائی تنظیم اور برادریوں میں رابطہ قائم کرنے کی کوششیں کرنا شروع کر دی ہیں۔

۳- انصاف پر اطمینان و رجوع کا اظہار جائز ہے۔ واجب ان کے مظہر کے خلاف انہیں
کلمہ اہونا بہشت نہ دے۔ سوال کے دوسرے حصے کے خطے میں قوم قتال کے لوگوں کے اطفال
سے کہ مظہر کا کلمہ کے خلاف ایچہ کلمہ اہونا بہشت نہ دے۔ اگر ایسی ہیں:

١- "وَمَا لَكُمْ لِمَا كُفِّرَتْ عَنْكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْأَوْلَادِ إِذَا دَعَا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَنْ يُعْزِمُوا فِئَةً عَلَيْهِمْ يُسَّ فَرَّادًا فَرًّا
فَأَنَّهُمْ كَاذِبُونَ

۲- "فصل اعتدلی عنیکم فانحدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم" (۶۰)۔
 (تر: ۱۶۳) (مولا: اشتقاق احمدی، مولانا: محمد بن یحییٰ فاضل، مفتی، فخر، اسلام آباد، مفتی
 محمد اسلام آبادی)۔

۳- "من قتل مظلوماً فقد جعلنا لوفيه سلطاناً فلما يمسرف في القتل"
(مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

۴- "ولولا دفع الله الناس بعضهم بعضاً لفسدت الأرض"
(مولانا محمد امجد علی دہلوی)۔

۵- "والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون"

۶- "لانتظلمون ولانتظلمون" (ظلم کرنا بھی، ظلم ہونا بھی) (مولانا سلطان احمد اصلاحی)۔

۷- "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم"
(مولانا محمد ارشد قاسمی، جناب حمید اللہ، مولانا افتخار عالم قاسمی، مولانا برہان الدین سنہلی، مولانا مبارک حسین ندوی)۔

۸- "من قتل دون ماله فهو شهيد"
(مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مفتی محبوب علی رحیمی، مولانا مبارک حسین ندوی، قاری ظفر الاسلام، مولانا اسعد قاسم سنبھلی)۔

۹- "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً قالوا: يا رسول الله هذا نصره مظلوماً فكيف ننصره ظالماً، قال: فأخذ فوق يده"
(مفتی انور نلی اعظمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی)۔

۱۰- "إن الله لا يجمع ذا حقاً مع كافر"
(رواہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، مفتی شبیر احمد ندوی)۔

۱۱- "وَأَمَّا أَمْنِي فَهَابِ الظَّالِمِ أَنْ تَقُولَ لَهُ إِنَّكَ ظَالِمٌ فَقَدْ نُوذِعَ مِنْهُمْ"
(مولانا سلطان احمد اصلاحی)۔

۱۲- "اعظم الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز" (تذوی ۱۳۰۹ھ)
(مولانا ابراہیم خاں ندوی)۔

۱۳- حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل کا واقعہ۔ "قال الحافظ: وفي قصة أبي بصير من الفران جواز قتل المشرك المعتقد غيلة ولا بعد ما وقع من أبي بصير خذوا" (فتح الباری ۳/۵۱۵) (مولانا خورشید احمد اعظمی)۔

مذکورہ سوال کے جواب میں سید خورشید حسن رضوی کا خیال ہے کہ اگر مظلوم بہشت گردی کو وسیلہ بنانا چاہے تو بالکل جائز ہے، اور جناب قلیل احمد انور نے لکھا ہے کہ مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بہشت گردی نہیں ہے، بشرطیکہ صہری طریقہ اختیار کیا جائے، ظلم کو کسی حال میں ظالم کے کردار پر عامل ہونے سے چمکا جائے، یہی زندگی میں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسوہ ہمارے لئے مثال ہے۔

سوال کے پہلے حصے کے متعلق بعض مقالہ نگاروں نے احتجاج کو جائز اور درست قرار دیا ہے (ڈاکٹر عبد العظیم اسلامی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی عبد الرشید جوہری، مولانا ابراہیم مجاہد قاسمی، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی، مولانا نیاز احمد عبد الحمید مدنی، مولانا خورشید احمد اعظمی، قاضی محمد بارہین میمن، مولانا عظیم خان قاسمی، مولانا ابوالکلام حسینی، مفتی محبوب علی وجہی، سید محمد ذاکر حسین شاد)۔ مولانا فضیل الرحمن بلال عثمانی نے اسے ایمانی تحفہ اور سید خورشید حسن رضوی نے انسانی فطرت اور مفتی حبیب اللہ قاسمی نے اسے مطالبات شریعہ میں سے قرار دیا ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک احتجاج واجب اور ضروری ہے (مولانا ابراہیم خاں ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سید اسرار الحق سمیعی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا حفیظ الرحمن شہری، مولانا مبارک حسین ندوی، مفتی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا سلطان احمد صلاحی، مولانا ظفر خاں ندوی، قاضی ظفر الاسلام اعظمی)۔

انجلیست و نقصان پہنچے تو واجب ہے (مولانا: محبوب الرحمن تیسری منہجی)، رد عمل کے لئے مناسب قوت ہو تو مخالف واجب ہے ورنہ ناجائز ہے (مولانا: سید زبلی) امتحان جائز اور بھی واجب مگر رد عمل جائز نہیں الایہ کہ فتنہ کا اندیشہ ہو (ڈاکٹر یوسف قاسم)۔

تجوڑین اور مہجین و نیم دسے و لائل مشتہ کہ طور پر یہ ہے:

۱۔ "ل یحب اللہ المجهور مائسوء من المفلول الذ من ظلم" (حدیث)
 ترجمہ: (مفتی محمد الرشید جو یورپی مولانا مفتیل الرحمن قاسمی، مولانا محمد رشید مدنی، مولانا سید امجد الحق سیلی، جناب حمید اللہ مولانا، محبوب الرحمن تیسری منہجی، مولانا سیکیم عالم قاسمی، مولانا افتخار عالم قاسمی، مولانا محمد رشاد کی)۔

۲۔ "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقفہر" (حدیث)
 ترجمہ: (مولانا محمد رشید مدنی، مفتی محمد امجد الحق قاسمی)۔

۳۔ "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" (مولانا: فضیل الرحمن جلاب حنائی)۔
 ۴۔ "ولم یاتکم من بعد ظلمہ فاولتکم ما علیہم من سبیل" (حدیث)
 ترجمہ: (مولانا حفیظ الرحمن حمزہ، جناب خورشید حسن رضوی)۔

۵۔ "والذین اذا اصابہم البغی هم ینتصرون" (حدیث شریف، ۳۴) (مولانا سلطان احمد اصلاتی، جناب خورشید حسن رضوی)۔

۶۔ "وحرء مینة مینة قتلہا" (مولانا: خورشید احمد اعظمی)۔

۷۔ "وان عافیتکم فعاقرہا بمثل ما عوقبتہ بہ ولئن صبرتم لہو عیر بلصاہبین"۔

۸۔ "انضی الجہد کلمۃ حق عند سلطان حاتم" (مولانا: برادر خاں ندوی)۔
 مولانا سید امجد الحق سیلی، سید محمد ذاکر حسین شاہ، سیالوٹی)۔

۵۔ ”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده“ (مولانا ابوبکر عثمان ندوی، مولانا عقیل الرحمن قاسمی، مولانا سید امجد الحق سمیعی، مولانا فیضیل الرحمن بدایین عثمانی، مولانا حفیظ الرحمن عمری، مفتی محبوب علی وحیدی، سید محمد ذاکر حسین شاہ، یاقوت، مولانا مبارک حسین ندوی، مفتی محمد اناسلام قاسمی)۔

۱۰۔ ”جاء رجل إلى رسول الله ﷺ يشكوه جاره، قال: أطرح مناعك على الطريق، فطرحه، فجعل الناس يمرون ويلعنونه، فجاء إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله عاقبت من الناس، قال: وما عاقبت به؟ قال: يلعنوني، قال: لعنك الله قبل الناس، فقال: إني لأعوده، فجاء الذي شكاه إلى النبي ﷺ، فقال: ارفع مناعك فقد كفيت“ (مسلم، رقم ۸۰۸، ۱۷۰) (مولانا محمد الرشید جوپوری، مولانا سید امجد الحق سمیعی)۔

۱۱۔ ”الحق عبادة بن الصامت قال: بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره، وعلى أثرة علينا، وعلى أن لا ننازع الأمر أهله، إلّا أن نردّوا كفراً، نوحاً عندكم من الله تعالى فيه برهان، وعلى أن نقول بالحق أينما كنا، لا نخاف في الله لومة لائم“ (بخاری، ۳۰۵۳، ۳۰۵۴)۔

ترجمہ: حدیث میں کفر کا ذکر ہے مگر اس سے پہلے واہ حدیث میں ”کہہ کر دل“ کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہرِ حق کی نا انصافی اور ظلم پر ارباب اقتدار سے احتجاج کرنا اور ان کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنا انھیں قرینِ مہارت ہے (مولانا سید امجد الحق سمیعی)۔

۱۲۔ ”انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً الخ“ (مولانا فیضیل الرحمن بدایین عثمانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی)۔

امہ اراقت سیدی (مولانا حفیظ الرحمن) مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی)۔

۶- "فالوا یا ایہا العربیون لہ اما شیخا کبیرا فحد احدما مکانہ من بواک
من اعسین فال معاد اللہ ان ماحدہا من وحدما متاعا عدہ اما اذا الظالمون"
۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲ (مولانا سید امہ اراقت سیدی)۔

۷- "لاتقتلوا شیخا فایا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امرأة"۔
۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵ (مجاہد)۔

"تھی رسول اللہ ﷺ عن قتل الصبا والساء"۔
(مولانا عبد الرشید جونپوری، مولانا قتیل الرحمن قاسمی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا
اشتیق احمد اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا عبد العظیم امینی، مولانا
ابراہیم ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا قمر ابراہیم ندوی، مولانا تقی محمد قاسمی)۔

۸- "لا ضرر ولا ضرار، من صار صارہ اللہ، ومن شاق شاق اللہ علیہ
۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸ (مولانا سید امہ اراقت سیدی)۔

۹- "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بول سبی من الایماء نحت
شجرة فلدعنه ملة فأمر بحماره فأحرج من نحتہ وأمر بها فأحرفت بالنار۔
قال فأوحى الله اليه فهلا ملة واحدة" (ترمذی ۲۳۹۰) (مولانا محمد ارشد قاسمی)۔

۱۰- زمانہ جاہلیت میں مقتول کے ورثہ کا قتل سے متعلق کسی بھی فرد کو قتل کرنے سے منع
بدل لیا کرتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا (مولانا ابراہیم ندوی، مولانا
فتح الرحمن قاسمی، مولانا حفیظ الرحمن مدنی)۔

۱۱- مجرموں کو قتل کرنا یا ان سے اتفاق لینا صحیح ہے مگر اصل مجرم کو قتل نہ نہیں ہے
ان کے عوض میں دوسرے بے گناہوں پر متعدد گناہ اور انہیں مارنا صحیح نہیں ہے (حدیث بخاری ۳۳۹۰)۔

(۱۰) اشتقاقی محمد غفری موبی: محمد مصطفیٰ قاری و قاری غفر الامور)۔

۱۲- اُن کے کافر و کفار کا نقل ہوا سلطان کو قتل کر چکا ہوا جس سے غلط ہو چکا تھا جس کی مراد
نہایت بدو است و ادب مکتب ہے اور اُن کے قصور ہو تو مارا جا کر نہ گھبرا سکے اس قادیانی (۱۱)۔
(موبی: محمد غفری)۔

۱۳- ایک موقع پر حکومت کی طرف سے اپنے لوگوں کو بھی جلا وطن کر دیا گیا جو مجرم نہ
تھے اور ان کو قتل کے سوا پیدا کئے نام آئے اور اس وقت تک چاند میں لوگوں سے قلم
میں نہیں لیا جس سے قلم میں جو شریعت نہ تھی ان کو بھی سزا میں نہ لیا کہ قرآن کا حکم یہ
ہے: "وَلَا تَقْرَؤُا فِیْہِ الْفَحْشَہُ وَالْأَفْوَہُ" (مولانا قاری غفر الامور بحوالہ ہذا) البتہ یہ قصور سے
کہا جائے گا؟ اور کسے ظالم کا مجاہد اور مددگار سمجھا جائے گا؟ اس سلسلہ میں بعض مددگاروں
نے جو شریعت و اقوال و احادیث و احکامات اور تحفظات کا اظہار کیا ہے جو کچھ اس طرح ہے: یہ قصور
ان کو اظہار و وقفی سے رہائی ہوں تو ان کا شکر بھی عاموں میں ہوگا (مولانا ابوالحسن حمیدی ص ۱۰۱)۔
یہ محمد عبد الحمید، اور ایسے ہی جو لوگ اپنی قوم کو ظلم سے نہ روکیں وہ خود ظالم ہیں۔ ابوالحسن اور
ابو جہل سے کر دار میں یہی اصول و طے کرتے ہیں (مولانا سعد توحید سنبھلی) ظلم میں کسی درجے
میں تو دن کا غالب گمان ہو تو چل لیا جا سکتا ہے (مولانا) دربان الدین سنبھلی، بناب حمید اللہ
جان، ظلم و غرور ہو تو انجام ظالموں سے ہی کیا جائے گا، مگر ان کو قیامت کی سزا پر ہوتا تو وہ
حرکتی سوتلی ہے (ایمانقا سمیرا العظیم)۔ جو افراد املا و غفر اس سے وہ ہوں اور اس سے پسند کرتے
ہوں ان کو انتقام کا کٹ نہ ہونا درست نہیں سے جلد قیامت نہیں ہو۔ اگر امتیاز نہیں نہ ہو تو انہیں
ہے۔ جنہوں میں شب خون اس کی قیامت ہے (مولانا حمید اللہ سعد توحید محمد مارون سنبھلی)۔

جو لوگ کسی ایسی سیاسی پارٹی کو ووٹ دیں جن کی خاص قوم کی دشمن ہو یا خاموشی و شامی
کا سردار اور ان کی اور سیاسی و سماجی طاقت سے ظلم کو روک سکتے ہوں لیکن نہ روکیں تو وہ بھی ظلم میں

شریک مجھے چ نہیں گئے (مولانا سید اسرار الحق سہیلی مولانا محی الدین غازی فلاحی، مفتی محبوب علی دہلوی مولانا سلطان احمد اصلاحی)۔

انفرادی ظلم ہر توہمین عالم کے علاوہ بے تصور سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے، اور اگر پارٹی کی طرف سے ظلم ہو تو اس کے بر فرد کو شریک جرم سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ اس حرکت میں معین و مددگار ہیں، کیونکہ پارٹی کے ایک فرد کو دوسرے سے تقویت ملتی ہے۔ درختدار کی مہارت: ”وتجرى الاحكام الحذكورة على الكثر بعبارة بعضهم الاخذ والقتل والاعمال“ کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں: ”لانہ جزء العارضة وهي متعلق بان يكون البعض ردة للبعث“ (۱۵۰۳)۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جس فرد نے قتل و غارت گری کا معاملہ کیا ہے اس فرد کے دوسرے لوگوں نے ساتھ نہیں دیا بلکہ خدمت کی تو ان سے بدلہ نہیں لیا جائے گا (مولانا محمد ارشد قادری)۔

پابند قانون سان میں رہ رہے ہوں اور جرم کی نوعیت انفرادی ہو اور انصاف کا حصول ”مردی و باؤ سے آزاد ہو تو“ للعود وازدة“ پر عمل ضروری ہے، بصورت دیگر ظالم گروہ کے سارے افراد مجرم شمار ہوں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بنو قریظہ کے سارے مردوں کو تہ تیغ کر دیا تھا (جناب خورشید حسن رضوی)۔

بے قصوروں سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے بلکہ کون سے بھی، بجائے اس کے عدالت سے فریاد کرنا چاہئے (ڈاکٹر وجہ مصطفیٰ زحلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی)۔



عوض مسئلہ:

اسلام اور امن عالم

سوال نمبر ۶، ۵:

مولانا راشد حسین ندوی

کے بانی

”اسلام اور امن عالم“ کے دوں ۵ اور ۶ پر عرض مندر کا مجھے فہم دیا گیا ہے۔ اس موضوع پر مندر و پرہیز بندہ کے مختلف عارفوں سے ایسے ہی ۸ مقالات موصول ہوئے۔ ہم پہلے سول ۵ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ یہاں بھی درہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں اس سے کچھ جیادوں اسباب و محرکات ہوتے ہیں۔ جیسے کسی شہر کے ساتھ معاشی و سیاسی نا انصافی، یا کسی شہر کے اندر رعایت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کر لینے کی خواہش، ان اسباب کے تدارک کے لئے اسلام کیا ہدایات دیتا ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آٹھ مقال نگاروں نے تیسریاے کہ درہشت گردی کے کچھ اسباب و محرکات بتاتے ہیں۔ مولانا اسعد قاسم سنبھلی نے سوال ہی تو ختم نظر آ کر دیتے ہوئے کہہ دیا کہ غیر مسلم حکومتیں اسلامی ہدایات کی پابند نہیں ہیں۔ مسلم حکومتیں پابند ہیں لیکن ان موضوعات کو بہت حد تک بحرا سوری حکومت نے خلاف انہیں بد امت کی اہم زنت ٹھہرا دیا ہے۔

بقیہ مضامین نے تدارک کے لئے مختلف تدابیر کو قرار کیا ہے۔ ان میں سے بعض تدابیر

کی مدد وائی علامہ کی بڑی جماعت نے کی ہے، جبکہ بعض تہذیبی حضرات کی انفرادی مدد کی صورت میں سامنے آئی ہیں۔ ہم ترتیب کے پیش نظر پہلے ان تہذیب کا ذکر کر رہے ہیں جن کو جماعت علامہ کی بنیاد و حمایت حاصل ہے، پھر ان تہذیب کا ذکر کریں گے جو الگ الگ افراد نے اپنے محنت و توجہ سے روشنی میں انفرادی مدد کے طور پر تحریر فرمائی ہیں:

پیشگی رائے:

مولانا محمد ارشد قادری بھنگل پوری، مفتی جمیل احمد ندوی، مولانا ابراہیم حنیف فلاحی (سجرات)، مولانا ابراہیم صاحب وحیدی، مولانا نواز احمد عبید الحمید مدنی، مولانا عبید اللہ اسعدی (۱۹۶۰ء عطا اللہ قادری، مفتی حبیب اللہ قادری، قاضی محمد پروان سینگل، مفتی مجاہد الاسلام قادری (آرام)، مولانا حبیب الرحمن حق سبحانی (ندوۃ العلماء، بکھنوا)، مولانا قمر ارمین ندوی، سید نور شہد حسین رضوی (مدیر آباد)، قاری خضر الاسلام، مفتی انور علی اعظمی، مولانا شتیاق احمد اعظمی (منو)، ذوالقرنین یوسف قاسم (کامیہ الحقوق جامعہ قادریہ) کی ہے، ان حضرات کے نزدیک دہشت گردی کے کھلے خاتمہ کا ذریعہ اور حل و علاج صرف یہ ہے کہ عدل و انصاف، مساوات و احترام انسانییت اور عدم اعتماد بھی الخیر کا بنیادی اصول بنوئے کار لایا جائے اور اس میں ہر طرف کی حقیقی تقسیم نو کرے کر دیا جائے۔

مفتی انور علی اعظمی اور مولانا شتیاق احمد اعظمی نے سن ۲۰۱۲ء میں مندرجہ ذیل کتابت پیش کی ہیں:

۱- "اعدلوا هو اقرب للتغریٰ"

۲- "و ادنا نولی سعی فی الارض لیس فیہا ویہلک الحوت والنمل" (سورہ بقرہ: ۶۰-۶۱)

۳- "وما أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"۔

۴- "وَلَا تَعْبُدُوا مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَحِبُّ الْعَاقِبِينَ"۔

مفتی جمیل: حمد نہ میری صاحب نے یہ احادیث نقل کی ہیں:

- "الظلم ظلمات يوم القيامة" (شکاہ: ۲۲۴: ۳۳۴)۔

۲- "من ضلّ مع ظالمه ليقويه وهو يعلم أنه ظالم فهدّ حرج من

الاسلام" (عین: ۳۶۶: ۳۳۴)۔

جبکہ قری ظفر الاسلام صاحب نے "ادکار السلطانیۃ" للماوردی ص ۶ کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

"وأما أهل الإمامة فالشروط المنصرفة فيهم سبعة، أحدهم: العدالة على شروطها الجامعة إلح"۔

مفتی سید سراج الحق سہمی نے پہلے قدرے تفصیل سے وراثت گردی کے اسباب پر بحث کی ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ملک میں وراثت گردی کے اسباب میں یکسانیت ہو، بلکہ کچھ اسباب مشترک بھی ہو سکتے ہیں، پھر ۱۳ اسباب نثانے کے بعد اس نے ہر ایک کے لئے خود بخود بار ذرائع اور دلائل ذکر کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل ذرائع بھی تجویز فرمائے ہیں:

۱- "دعوت اسلام" ص ۱۱ کی جگہ: "وأما لنا إنك الكتاب بالحق" ص ۱۱۰۔

۲- صبر ادرار اللہ سے مراد: "استمعوا بالله وأصبروا" (سورہ انف: ۴۸: ۱)۔

۳- احسان محرومی کا حاتمہ: "لا تأيسوا من روح الله" (سورہ ف: ۸: ۱)۔

۴- دنیا کی ہوس کی کا حاتمہ: "وهي الحيوة الدنيا لا معاذ ليعقود" (حررہ: ۸۵)۔

۵۔ ایک دوسرے پر مذہب اور تہذیب مسلط نہ کرنا: ”لا باکراہ فی الدین“ (سورہ بقرہ: ۲۵۶)۔

۶۔ جامعہ اذہبیۃ کا خاتمہ: ”ہم عصب قید شو من الأرض طوقہ من سبع أرحین“ (بخاری: ۵۷۲۰، مسند: ۱۶۱۳)۔

دوسری رائے:

مولانا ارشد مدنی اور مولانا حمید اللہ صاحب (جامعہ اشرفیہ لاہور) کی ہے۔ ان دونوں حضرات نے مسئلہ کی دو تشقیں کی ہیں:

الف: سماجی یا معاشی نا انصافی کی وجہ سے پیدا ہونے والی دہشت گردی۔

ب: حکومت اور معاشی اور کل پر تسلط حاصل کرنے کی خواہش کی بنا پر دہشت گردی۔

شق (الف) کی دہشت گردی کے تدارک کے لئے ان حضرات کی بھی رائے پہلی رائے جیسلم ہے، لیکن شق (ب) کے سلسلہ میں ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ ایک جذبات ہے۔ اسلام ان کو پہلے راہ راست پر لانے کی ہمت دیتا ہے۔ اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو مدیج سے زیادہ ان سے پروگرام کو ختم کیا جائے۔ آخری چارویہ ہے کہ بزدلان کو اس سے روکا جائے۔

مولانا ارشد مدنی صاحب نے اس پر استدلال آیت ”واعتصموا بحبلہ مستطعم“ (سورہ انفال: ۱۰) سے کیا ہے۔

تیسری رائے:

یہ ہے کہ اس کا تدارک صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پورے کے پورے اسلام کو زندگی میں داخل کر دیا جائے۔ یہ رائے مولانا مبارک حسین ندوی نیپالی، مولانا مکی الدین غازی خلاقی اور مولانا عقیل الرحمن قاسمی کی ہے۔ مولانا قاسمی صاحب نے اس کے لئے اس آیت

سے استدلال کیا ہے:

”تعالو! الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم“ (قرآن: آل عمران ۱۰۴)

چوتھی رائے:

یہ ہے کہ اہل تشیع نے ان کے ساتھ عیسائی اور ہندوؤں کی حکومت کی ہے۔ یہ رائے مولانا محمد الدین صاحب اور مفتی حید الرحیم صاحب قائل ہیں۔

ان آراء کے بعد ہم ان آراء کا ذکر کرتے ہیں جو اگرچہ جیت و قیام اور ہجرت میں یقیناً آخری ہوئی تو حیرت کی ہیں:

۱۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب سیاحی کے نزدیک ان کے مذاہب کا ذکر یہ ہے کہ ان کے لئے منجید و موصی اور مفید و شفیق کی جہ میں اور ایسے مسلمان رہنماؤں سے مشورہ لیا جائے جو غیر جذباتی، شرعی اصولوں سے واقف اور تجربہ کار ہوں۔

۲۔ مولانا مفتی فیصل الرحمن ہلال عثمانی کے نزدیک خلافت کا شورانی نظام دنیا کے سامنے رکھ جائے اور دنیا سے قبول کر لے۔

۳۔ مولانا ابومنیان صاحب قاضی کے نزدیک مسلمانانِ عالم کے خلاف بغاوت ہرگز نہیں ہے البتہ حاکم غیر مسلم پر تو ہر طریقے و طریقے سے بغاوت ہے ان صاحب کے نزدیک حکومت کو دیا جائے ان سے کام نہ چلے گا کہ یا صحت سے نہ آ رہا ہو یا نرزدکا

۴۔ مولانا عبد الرشید صاحب قاضی کے نزدیک ان کا مذاہب کہ وہاں جب ہے۔ صاحب مذکور کے خیال سے ان کے موقف پر ہر ایک سے حق و باطل اور باطل بھی شامل ہے۔ موصوف کی دلیل یہ حادثہ ہے:

۱۔ ”ان ائساد اذ اظاعونی حوات قلوب ملوکہم علیہم (المی) و لکن

اشلوا أنفسكم بالذکر والنصرع: "انکسک" (بخش خود را در ۲۴۱)۔

۲- من رآی منکم منکراً (العضد: ۳۶/۲۵)۔

۵- مولانا ابوالخاسم محمد اعظمی کے نزدیک اسلامی قانون عدلیہ اور قانون جہاد اور قتالی کو مکمل طور پر اپنایا جائے۔

۶- مولانا حفیظ الرحمن صاحب عمری سے نزدیک اسلامی ایک اہم ہیئت ہے جس کے مناسب وقت کا انتظار کیا جائے جیسے معرکہ ہر رنگ مسلمانوں کو ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دیکر دی گئی۔

۷- مولانا افتخار عالم قاسمی صاحب کے نزدیک اسلام اس سے لئے دو طرفہ کی ہدایات دیتا ہے:

الف- ہمہ اطاعت ہے قرآن سے یہ ذکر ان سب چیزوں کو فہم کیا جائے: "ولولنا دفع اللہ الناس" (سورہ حج: ۳۰) "یجب علی کل من اطاق المدفع ان یقاتل مع المسلمین" (نہج: ۳۱/۱ ص ۱۰۷)۔

ب- طاعت نہ ہو تو صبر اور نہ کرنا چاہئے، مسلم کی حدیث ہے: "سمع وطیع وان ضرب ظہرک واخلد مالک" (امداد: ۱۱/۵)۔

۸- مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی سے نزدیک اس کا مثبت طریقہ بھی ہے اور منہی بھی۔ مثبت طریقہ نہ کی رائے میں رائے اولیٰ کے مطابق ہے، ورنہ کل بھی تقریباً وہی ہیں، اور منہی طریقہ میں موصوف نے حدود و تقریرات کا ذکر کر کے متعلقہ آیات ذکر کی ہیں۔

۹- "ذاکر مہدقہ دست اللہ باقوی صاحب آیت کریم" "وما یضیع اکثرہم الا ظناً" روشنی میں تحریر فرماتے ہیں: "انکل پر چلنے سے کام نہیں چلتا، اللہ ان کی رہشت گردی کے اسباب کی گردہ کھول دیتا ہے۔"

۱۰۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کے نزدیک مسلمان اپنی معاشی اور سیاسی حالت سے مطمئن نہیں رہنی تعلیم سے سرتوڑ ساتھ علمی رسوم کی طرف توجہ کریں۔ اہل ملازمتوں سے حصول کے لئے منصوبہ بند و شیخ کریں۔ اس دینیہ اپنا کردار نبھائیں۔

۱۱۔ سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوٹی (پاکستان کے نزدیک اسلام و بہشت فردی کے اسباب مثلاً غربت و غیرہ کو دور کرنے پر زور دیتا ہے، اور بہشت فردی شروع ہو جائے تو ہمارے حقوق و رائج سے اسے کھانڈنے کے بعد ان بنیادی اسباب کی طرف توجہ دینے کی ہدایت دیتا ہے۔ ان کی دلیل ”الفقه علی المذاهب الاربعہ“ کی ایک عبارت سے ہے۔

۱۲۔ مولانا عظیم عالم دہلوی صاحب نے رائے اول سے مشابہ رائے ظاہر کر کے تقریباً یہی دلیل دی ہے ہیں، اسناد ہی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

۱۔ دنیا کی بے غنتی ظاہر کی جائے: ”وما العیوۃ الدنیا الا معاف العرور“۔

۲۔ ایک کے ہلکے دوسرے کو شکرا جائے: ”ولا توردوا زودہ“۔

۳۔ احتیاج کار و دست خط رکھا جائے، یہ مرابا معروف اور نئی من المستقر ہے۔

۱۳۔ مولانا مصطفیٰ قاسمی نے اس کی دو تفسیر کی ہیں:

الف۔ پہلی شق میں مصروف نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تحفہ دینے والوں کی جہان بخش دشمنی،

نسب اور مال سے لئے قتال کی اجازت ہے، (دلیل:

۱۔ ”انما حزماء الدین یحاربون اللہ ورسولہ“۔

۲۔ ”حاء، رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل یلینینی

فیرید مائی (میر جہاں) فیہ) قال: فانزل دون مالک حتی نکون من شہداء الآخرۃ
أو نضع مالک“ (انجمن ۵۔ ۶۔ ۷)۔

ب۔ دوسری شق میں مصروف نے قومیت کے خلاف جنات و شر کے ناپائیدار اور

مت اور مرث: "لائسبو الملوك" (۱۳۹۴: ۲۰۹) سے اقتدا کیا۔

۱۵۔ شیخ محمد علی تسمیری (ایران) نے ان اسباب نے آج کے نئے حکام اور مجاہدین کے لئے ہر ضرورت کا انتظام کر دیا ہے:

مبہوت تھے ہیں! خصوصاً اگر کسی نے عے نہ ہو رہے ہوں:

نہی۔ قومِ حقہ دے رکن میں کہہ گوسمادوں در چو دیا جائے، تمہاری طلب کی اکثر
جملہ وہ ہشت لڑکی کی ہیں۔

۱۔ فہم طینہ اس پر بیڑے قلم چاٹتا تو میری باب۔

حق ایک ماضی صوبہ دیا گیا ہے اور خود بخود ہم اس بات کا جائزہ لے سکتے
ہوئے ہیں کہ اس کی بنیاد کون سی ہے۔

۱۔ پہلے فقرہ اور محکمہ صحت کی کتب خانہ کا مطالعہ کیا جائے۔

خود سے نئے مضمون نے بارہ تاوازیہ پیش کی ہیں جن میں اہم ترین پرانے ورگے مضامین ہیں، اہمیت کی وحدت، تعلیم، انہی تاوازیہوں سے جس موراجی طرح کی چند چیزوں سے زیادہ دلچسپی ہے۔

۱۵۔ ڈاکٹر دبیپ زینل نے نزدیک وقت کے فاصلے پر تمام وقت پر مبنی ہے۔ لیکن نہ ہندو
عصر نہ ہندو پر مبنی ہے۔ اور نہ ہندو پر مبنی ہے۔

۱۶۔ جہاں یہ چشتیہ خورشید صاحب کے نزدیک رہا، شہسوار کی کہ عاقبت یاسین، انسانی سے مرید بنا کر، رستہ فرما کر۔

۱۔ اے اہل حق! محبوبِ حق! یہی صاحبِ کبریا کی ایک نعمت ہے۔ اے اہل حق! یہی نعمت ہے۔

خود سے کام لے کر کٹر نفرت نے یہ نصیر لیا ہے رشتہ رشتہ کے پتھر پھینکی

امیوب ہوتے ہیں، پھر بعض نے اس کے تدارک کی ذمہ داری حکومتوں پر ڈالی ہے، بعض نے
عوام پر اور بعض نے دلوں پر، اور انہوں نے اس کے تدارک کے متعلق سرسری گفتگو کرتے ہوئے
ڈاکر کیا ہے۔

ان بدایات کے جو نژد سے معلوم ہوتا ہے کہ بدشت نحر کی عاجز سے نہ تو بھی ممکن
ہوگا جب جڑ سے ان بدایات پر عمل لایا جائے۔

سوال (۶) سے متعلق آراء:

سوال (۶) یہ ہے کہ اگر کسی سرود یا فرد کی جان و مال یا عزت و شہرہ پر حملہ کیا جائے تو
اس کے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ حتیٰ التحدید و اذاعت واجب ہے، مہرچ ہے یہ مستحب الخیر
بداعت کے بعد دیا جائے؟

اس میں پہلی شق (دفاع کی شرعی حیثیت) کے بارے میں مقام نگاروں کی آراء:

جس:

پیشو رائے:

یہ ہے کہ دفاع نزع، حفظ یا بقرطائت و اذاعت واجب ہے۔ یہ راء مندرجہ ذیل
حضرات کی ہے: مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا محمد رفیع قاسمی، مولانا ابو نعیم احمد علی، مولانا
ابو نعیم مفتاحی، مولانا حبیب اللہ احمدی، مولانا اسعد قاسم، مولانا علی احمد قاسمی، مولانا
ابان الدین، مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا امجد اللہ (پاکستان)، مولانا حفیظ الرحمن عسکری،
مولانا افتخار اللہ قاسمی، مولانا محمد رشاد قاسمی، مفتی محسن احمد نوری، مفتی محبوب علی دینی، مولانا
مہاراجہ حسین ندوی، مفتی محمد اسلم قاسمی، مولانا یازد عبدالحمید ندوی، مولانا محمد ابراہیم ندوی،
ڈاکٹر سید قدرت علی، مولانا محمد شمس الدین، مولانا سلطان احمد اسحاقی، مولانا سید محمد (ڈاکٹر)

حسین شاہ سیالوی، ڈاکٹر اہبہ زمیلی، سید خورشید حسن رضوی، مفتی انور علی مظہری، مولانا مصطفیٰ جتوئی اور مفتی فیضی الرحمن بلال مثلی۔

ان حضرات نے عام طور سے یہ دلائل ایسے دیے:

۱- حدیث: "مَنْ قَتَلَ ذَنْبًا مَلَاحًا فَهُوَ شَهِيدٌ" (ترمذی)۔

۲- حدیث: "أَوَابَتْ إِبْنُ جَاءٍ رَحِلٌ بِرَيْدٍ أَحْمَدِي" (ترمذی)۔

اور مولانا افتخار عالم قاضی صاحب نے بطور استدلال اس آیت کریمہ کا بھی آزمائش ہے: "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْتُلُوا كُفْرًا" (سورۃ بقرہ)۔ مولانا قمر الحسن ندوی کا استدلال بھی اسی آیت سے ہے۔

ڈاکٹر اہبہ زمیلی اور مفتی حبیب اللہ قاضی کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے: "وَلَا تَقْلُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْهَلَاكَةِ"۔ ثانی، لہٰذا کفر نے مزید آیت: "وَلَا تَقْلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا" اور حدیث: "لَا يَنْبَغِي لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَدُسَّ نَفْسَهُ" کو بطور استدلال نقل کیا ہے۔

تیسری راہ:

یہ ہے کہ دفن کرنا سہاج ہے یہ رائے مفتی محمد ارحیم قاضی، مولانا رشید مدنی، قاضی محمد پروان میمنگل اور جناب سید شکیل احمد نورانی ہے۔

ان میں سے ڈاکٹر کا استدلال دائے اوپر ملے مذکورہ حدیث نہر اس سے ہے۔ قاضی محمد پروان میمنگل صاحب نے حدیث نمبر ۴ کو بھی ذکر کیا ہے۔

تیسری راہ:

یہ ہے کہ قاضی کرنا مستحب ہے۔ یہ رائے مفتی سید مراد نقی سیلوی اور مولانا نور شید احمد مظہری کی ہے۔ ان حضرات نے بھی دونوں احادیث سے استدلال کیا ہے اور مولانا ابراہیم

پانچویں رائے:

مولانا ابوالعاسم عبدالمعظم کی ہے کہ مقتضائے حال کے مطابق دفاع بھی واجب ہوگا۔
اور بھی مباح یا مستحب، ان کا استدلال اسے دل میں ڈنکے مار دیا۔ احادیث کے علاوہ اس بات سے
بھی ہے کہ قرینہ صارفہ مقتضائے حال کا بھی ہوتا ہے۔

چھٹی رائے:

مولانا محمد الدین غازی صاحب کی ہے کہ دفاع کرنے پر مفیدہ علم ہونے کا امکان ہو تو
دفاع مستحب ہوگا اور اگر مفیدہ اکبر کا ایسا مفیدہ ہو تو چاہے ہوگا۔

جہاں تک دوسری حق یعنی حق و انصاف کے حدود کا تعلق ہے تو اکثر مقالہ نگاروں نے
تکلف تعمیرات نیز اجماع اور تفصیل کے فرق کے ساتھ حدود و انصاف کا ذکر کرتے ہوئے دفاع کو
اس بات سے مشروط کیا ہے کہ اس پر حقیقتاً ظلم و زیادتی کی جائے اور دفع ظلم میں الانصاف فلاخف
کا خیال رکھتے ہوئے آسان ترین طریقہ اختیار کیا جائے، اور دفع ظلم میں طاقت کا استعمال بقدر
ضرورت کی جائے۔

یہ اے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے:

ڈاکٹر وہید زینل، مولانا ابوسفیان عثمانی، مفتی اور علی اعظمی، مولانا دوطد اللہ قاسمی،
قاضی محمد ہارون مینگل، مولانا حفیظ الرحمن عمری، مولانا افتخار علی قاسمی، مولانا اشفاق احمد قاسمی،
مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مفتی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا حبیب الرحمن
مفتی ندوی، مولانا محمد حس الدین، سید محمد ذاکر حسین شاد سیالوی، مولانا ابراہیم خاں ندوی اور مولانا
ابراہیم گیلانی۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی، قاضی محمد ہارون مینگل، مولانا حفیظ الرحمن عمری اور مولانا افتخار

۱۔ مگر کسی نے کہہ دیا کہ: "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

"لَا بَحْرَ مَعَكُمْ شَيْءٌ إِلَّا مَا عَلَى الْبَرِّ تَعَدُّوْا" : ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

"فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ" : ۱۰۱۔

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

"وَمَا اعْتَدُوا" : ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

"فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاعْتَدُوا عَلَيْهِ" : ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔ "میں نے اسے دیکھا ہے۔" یہ ہے:

۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

اور مولانا ابوالقاسم و حیدری صاحب اور مولانا نیاز احمد مدنی صاحب فرماتے ہیں: جب کسی بڑے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، دُعا کا غلط استعمال میں غلط و زیادتی نہ ہو، جو کہ حق کے لئے دُعا کیا جائے۔ اور مولانا قمر اکرم صاحب نے فرمایا کہ: جب کامیابی کے امکانات روشن نہ ہوں۔ مفتی فضیل الرحمن عثمانی کی رائے ہے کہ قانون کی تعمیری باقی رکھتے ہوئے نہ انصاف کا حق استعمال کیا جائے۔

جبکہ ڈاکٹر یوسف قاسم صاحب مدد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظلم سے وقوع سے پہلے اس کے تسلسل کو روکنے کے لئے دُعا کی اجازت ہوگی اور جب ظلم کا وقوع ہو جائے تو پھر عدالت کی کا دو وزہ کھٹکتا ہے۔

اور مولانا ابوالقاسم عہد العظیم نے وحدت کے بغیر نہ دو چہ دولت کرنے والی ان آیات اور فقہی قول کا ذکر کیا ہے:

۱- "إِنَّمَا الَّذِينَ نَجَّوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ نَضْرِبَ عَلَيْهِمُ"

۲- "وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى تَخْضَعُوا لَهُمْ"

۳- "وَأَمَّا إِذَا مَا قَالَ: "فَاتْلُوهُمْ حَتَّى تَمْنَعَ نَفْسُكَ وَمَالُكَ"

ص ۱۹۱، ۱۶۴۔



تحریری آراء:

مولانا ہان الدین منجلی

مفتی مہد اللہ اسعدی

مفتی نبیل احمد ندیری

مفتی شیر علی جراتی

سید امیر حسین کیلانی

مفتی فیصل الرحمن بدایونی

مفتی محبوب علی وجہی

سید قہرمت اللہ ہاقوی

مولانا زبیر احمد قاسمی

مولانا ابراہیم گیلانی

ڈاکٹر یوسف قاسم قاسم

مولانا محمد قاسم مظفر پوری

مولانا حفیظ الرحمن عمری

مفتی مہد اللہ جان

قاضی محمد بارون مینڈل

اسلام اور امن عالم

۱۔ امن عالم میں تھیں رہیں

۱۔ ظلم کرنا فسادِ انسانی ہے، اور خود کو روپیہ بویا بھامت پر، ہر حال منوح اور شرعاً حرام ہے۔

۲۔ ظلم کا مصدر آں ہوگا تو وہ دہشت گردی بن جائے گا۔

۳۔ احتجاج یعنی مظلومیت کا اظہار، بعض موقعوں پر بے نزاحتی میں، واجب ہوگا، مثلاً اگر ظلم کا ازالا احتجاج سے ممکن ہو تو واجب ہوگا، ورنہ نہیں، اور مظلوم کا مظلومیت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اگر جائز طریقہ پر ہے تو وہ دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آ سکتا، وہ تو مظلوم کا حق ہے۔ آیت: ”لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْحَجْرَ بِالْمَسْوِءِ مِنَ الْقَوَلِ إِنَّا مِنَ الظَّالِمِينَ“ سے ”اں کا ثبوت ملتا ہے، بشرطیکہ یہ احتجاج، اور مظلومیت کا اظہار شرعی حدود سے اندر ہو۔

۴۔ جبرگزی نہیں، الا یہ کہ ظلم میں تعاون کسی دہر میں کرنے کا غلبہ مان برائے صورت میں تعاون کے جرم سے بقدر سزا کی تنہائش ہوگی اس سے زیادہ کی نہیں۔

۵۔ مصلحتانہ سنجیدہ منہ زکوٰۃ شش سترہ کی جن کا تجربہ سے منید ہونا بہت ہو چکا ہے، ان میں تجربہ کار، غیر مجاہد باقی اور شرعی اصول سے واقف مسلمان راہنماؤں سے مشورہ چنا ضروری ہے۔

۶۔ واجب ہے، از روئے حدیث نبویؐ: ”عن قتل دیوں مالہ دیوں عرقہ دیوں نفسہ فہو شہید“۔



دہشت گردی اسلامی نقطہ نظر سے

مفتی محمد امجد علی دہلوی مدظلہ العالی

- ۱- حق و انصاف کو، اے حق رکھو اور ظالم و مظلوم کے فرق سے آنکھ بند نہ کر کے ذاتی و متعینہ فرائض و مقاصد کے لئے کسی جانے والی ہر کوشش دہشت گردی ہے۔
- ۲- اس قسم کی حرکتیں حرام کرین یا جائز نہیں مگر وہ کرے یا حکومت حسب دہشت گردی کے تحت آتا ہے۔
- ۳- انسانی کے خلاف اجماع حسب موقع و حالات جائز بھی ہے اور جب بھی اور مظلوم کا اپنے حق کے لئے اٹھنا اور ظالموں سے دہشت گردی نہیں ہے۔
- ۴- ظالم طبقہ سے حق رکھنے والے و افراد جو عملاً و فکران ظلم و ستم سے دور اور اس کو ناپسند کرنے والے ہوں، ان کو ظالموں سے ظلم کے بدلہ انتقام کے لئے شکار بنانا کسی طرح درست نہیں ہے، جبکہ انتقامی کارروائی کے غلوں میں امتیاز ممکن ہو۔ اگر امتیاز ممکن نہ ہو تو احتجاج ہے، جنگوں میں شب خون اس کی تکمیل ہے۔
- ۵- دہشت گردی کے ممکن خاتمہ کا ذریعہ اور حل و مارج صرف یہ ہے کہ جس و انصاف کو بدلہ دے کار لیا جائے اور کسی طرح کی طبقاتی تقسیم وغیرہ کے بغیر اور اس سے قطع نظر انسانوں و انسانیت کی بھلائی کو سچا جائے۔

۶۔ اپنی جان و مہر و اور مال کی حفاظت کے لئے دفاع جہاز کی ٹیموں کے علاوہ انتہائی سخت اور بد فلت میں نرود۔ سے و نقصان پہنچایا تو ظلم و جرم نہیں اور نوا کا نقصان پر قہر و شہید کا اجر و ثواب سے کو پہنچا اور میرٹ میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔



امن عالم اور اسلام

امنی نظم و ندرت

بہارِ امن و ندرت و امن و ندرت

۲- دہشت سے معنی ہیں اور خوف و اندازہ۔

دہشت چند خوف و ہراس پیدا کر حکومت تبدیل کرنے والا

دہشت گردی: خوف و ہراس پیدا کرنا یا قیام و ندرت سے ہراس

اس وقت میں "دہشت گرد" کا لفظ نہیں دیتا، دہشت گردی کا معنی ماننے

رہتے ہوئے "دہشت گرد" پر اپنی اپنی معنوی قاتلانہ ہے جو "دہشت گرد" کا لفظ ہے۔ "دہشت گرد" کا

وجہ اس چیز کے ہونا کہ اس نے قیام میں حکومت تبدیل کر دیا۔ "دہشت گردی" سے خوف

اور اس سے بچنا ہے۔

اہم بات: طور کا خیال یہ ہے کہ "دہشت گردی" میں "حکومت تبدیل کرنے کی

کوشش" داخل نہیں، البتہ خوف و ہراس پیدا کرنا اور لوگوں کی سوچ تبدیل کر دینا اور غم و اندازہ ہے۔

پچھلی ایسی مسئلہ کی طرف لوگوں کی توجہ دینا کہ اس کے لئے ایک ایک اقدام کرنا ہے۔

پچھلی کی طرف توجہ دینا۔ "دہشت گردی" ہے۔

اب یہ ایک خواہش ہے کہ ہر ایک کو "دہشت گرد" کی طرف توجہ دینا ہے۔

منہ کی طرف توجہ دینا ہے۔

اسلام میں امن و سلامتی

مفتی محمد رفیع
صدر اسلام آباد اور پٹنہ

۱۔ تعریف دہشت گردی دوحہ سے بڑھا ہوا ظلم ہے جس کا ارتکاب افراد، جماعتیں یا حکومتیں کسی نبی کے دین، جان، مال اور عزت پر مالحق کریں۔

یہ تعریف خوفزدہ کرنے اور تکلیف پہنچانے کی ان تمام صورتوں کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ ”اور زمین میں فساد نہ پکڑو، بے شک اللہ تعالیٰ فساد پسند ہے۔“
واہوں کو پسند نہیں فرماتا مسلمانوں کو ہتھیار نہ رکھنا۔

۲۔ حکومتوں کے غیر مصفاۃ اور خالانہ رویہ پر دہشت گردی کا اطلاق نہیں ہوگا، یہ دہشت گردی کوئی ای اور نا انصافی کہلانے کا۔ لیکن یہی نا انصافی بسا اوقات ریاست بلکہ ملک میں تشدد اور دہشت گردی پھیلنے کا سبب بن جاتی ہے اور مظلومین کی طرف سے انتقام کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جیسے عراق و افغانستان اور فلسطین کی مثالیں دے رہے ہیں۔

۳۔ اگر کسی جماعت یا قوم کے ساتھ حکومت کی طرف سے واقع نا انصافی اور ظلم ہو تو اس قوم کا قانونی و اثر و سر رہتے ہوئے شور شرابہ کرنے کا طریقہ پر امن طریقہ پر حتی الامکان احتجاج کرنا ہی چاہئے بشرطیکہ اس احتجاج کا نتیجہ خلاف توقع نکلے گا اندیشہ نہ ہو۔ لیکن اگر اس بات کا غالب خیال ہو کہ اس بات سے بدتر ہو جائے گی تو اسے صبر ہی کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان“ (مسلم شریف، ۱/۱۰۱)۔

۴- مظلوموں کا ظالم کردہ سے ان کے ظلم کے بقدر بدرجہا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”فمن اعتدى عليكم فاعتنوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين“ (سورہ فرقہ، ۱۹۳) اور مظلوموں کا ظالم کردہ کے بے قصہ افراد سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ولا يجرمكم شئان قوم ان تصلوكم عن المسجد الحرام ان تعتصموا“ (سورہ فائدہ، ۲۰) اور ”المظنوم لا يظلم غيره“ (حدیث، ۲/۱۰۳)۔

۵- بہشت گردی کے قرار کے لئے اسلامی ہدایات و تعلیمات یہ ہیں کہ عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ تمام انسانی حقوق کا احترام کیا جائے اور حکومتیں تمام شہریوں کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیں لیکن چونکہ مسلمانوں کے پاس حکومت نہیں ہے اس لئے حکومتوں کو قانون کے موافق عدل و انصاف قائم کرنے کی اور حقوق کی برقراری کرنے کی تلقین اور اس کا مذاقہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وجادلہم بالہی احسن“ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان“ (مسلم شریف، ۱/۱۰۱)۔

۶- حتیٰ المقدور جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت واجب ہے، البتہ مال کی حفاظت کے لئے اپنی جان خطرہ میں نہ ڈالے، اس لئے کہ مال کے مقابلہ میں جان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔ ”إذا ابتليت ببلين فاحترأهونهما“۔

حدودہ اذیت: مظلوم کو جو اپنی کارروائی میں زیادتی سے پرہیز کرنا چاہئے اور

حتی الامکان توازن اور دونوں کو اپنا چاہئے۔ جہاں تک تخفیف سے مراد نعت جو مکے تشدد نہ کرے۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ"۔ یہ سب باتیں رہنمائی سے
 متعلق ہیں حکومتوں سے نہیں۔



دہشت گردی سے ممانعت کا حکم

ہدایہ مسیحی ہزاری
جمیہ علم و کام و نفع

اسلام نے دہشت گردی قلعی طور پر حرام قرار دی ہے، دہشت گردی کا مطلب ہے کسی کی جان لینا، مال لینا اور قتل و فساد برپا کرنا، جس کی قرآن پاک کی تعلیم میں ممانعت متعدد مقامات پر موجود ہے۔ دہشت گردی کے خلاف ”والفقتہ أحد من الفضل“ اس آیت سے بھی استمداد حاصل ہو سکتا ہے (پارہ ۲، ص ۱۰)۔

سورہ مائدہ، آیت ۳۲ میں ”لَنْ يَكُونَ مِنَ الْفَاعِلِينَ“ سے شروع ہو کر ”أَحْبَابُ الدِّينِ“ جمیعاً تک۔ دہشت گردی اور قتل و قتل و فساد فی الارض کو منع قرار دیتے ہوئے صریحاً حرام قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس کی تفسیر میں ۱۱۰ سے لے کر ۱۱۳ کے آخر تک یوں ارشاد فرمایا جس کو دیکھا جاسکتا ہے:

اس پورے دعوے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اسلام مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم کے قتل کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اور اسلام حقوق کے حوالے سے تنبیہ کرتا ہے کہ ہر حق دار کو حق دینا یہ بد شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، ہمیشہ فراد اور لڑکیاں حقوق کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ اگر حقوق اور کردیے جائیں تو پھر معاشرے میں امن و امان اور بہ امن زندگی گزارنے کے لیے جتنی عظمت کے ساتھ اس واقعے حاصل ہوئے ہیں کہ

بھٹے اور فداؤنی بخشنی ہو جاتی ہے، لوگ باہم محبت اور پیار سے زمین بسر کرنے لگتے ہیں۔ اور اسلام اسی کا راہی اور ضامن ہے۔ اس لئے رہشت گردی اور اسلام کا آئین نہیں میں کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اول روئے زمین پر بڑا گناہ یہی ہوا کہ تیل نے پاتل کو تیل کیا اس نے بعد رم بڑائی۔ اس سبب سے قورات میں اس طرح فرمایا کہ "ایک کو دہا جیسے سب کو دہا" یعنی ایک کا حق خون کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر ولیہ ہوتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو تیل کر کے بدامنی کی جڑ کاٹ کر دے گا ہے تو یاد وہ سب انسانوں کے قتل اور ساری بدامنی کا درد اذہ کھول دیا ہے۔ اور جو کسی ایک کو زندہ کرتا ہے یعنی کسی ظالم کا قتل کئے ہاتھ سے ہچکے کو یا وہ اپنے جس سے مارے انسانوں کو بچاتے اور ان کو ان کی رحمت دے رہا ہے (تشریح اور تفسیر ص ۱۱۲)؛ عجیب



اسلام میں دہشت گردی اور جہاد کا فرق

مفت نعیم الرحمن بلال رحمانی

ایلر کوالہ، پنجاب

ابھی کچھ عرصے سے مسلمانوں کی مجاہدانہ آواز کو دبانے کے لئے ایک نیا نام دہشت گردی کا دیا گیا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ اسلامی جہاد کے خلاف اس کو بدنام کرنے کے لئے پہلے بھی آوازیں اٹھتی رہی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی جہاد کا اپنا ایک مستقل تصور ہے جو انتہائی منصفانہ اور عادلانہ ہے، اسلامی جہاد کا تصور یہ ہے کہ انسان اپنے فکر و عمل میں آزاد ہے اور یہ آزاد کی اختیار جو انسان کو ملتا ہے وہ اللہ کا عطا کیا ہوا ہے، کسی قوم کو یہ کسی فرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو اپنا غلام بنائے، ان پر جبر و ظلم کرے اور ان کی آزادی کو چیمپے کی کوشش کرے، اسلامی جہاد ظلم اور منکرات کو ختم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کا نام ہے، اس لئے اس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور رہے گی۔

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت یہ ہوئی کہ کسی پر ظلم کرے، اس کے حقوق کو چیمپے کی کوشش کرنا اور ان کو دبانے کے لئے مختلف ذریعہ اختیار کرنا، ایسا، حول پیرا کرنا کہ لوگ سچ کہتے ہوئے آہٹ لگیں اور ان کے جان و مال، آہد اور ان کی آزادی خطے میں ہوں، دہشت گردی محرومی کے نواب میں قوت کا استعمال ہے جس کا مقصد مقابلہ و

خائف کرتا ہے، اسلام نے انسان کے حقوق کو بڑی تفصیل سے قرآن و حدیث میں بیان کیا ہے اور آج کی اقوام نے بھی انسانی حقوق کے چارٹر و مخطوری دی ہے، ان حقوق کو مختلف طریقوں سے بے کرنے کی کوشش کرتا، دہشت گردی ہے اور ان حقوق کی حفاظت کرتا اسلام ہی جو ہے۔

۲۔ بے شک دہشت گردی سرکاری سطح پر بھی ہوتی ہے اور اس کے بہت سے نمونے ہمارے ملک میں بھی سامنے آچکے ہیں، ہمارے نمونہ عبرت کا ہے جس کو سرکاری دہشت گردی کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، اسرائیل کی فلسطین پر ریاستی دہشت گردی، شیشان پر روس کا فونی کٹہرول اور مینڈاگ پر فلپائن کی فونی شمی ریاستی دہشت گردی ہے۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مظلوم کی بھی مدد کرو اور ظالم کی بھی" اس پر سچا نمونہ فرمایا کہ یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد کرو تو نصیب ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ظالم کو ظلم سے روکنا یہ اس کی مدد کرتا ہے۔"

اور یہ حدیث تو بہت ہی مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مکر کو، کج فتنہ اور ازست کرو، اُمر طاعت ہے تو ہاتھ سے بٹے کی کوشش کرو، ہاتھ میں طاقت نہیں تو زبان سے برائی کو برا کہو، اور زبانوں پر جمی تانے لٹک چکے ہیں تو کمرے کمرے میں بدائی کو برا کہجو، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے ایمان کے نوحے میں یہ بات شامل ہے کہ ہم ظلم پر براہِ احتجاج بن جائیں اور سب استطاعت اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں، قرآن مجید کی آیت "تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" کی تفسیر و تشریح ان تمام چیزوں کو کہتے ہوئے ہے۔

۴۔ ظالم سے کہہ کر ان خطرات سے بچنا یہاں اس لایاقتی اور غلطی کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ہمارے ایمان کا نام بھی ناقص ان سے بدائی کا کرنے یا جو کچھ تھا یہاں انصاف ہے۔

سارے سکھوں کو اس کا زہر دار سمجھا جائے اور ان کے خلاف انتقامی کارروائی کی جائے۔

۵۔ دراصل اسلام نے ایک منعطفانہ سیاسی نظام شورائی عداوت دیا ہے تاکہ ہر طبقے کے ساتھ انصاف ہو سکے اور ہر ایک کو اس کا حق ملتا رہے، لوگوں کی گردنیں جبر سے آزاد ہوں اور ان کی زبانیں حق کہنے کے لئے تیار ہوں، اگر دین کے سامنے شہرائی خلافت کا سیاسی نظام اچھے پورے عدو مخالف کے ساتھ رکھا جائے اور آج کی دنیا اس کو قبول کر لے تو وہ سارے محرکات جو دہشت گردی کا سبب بننے میں ختم ہو جائیں گے۔

۶۔ جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت انسان کی فطرت ہے، اگر قدرت ہو تو واجب ہے اور اگر طاقت و قوت نہ ہو تو مباح ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے قانون کی سمرانی کو باقی رکھتے ہوئے اپنی ممانعت کا حق استعمال کیا جائے، یعنی ہر فرد اور گروہ کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ از خود سزا دے بلکہ سزا دینا اور جرم کی حیثیت کا تعین کرنا قانونی اداروں کا کام ہے، اگر ہر شخص کو یا ہر جماعت کو یہ کھلی ہوئی چھوٹ دے دی جائے کہ مجرم کو سزا دیں تو قانون کی سمرانی ختم ہو جائے گی اور انارکھی پھیل جائے گی، حاصل یہ ہے کہ اپنا بچاؤ تو ضرور کیا جائے مگر بچاؤ کے نام پر قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا جائے۔



دہشت گردی اور ظلم میں یکسانیت

مفتی محبوب علی وہیسی (رہبر)

۱- ایک منظم اور عدل و انصاف پر مبنی حکومت جو اس ملک کے رہنے والوں کی جان و مال کی حفاظت کرتی ہے اس کے مقابلہ پر جنگ و جدل، لوٹ، مارکھنسی تلخ پر دہشت گردی ہے، ایسے ہی حکومت کی جانب سے رعایا کی حق تلفی، غلبہ و ستم قتل و غارتگری دہشت گردی ہے، بلا جواز شرعی اپنے ذاتی اغراض کے لئے لوٹ مار، قتل، لوٹ مار بھی دہشت گردی ہے، اگر کسی ملک کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو دونوں ملکوں کو آپس میں بیٹھ کر اس کو حل کرنا چاہئے، اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی ثالث کے ذریعہ معاملہ طے کرنا چاہئے، ایک دوسرے کے خلاف شخص طاقت کی بنا پر جنگ و جدل اور اللہ کے بندوں کا قتل خصوصاً عورتوں اور بچوں کا اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے خلفاء کی دیگر کموں سے اکثر جتنیں اللہ الی نہیں ہیں ہمہ دانی ہیں، اور قاض کا ہر دہشت گردی نہیں ہے۔ اگر کسی حکومت نے چلک سے یا کسی ملک سے کوئی معاہدہ کیا اور حکومت اپنی طاقت و قوت کے لئے ہوتے پر اس معاہدے کے مطابق اس کا حق نہ دے تو اس کے لینے کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا دہشت گردی نہیں ہے۔

۲- حکومت کے فرائض ضمنی میں یہ ہے کہ اس ملک کے جو باشندے ہیں ان سب کے ساتھ نواہن، ساری، معاشری، مذہبی، لسانی، اختلاف ہو ایک ہر سوک کرے، جو سکوتمیں اپنی نایاب جان و مال کی حفاظت میں دانستہ لڑائی کرتی ہیں یا کوجامی کرتی ہیں یہ باسی اور معاشی اغیرہ

میں عمل یا قانون انصافی کرتی ہیں اور وہاں کی انتظامیہ کھلم کھلا قاتلوں اور ظالموں کا ساتھ دیتی ہے اور حکومت تماشائی نہیں بلکہ درپردہ ان کی حمایت کرتی ہے تو ایسی حکومت بھی دہشت گرد ہے اور پبلک کی دہشت گردی کے مقابلہ میں جی دہشت گرد ہے۔

۳- اس سلسلہ میں وہ حدیث پاک جس میں ہے: "من رآی منکم متکراً فلیہ عہد بیدہ ای بظاہرہ فو بلسانہ فو بقلیہ وذلک اضعف الایمان" (مسلم ترمذی، ۲۱۸، ۱۱۰) سے معصوم ہوا کہ اگر طاقت کی پوری طاقت ہو تو اس پر آئی کو طاقت سے منائے، اور اگر وہ قوت حاصل نہیں ہے تو پھر احتجاج توں، فعلی تقریری، تحریری کرے، اور یہ بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل سے برا سمجھے، نیز کسی مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہرگز دہشت گردی نہیں ہے، ویسے کہ ایک حدیث پاک میں ہے: "من قتل دون نلہ لہو شہید ومن قتل دون ماله لہو شہید" (ترمذی، ۲۱۸، ۱۱۰)۔

۴- بدلہ نہیں لوگوں سے لیا جائے جو کسی نہ کسی نوعِ ظلم میں شریک ہوں، اور جو بے قصور ہوں اور اس ظلم میں شامل نہ ہوں بلکہ ظلم کو روکتے ہیں تو ان پر ظلم کرنا اور ان سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ اپنی سماجی یا سیاسی طاقت سے روک سکتے ہوں اور نہ روکیں تو وہ بھی اس ظلم میں شامل ہیں۔

۵- اولاً تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اسلام کسی سطح پر چاہے سیاسی، انصافی ہو یا سماجی، جس طرح مسلمان کے لئے جائز نہیں رکھتا ایسے ہی غیر مسلم کے لئے جائز نہیں رکھتا، اسی انصافی میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی گروہ اپنی طاقت اور قوت کے ذریعہ حکومت یا معاشریات و دیگر مسائل پر تسلط و تہلب حاصل کرے تو اسلام اس کی بھی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

۶- اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کا دفاع شرعاً

واجب ہے پہلے تو دُعا دیکر رافع سے ”یا جئے یحییٰ اُمّ القریٰ“ اور قل کی حد تک بات پہنچے تو اس سے بھی بُرا نہ کیا جائے۔ حضرت سہدہ بنت جحشؓ نے کہا کہ میں نے اپنے شوهر کو قتل کیا ہے اور میں نے اپنے شوهر کو قتل کیا ہے۔ یہ تو جہنم کی تیاری کے لئے ہے۔ اور آپؐ کو یہ خیال تھا شاید قتل و قتل کی نوبت آجائے تو جنگ کی تیاری کے لئے تھا۔ آپؐ یہ کہنے والے ایک شخص نے کہا کہ وہ مسلمان ہے۔ آپؐ کیسے جنگ کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے علیہ السلامؑ سے فرمایا ہے: ”اگر اپنی جان و مال اور عزت و قیادت کے لئے جنگ نہ جائے تو درست ہے، اور اس میں مارے جانے والے عثمان کا ثواب ملے گا اور یہ حدیث ”عن ربی عنکم مکرراً“ صحیحہ ہے۔“ لیکن اس کی دلیل ہے کہ چونکہ کسی کی جان و مال و عزت و قیادت پر حملہ کرنا حرام ہے اور یہاں اس نے دفاع کے لئے امر کا حین استعمال کیا تھا۔ اور کوئی دلیل وجہ سے بھیجے والی نہ ہو تو امر و نہی کے لئے آتا ہے پس رسول اللہؐ میں مذکور ہے۔



اسلامی نقطہ نظر اور دہشت گردی

(المؤید للحدود والحقائق) (میسور)

۱- طهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس (سورہ سورہ ۲۵) لوگوں کے دین فطرت پر قائم نہ رہے کی وجہ سے ظلم و تشدد کا بازار بکھڑا ہو گیا ہے، زمین میں قتل و غارتگری اور مسندوں میں لوث مارا اور لڑائیوں کا طوفان شروع ہو گیا ہے، بد و بدحوث مارا، حرام کاری، شراب نوشی اور عزت و ریختی میں خام ہوئی جو نتیجہ ہے رادواست سے الگ ہونے کا، اور یہی اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی ہے۔

ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا وينهك الله على ما في قلبه وهو اليه المصير وادانولي معنى في الارض ليعبد فيها ويهلك العثر والنسل وانله لا يحب الفساد (سورہ بقرہ ۷۵، ۷۶)

(اور بعض لوگ وہ ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو آکر مانا ہے اور وہ سخت ترین سزا کا مستحق ہے آپ سے پیچھے پھرتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے کہ وہ فساد مچائے اور کھیتی و مویشی ہلاک کر دے ہے اور اللہ اس کو پسند نہیں کرتا۔)

اسی قسم کی دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا کہ اجتماعی سکون و امن و صلح کا حصول غائب کر دینا علیٰ غایت فساد اور دہشت گردی ہے، اسی طرح ظلم و زیادتی، گمراہی، دشمنانہ بی حقوق میں

تشدد برتا اور زندہ گائی برادر کے شہر بدر کر دیا بھی دہشت گردی ہے۔

۲- جی ہاں ایسی غیر متعلقہ اور ظالمانہ رویہ اختیار کرنے والی حکومتوں پر دہشت گردی کا اطلاق ہوتا ہے۔

۳- اگر کسی طبقہ پر فائدہ دینی ہو تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار واجب ہے، مظلوم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں ہے۔

۴- بے تصور سے بدلہ لینا جو نہیں ہے۔

۵- ”وَمَا يَتَّبِعُ الْكَثِيرُ مِنْهُمْ إِلَّا طَغْيًا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي عَنْ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ حَسِيرٌ بِمَا يَفْعَلُونَ“ (سورہ یونس: ۲۴) اس آیت کی روشنی میں اکثر مجلس منگل پر چلے والے پیر ٹرانسکریپشن کے سوا کسی اور پر کام نہیں کر سکتے ہر کام پر قادر ہے ان کی دہشت گردی کے اسباب کی ترہ کھول دیتا ہے اور حق کی وضاحت کر دیتا ہے۔

۶- کسی فرد کی جان و مال یا عزت پر محمد جو دھمکی، القہر اور اس کی مدافعت واجب ہے۔



اسلام امن و آشتی کا مذہب

سوال نمبر ۱۰۰۰
اشرف عظیم شاہ، پشاور

بلاشبہ اسلام امن و آشتی اور صلح و دوستی کا مذہب ہے اور امن کا مفہوم ہی امن نام اور
ایک صانع کلام کی رحمت ہے۔ اسلام کا دہشت گردی سے کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔
دہشت گردی، درحقیقت صرف ان چرمانہ اقدار کو کہ جانتا ہے جو کسی امن پسند کو اپنا
عمل معاہدہ قرار دے اور قوم و بینات اور ملک کے خلاف ہو۔ محض ظلم و عدو و ناحق قتل و فساد پر
کر کے ایک صحیح پسند معاشرہ و انسانیت میں خوف و ہراس کی نفسیات اور بے چینی و بے اطمینانی کی
کیفیت پیدا کر دے اور معاہدہ اقرار اور رد و یا ملک کی جان و مال عزت و آبرو و فخر کی ترقی میں
لے آئے اور جاریہ و قدیم یقین عقل و منطق کے خلاف ہونے کے ساتھ اصول اسلام اور
مذہب شریعت سے متصادم ہے۔

بائیں برسرِ کربلائی غلو غور پر اسلام کا مزید دہشت گردی سے جوڑ ہے تو وہ دراصل مذمت
ضدین کی ایک ناقص اور عبث و لاعلمی و دشمنی کرتا ہے۔ اور یہ مذہبی حرمت مسلمانوں کے
ذہن اور سمجھنے کی چیز نہیں۔ یہ کوئی آئین کی رحمت نہیں اسلام مخالف گروہ کی طرف سے بیہوشی
ایجاد ہوتا ہے۔

مذہب اللہ بخیرہ و تعالیٰ و پاپ کے چھوڑا گیا اور رسول اللہ ﷺ جیسی قبول اور

بے دارغ شخصیت کو کاہن اور سحر کہنے سے باز نہیں رہا تھا تو آج ان ہی کے لئے بیڑے دین اسلام کو اس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور باور کرانے کی ہپاک کوشش پر حیرت و استہباب ہی کیوں؟

ہاں حیرت بلکہ افسوس کے قابل خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل ہو سکتا ہے کہ بر خود غلط قسم کے دشمنان اسلام کے پروچھندوں اور تحضبانہ طعنوں سے ڈر کر احساس کمتری کا شکار ہو کر ہلاکت کی روش اختیار کی جائے۔

بہر حال دہشت گردی کا جو مفہوم ہم نے سمجھا ہے اور جسے میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی باغی و طاغی، چاروت، وحش اور سفاک و عیار ظالم کے خلاف دفاعی اقدام جس طور اور جس انداز سے دہشت گردی ہرگز نہیں کہا جاسکتا بلکہ اپنی عزت و آبرو، اپنی جان و مال، اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے دفاعی کوشش ہی کا نام دیا جاسکتا ہے جو ہر باغیرت، باحیث انسان، گروہ اور ملک کا ایک فطری حق ہے، ایسی تمام کوششوں کی یقیناً حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”يَسْتَلُونَكَ عَنِ الشُّهُرِ الْحَرَامِ فَقَاتِلْ فِيْهِ قِتَالٌ كَبِيْرٌ ۚ وَ صَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَ كُفْرًا ۚ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اخْرَاجْ اَهْلَهُ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ“ (سورہ بقرہ ۱۹۱)۔ حضرت تھانوی کے بیان و تشریح کے مطابق جب حضرات صیہ کر امرضوان اللہ علیہم اجمعین سے بطور خطاء اجتہادی شہر حرام میں قتل و قتل ہو گیا اور کفار نے طعن آمیز اعتراض کیا تو وہ لا تحقیقی جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان مہینوں میں خاص طور پر عداوت قاتل صنوع و جرم ہے کہ خطا۔ اس کے بعد الزامی جواب یہ دیا جاتا ہے کہ کفار و مشرکین کو کسی طرح منہ ہی نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ایک خطاء اجتہادی والے فعل پر اعتراض کرتے، کیونکہ خود کفار کی جو حرکتیں ہیں یعنی دین سے لوگوں کو روکنا، اللہ کے ساتھ اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا، اور مسجد

حرام کے ال رسول اللہ اور مومنوں کو تنگ و پریشان کر کے وہاں سے نکلنے پر مجبور کرنا، یہ تو شیعہ حرام میں قتال سے بڑھ کر جرم ہے، کیونکہ مسلمانوں کے گھرا سے دین حق کا کوئی نقصان نہیں، قصداً قتال ہوتا تو صرف ایک گمراہ ہوتا، لیکن کفار کی ان حرکتوں سے تو دین حق کی ترقی رکی، ہندوؤں کے حق کو یا حق اعداء کا اطلاق ہوا، پھر اعتراض علی فعل المسلمین کا ان کو کیسے حق ہو سکتا ہے۔

دوسری آیت: "وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهُ فَإِنْ قَاتَلُواكُمْ فَاغْلُظْهُمْ" (سورہ بقرہ ۱۹۱) آخری جملہ کا ترجمہ حضرت تھانوی نے کیا ہے: آخر کفار خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم کو اجازت ہے کہ تم بھی ان کو مار دو، دھاوا دو اور حاشیہ نمبر ۵ میں فرماتے ہیں: حملاً علی اجماع الضرورة والاجماع علی عدم توقف جوار قتالہم علی عین القتال منہم۔

بہر حال میرا خیال ہے کہ ان دونوں آیتوں میں مذکورہ بال تشریح و تفصیل کی روشنی میں ہم دونوں پر حق ہے کہ افغانی اور فلسطینی مسلمانوں کے اپنے اپنے حمایت و اعانت کے لئے قیمت کئے جانے والے جرائم کی تصویر اور پرزور تائید کریں۔ افغانستان میں اسلام دشمنوں نے ایک نو غیر اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی کر کے صدر عن بنیامین کا مقابلہ کیا ہے، اور فلسطین میں "إخراج أهله من المسجد الحرام" کی جگہ "إخراج أهله من المسجد الأقصى" جیسی کائنات حرمت کی جارہی ہے۔



امین عالم اور اسلام

مراد آباد، ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

بابائی دوست

۱۔ وہشت گردی کی شق اور مسلمہ تعریف اب تک متعین نہیں کی جاتی ہے۔ تاہم یہ اصطلاح عالمی سطح پر استعمال کی جا رہی ہے، حکومتیں اپنے سیاسی مخالفین کے تشدد اور غم و غصہ کے اظہار کو وہشت گردی قرار دیتی ہیں، اور ان کے سیاسی مخالفین حکومت کی سخت یا فوجی کارروائیوں کو سرکاری وہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔

وہشت گردی مجرمانہ تشدد اور خوف و ہراس اور لوٹ مار کرنے کو کہنا ہوتا ہے، اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی وہشت گردی یہ ہے کہ بہ قصور تو لوں کو ظلم و ستم کا شکار بنایا جائے۔

۲۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات حکومتیں اپنے ملک میں نئے دانت تو دم طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں کرتی، بلکہ بعض طبقات سے ساتھ سیاسی منافقت برتی جاتی ہے اور انہی کو ان کے جان و مال کے تحفظ میں دانستہ نوعاًسی سے کام لیا جاتا ہے یا یہ کارروائی صحیح یا نہ یہی نہیں جانتی ہیں کہ وہ طبقہ جلدی والی نقصان سے دوچار ہو رہا ہو یا ظاہر ہے کہ یہ بھی ایسا قسم کا ظلم اور وہشت گردی ہی ہے، اس کو بھی وہشت گردی ہی کہنا چاہئے گا۔

۳۔ اگر کسی گروہ اور طبقہ کے ساتھ منافقتی رویہ اور کبھی جانے تو اس پر دامن اور احتیاج شریعت کی حدود میں رہا جائے اور عقیدہ ہوں، ظلم کے خلاف اہم کفر اور کفر۔

نہیں، چنانچہ ہر حمل و حرکت کو من و موافق، و مقدر اور توکل سے افراسے تہیہ میں پیدا ہوئی ہے۔

۴۔ مظلوموں کو جانوں کے ان کردہ سے پرہیز کرنا چاہئے، جو ظلم نہیں کرتے ہیں۔
مردمیں، بچے، عورتیں، مس فقیر رہنے والے لوگ وغیرہ۔

۵۔ عیسائی مذہب کی یہ افہامی ہے کہ میں اس کے کچھ فیوضی اسباب و موعظت سے
جس جیسے کسی کردہ کے ساتھ، عاشق یا یا ہی، افسانہ یا یا ہی، مرد و عورت، طاقت و قوت کے افریچ
قصوت اور عاشق و سرکل پرستہ، حمل کرنے کی خواہش، تا آدم ان حالات میں یہ سہیت دے
ہے کہ اس افسانہ کو دور کرنے کی خوشی کر، ان جانے اور امام کا انصاف پسند اور نظام انہوں
کے سامنے اپنا ہے اور مسلمان ان حالات میں اپنے حقوق کو منواتے ہیں۔

۶۔ اگر کسی کو کوئی ہنر، مال، عزت و قدر، پنداریہ بدے، جو حق و مقدر افہامی و درجہ
بود، و بشرط یہ کہ یہ ظلم نہ ہو، و حق نہ ہو۔

✽ ✽ ✽

دہشت گردی - اسلامی موقف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ترجمہ: الحمد للہ رب العالمین

- ۱۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر دہشت گردی کا الزام کا نہ دینی ہوتا نہ فاسق نہ پھنس ہے۔ اس کی پوری طرح اس سے بیٹھ ہے۔
- ۲۔ ہاں غیر مذہب حکومتیں اپنے مخالفین اور غیر عادلانہ وقت رکھنے کی وجہ سے اس قسم کی دہشت گردی کی ذمہ دار ہیں۔
- ۳۔ احتجاج کرنا جائز ہے۔ اور بھی وہی وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ قتل کا، ظلم، مرنے والی چیزیں ہے مگر اس وقت ذہنی قتل کا قصد نہ ہو۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تُرْوَدُوا بِذُنُوبِكُمْ" "اپنا گناہوں کی وجہ سے ہلا لیں مطلقاً درست نہیں ہے۔
- ۵۔ منظم افراد نے نظم و رد کا باب لیا اور ہتھیار لے کر اس کا حق دیا جائے گا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔
- ۶۔ اللہ کو دور کرنے کے لئے اس نے جہنم آئے۔ سے پہلے وہ مستقل پرانی نظم کو دہشت گردی کے لئے لایا، شروع ہے لیکن اگر ظلم و بغض ہو رہا ہو تو اس پر ظلم ہو رہا ہے اس کے لئے اس کے ساتھ کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حق کے حصول کے لئے عداوت کا سہارا لے۔

پر مبنی قوت کے ساتھ آپ نفس سے دماغ مرز نہیں رہتا۔ نہ ناپید و جب ہے۔
 اور اس کے طرف سے دماغ نہ ہر اتفاق و جب ہے۔ اور ہاں فی صرف سے دماغ نہ اسہان
 ہے اعلیٰ انفرادی محسوس دینے پر جانتی رہا کہ تکلیف نتیجہ کی بہ تو اس وقت دماغ نہ اسہان
 ہوگا۔ اور حق اتفاق کی حد یہ ہے کہ تکلیف کو اس نے پیش آئے سے پیچھے اور یا جانے کی مستقل
 چوٹی رہنے کی صورت میں سے دماغ نہ ہوگا۔ اگر نہ بالکل پیش آجائے تو حد اعلیٰ کی صرف
 ریویج نہ ہوگا و اسباب ہوگا۔



دہشت گردی کی حقیقت اسلام کی نظر میں

مولانا محمد رفیع الرحمن
 دہشت گردی کے خلاف

۲۱۔ اسلام دین ان کا مذہبی مسیح دامن ہے، یہاں کسی کی جان و مال، عزت و آبرو پر ہاتھ نہ لگتا۔
 یا اس کو خوفزدہ کرنا یا جبری نہیں ہے۔ دہشت گردی کی حقیقت اور اس کے اجزاء ترکیبی میں میرے
 خیال میں چند چیزیں شامل ہیں:

الف۔ کسی کی جان و مال حق ظلم میں ڈالنا، ڈاکوئی کرنا۔

ب۔ مالوں کو لوٹنا، چھیننا، زبردستی کرنا۔

ج۔ عزت و آبرو پر ہتھ کرنا۔

د۔ کسی کے مذہبی شعائر کو منہدم کرنا۔

ہ۔ یا نہ ہی اعمال پر پابندی لگانا، اس سے روکنا، اور ان چیزوں کے لئے جبر و سائل
 استعمال کرنا۔

و۔ آج کل کی کوسب کرنے کی راہیں نکالنا۔

یہ بھی اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے دہشت گردی میں داخل ہیں، اسی طرح کسی طبقہ
 کی حق تلفی اور اس کا استحصال، یہ اس کی ملکیت سے سر کی بے دخلی، اس کے اہلک پر غاصبانہ
 اختیار، یہ سب دہشت کے مفہیم ہی کے جزئی افراد ہیں۔

لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے: "وَلَنَنْصُرَنَّ جِهَنَّمَ لَهَا خَيْرٌ لِّمَنْصُورِينَ" (۱۰۰: ۱۰۱)۔

۴۔ اگر یہ طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں تجوافر و شریعہ ہوں تو مظلوم بہت
تو ظلم کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی طرف چاہا جائے، ظالم یہ اس سے بہتر سے
انتقام لینے کا حق اسلام میں مظلوم کا نہیں دیا گیا ہے، مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا دینا، مظلوم
افراد پر ظلم و زیادتی تو پورے ملک میں ایک ذمہ داری ہوگی، جراثمی، اس کے لئے کچھ اور پھر اس
طبقہ مقرر کیا گیا ہے، یہ اب اس کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مجرموں کو سزا دے، عام حالات میں
اسلام کا مختلف اصول یہی ہے، اگر ہر مظلوم یا اس کا مرد و عطا سے یا اس کے گروہ سے بدلہ لینا
شرع کر دے تو قانون حکومت بے معنی ہو جائے، اور استعاری کیفیت عام ہو جائے گی، سبھی اصل
مجرم بھوت جائے گا، غیر مجرم مزد میں آ جائے گا، مجرم کی شناخت ہو، اس سے ظلم کی تیسرے درجہ کی عمل کا
تعلق قانونی ذمہ داری اور حکومت سے ہے، جس ظالم سے یا جس کے گروہ سے مظلوم کا یا اس سے
گروہ کا بدلہ لینا ملکی اور شرعی دونوں ہی قانون کے خلاف ہے۔

۵۔ وجہات گردنی سے جو بھی اسباب و عوامل ہوں ان کے لئے مختلف وجہات و کوششوں کی
ضرورت ہے:

الف۔ پہلی کوشش تو یہ ہو کہ قانونی طور پر اس کے دفاع سے لئے جو تجاویز و مراعات
قانون سے دائرے میں رہتے ہوئے دیئے جاسکتے ہیں۔

ب۔ قانون کی پاسداری کے لئے سلاحتی نہیں ہے۔

ج۔ ظلم و ناانصافی کو واضح کرنے کے لئے مثبت دلائل کے ساتھ کلیدی جہد و جراتوں
سے نئے کردار تحت ذمہ داریوں کے ظلم و ناانصافی کی شکایت تحریری طور پر مختلف زبانوں میں
دیئے جاسکتے ہیں۔

۱۰- اخبارات و جرائد اور ذرائع ابلاغ کو اغزو یو دیئے جائیں، اور اقصاف پر مذکور ہوں
کی تائید بھی حاصل کی جائے۔

۶- جان و مالی عزت و آبرو کی حفاظت شرعی اور قانونی حق ہے، یہاں دفاع قرض ہے،
اتر راہ گزر جائے گی تو وہ خمیدہ ہوگا، جی نلیہ اسلام کا فرہان ہے: ”من قتل دون مائلہ فہو
شہید ومن قتل دون عرصہ فہو شہید“ ایسے جان و مال کے دفاع سے کئے غلاموں سے
خلاف قانون کی راہ جی اپتایا جائے۔



دہشت گردی کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

سورۃ مائدہ میں ماری مجتہد

۱۔ اسلام کی لغت میں دہشت گردی ایک انجکی لفظ ہے، اسلام امن و سکون اور شہانی و سلامتی کا سرچشمہ ہے۔ دنیا میں امن و سکون قائم کرنا ہی اس کا مقصد اور مشن ہے، جو لوگ دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں ایسے لوگوں کے سلسلے میں اسلام کہتا ہے: ”انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسمون فی الارض فساداً ان یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع ایدیہم واورجلہم من خلاف أو یطرقوا من الارض“ (سورۃ مائدہ: ۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ دہشت گردی کا تصور تک اسلام میں نہیں ہے۔ ہم اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف اگر کی جائے تو یہ ہو سکتی ہے: ظلم و تشدد اور فتنہ و فساد برپا کرنا، بے گناہ انسانوں کو ہراساں کرنا، پریشان کرنا اور ایسی فضا پیدا کرنا کہ لوگوں کے حقوق بڑپ کر دیے جانے اور ان پر ظلم کئے جانے کے باوجود وہ اپنے حقوق مانگنے سے ڈرنے لگیں یہ دہشت گردی ہے۔

۲۔ اپنے ملک میں بننے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک کرنا حکومت کا فرض ہے۔ بعض طبقات کے ساتھ حکومت کا بیان و معاشی نا انسانی روا رکھنا اور کبھی ہون و مال کے تحفظ میں بھی دانستہ کوتاہی کرنا یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں کرنا کہ وہ طبقہ بانی و مالی نقصان سے دوچار ہو تو حکومت کے اس ظالمانہ اور غیر معائنہ رویے پر بھی دہشت گردی کا

اطلاق ہوگا۔ کیونکہ کسی چیز کی جو نوعی فی جان و دل اور عزت و قدر و امت برتری نہ ہو۔
وہ بہت برتری ہی ہے، اگرچہ اس کے دیکھنے والوں کی جانب سے اس کی عزت نہ ہو۔

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقے کے ساتھ انسانی و انسانی ہستی ہے تو اس پر اتنا حق و برتری نہ ہو
کیا کہ جس قدر وہ ادب ہے وہیہ کہ اس کی برتری ہے اس کے رافعی منکر و مبغوض و بیدہ
و ان لم يستطع فلسفانہ وان لم يستطع فلسفہ و ذلک اصعب اجابہا۔
(یعنی ۱۲۱۹ء) مظلوم کا ظلم کے خلاف کچھ کرنا اس کا فرائض میں ہے۔ کیونکہ اس کے فرائض میں
الانصاف پابندی ہے۔ اس سے پہلے اس کی کافر کی فرائض میں ہے۔ "والسبب انفسہ بعد ظلمہ
فانزلک ما علیہم من سبیل اما السبیل علی الدین یظنہم الناس ویغفون فی
الادنی معیر الحق اولئک علیہم عذاب الیم" (۱۲۱۹ء)۔

۴۔ اگر ایک طبقے کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس جیسے کے کچھ افراد شریک
ہوں تو مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بد۔ لیکن اگر جائز ملک ہے تو یہ قصور
ہوں اور جو خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں۔ اطلاق غلط نظر سے صرف انہیں لوگوں سے برابر کا بدلہ
لیزہ پڑے جنہوں نے ظلم روا رکھا ہے۔ اس سے چھڑنا یہ کہ یہ تو مظلوم عالم کی صف میں
آجائے گا۔ "وفاقموا فی سبیل اللہ الذین یقاتلواکم ولا تعمدوا" (سورۃ بقرہ: ۱۹۰)۔
"فمن اعندی علیکم فاعمدوا علیہ بحمل ما اعتدی علیکم و اتقوا اللہ" (سورۃ
بقرہ: ۱۹۱)۔ یہ قصوروں سے بدلہ لینے کی یہ شکل بالمرتبہ میں تھی جسے "ہمارا" کہا جاتا تھا۔ مگر ایک
آویز قتل یا جائے تو قاتل کے قتل کے بھی فرائض متبادل کے قتل یا کوئی بھی فرد اس کا بدلہ
نے لگتا تھا۔ اور اس میں اگر وہ پیشتر پہنچا دیا جاتا ہے۔ ہوتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے
اس کی سخت ممانعت فرمائی۔

۵۔ جہاں بھی دہشت گردی پیر ہوئی ہے وہاں اس کے کچھ غیروہی اسباب و محرکات ہوتے ہیں ان اسباب کے ساتھ ایک نئے نئے سلسلے بہت سی ہدایات دی گئی ہیں ان میں سے ایک اہم ہدایت یہ ہے کہ مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔ نئے مرکز پر تک سہ ماہیوں و نظریہ ہر پٹہ کی اجازت نہیں دی گئی: ”ان للمدین يقتلون ما نفهم ظلموا“ (سورہ بقرہ: ۱۷۵)۔

۶۔ ”کرشمی گرو دیو پرورد کی برائی و مایا عزت اور بد پر حملہ کی دے تو حتی المقدور اس پر ممانعت واجب ہے (۱۵۰-۱۶۰) ایسا آدگی اپنے مایا و پان اور دین و نہادان کی حفاظت میں مارا جائے تو اس کا ثمر شہیدوں میں ہوگا، جیسے کہ ارشاد ہوئی ہے ”من قتل ذور مامہ فہو شہید و من قتل ذور دمنہ فہو شہید و من قتل ذور دمنہ فہو شہید“ (۱۷۰-۱۸۰)۔

جہاں تک حق و ممانعت کے ساتھ کام لیا جاتا ہے ان میں سے ایک ہدایت تو یہ ہے کہ مظلوم اس بات کا کوشش کرے کہ اس کی طرف سے زیادتی نہ ہو، جیسے کہ ارشاد ہوئی ہے: ”فمن اعتدى علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدى علیکم“ (سورہ بقرہ: ۱۹۴)۔

”یا اوفائوا فی سبیل اللہ انکم ہی یقتلونکم و لا تعذروا“ (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔

”اعز لوکم فلم یقتلکم“ (سورہ بقرہ: ۱۹۶)۔

۱۰۔ امر کی بات یہ ہے کہ اسلام مظلوم کو جارحیت کی اجازت نہیں دیتا، اس کو اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ خود مختار بن کر اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ جیسے چاہے لے۔ انتقام لینے کے لئے یہ حق چارہ ہوتی لڑنی ہوگی۔ درحقیقت اسلام اس پر ہونے والے ظلم کے مطابق بدلہ دینے کی قانون کو اپنے ماتم میں لینے کی اجازت اسلام میں ہے ہی نہیں۔ یہ وہی یہ مسلم ہمارا ملک ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ ان غیر مسلم ملک میں بھی یہی دینی انتہا لایا جائے گا جن میں قانون کی نگرانی ہے۔

دہشت گردی - اسلامی نقطہ نظر

منشی میر علی خان

جامعہ اشرفیہ لاہور

۱- اسلام میں انطا بکرت اللہ اور مظلوم، کمزور و ضعیف مسلمانوں کی، ہائی اور آزادی کے لئے لڑنا جبار ہے۔ نیز مال، جان، عزت کے تحفظ کے لئے لڑنا بھی جبار کے زمرے میں آتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ عَلَى يَدَيْكُمْ“ (سورۃ النساء: ۷۵)۔

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فيه ثلاث مسائل: ”الأولى - قوله تعالى: (وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) حضر على المجاهد، وهو يتضمن تخليص المستضعفين من أیدی الكفرة المشرکین الذین یسومونهم سوء العذاب، و یضربونهم عن الدین، فأوجب تعالى المجاهد لإعلاء كلمته وإظهار دينه واستفاد المؤمن الضعفاء من عاده، وإن كان في ذلك تنفد النفوس، وتخليص الأمانی واجب على جماعة المسلمين إما بالقتال وإما بالأموال، وذلك أوجب لكونها دون النفوس إذ هي أهن منها“ (المجلد ۱۰، ص ۱۰۰، دار الفکر، بيروت، طبع ۱۴۱۳ھ، ۲۰۹۲ء)۔

(اس میں ضمن مسائل ہیں: اول: اللہ تعالیٰ کا قول: "وَمَا لَكُمْ لَا تُهَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" جہاد پر ابھارتا ہے، اور اس میں ان کافر مشرکوں کے قبضے سے کمزوروں کو آزاد کرانا بھی شامل ہے، جو ان کو بدترین عذاب دیتے ہیں، وروین کے عقل سے انہیں غیور و شامش میں ڈالتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فکر کو بلند کرنے، دین کو اہل کرنے اور اپنے کمزور مومن بندوں کو بچانے کے لئے جہاد کو واجب قرار دیا، اگرچہ ایسا کرنے میں جان کا خلیا ہی تیوں نہ ہو اور قیدیوں کو چھڑانا جماعت مسلمین پر واجب ہے خود قتل کر کے جو مال کے ذریعہ ہو اور یہ زیادہ واجب ہے کیونکہ اس میں جان کی بہ نسبت تم درجہ کا نقصان ہے)۔

فرمان ہوئی ہے: "مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ فُقِتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قَاتَلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قَاتَلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" (نسائی ۱۲۸)۔

جبکہ دہشت گردی میں متدرجہ بالا اشیاء ملحوظ خاطر نہیں ہوتیں، بلکہ دہشت گردی میں اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسروں کا حق چھیننا اور اپنی بہوشیوں، عیاشیوں اور تکبر کی وجہ سے دوسرے کے حقوق اور مال اور آدم و راحۃ پر ڈکڑا کر ان کو قصور ہوتا ہے۔

۲۔ حکومتوں کا بعض طبقات کے ساتھ ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویہ: کتنا حکومتی دہشت گردی کے ذمے میں آتا ہے۔

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ظالمانہ رویہ اور کئی جاتی برتو وہ اس پر احتجاج اور بد عملی کا مظہر کر سکتا ہے، اس لئے کہ مظلوم کا ظالم کے خلاف ایسا دہشت گردی نہیں بلکہ یہ فاسق کے قتل آتا ہے۔

لہذا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْكَافِرَ الْمُسَوِّءَ" من تقول: "لَا مِنْ ظَلَمٍ" (سورہ زلزال: ۱۳)۔

اُتران مظلوموں کو ناجائز امور پر مجبور کیا جاتا ہو تو احتجاج اور ردِ فعل کا اختیار نہ ملتا واجب ہے "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" کی وجہ سے دور نہ جاتا ہے۔

۴۔ مظلوم صرف ظالموں سے بدلہ لے سکتا ہے، ظلم کرنے والے کو روکنے والا لوگوں سے شرعاً بداد نہیں لے سکتا جو بے قصور ہیں اور جو نہ خود اور ظلم میں شامل ہوئے ہوں، اور نہ ان کا اس ظلم میں کسی طور پر عمل دخل ہو، لیکن ظالموں نے خود ظلم نہیں کیا، لیکن ظلم میں ان کا تعاون یا مشورہ بھی شامل ہے، چاہے وہ کسی مرتبہ میں کیوں نہ ہو، ان سے بھی بدلہ لے سکتا ہے۔

۵۔ مذکورہ فی السوال صورت میں دہشت گردی کے دونوں اسباب کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے :

پہلی صورت میں ان لوگوں کی معافی یا سیاسی یا مالی انتصافوں کو دور کرنا چاہئے، بشرطیکہ وہ حقیقت میں بھی مانتالی ہو، ان کا اپنا مفروضہ نہ ہو۔

دوسری صورت میں اُتران کی یہ خواہش اسلام سے تقاضوں کے مطابق ہو تو پھر ان کو دہشت گردی کہنا صحیح نہیں بلکہ جہاد ہے، لیکن اُتران کی یہ خواہش اسلام کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو اسلام پہلے اس کو ادا راستہ کی طرف لانے کی دعوت کا حکم کرتا ہے، اور اگر وہ دعوت قبول نہ کرے اور آباد نہ ہو تو پھر اس کے پہلے تدبیر سے ان سے اس پر کُفرام کو ختم کرنا چاہئے، اگر نہ ہو تو جو سکے تو پھر طاقت کے استعمال سے ان کو روکا جائے۔

۶۔ اپنی جان کے جھٹکے کے لئے دفاع کرنا واجب ہے، اور عزت و مال کا دفاع کرنا جائز ہے۔



امن عالم اور اسلام

ڈاکٹر محمد رفیع
رہنما صوفی تعلیماتی کونسل پاکستان

۱۔ - دہشت گردی کی تعریف اسلامی نقطہ نظر سے دوا انسانی نقطہ نظر سے اس نے معنی کیساں ہیں کہ دہشت گرد بال امتیاز ملہ جب در ملک و نسل ملک میں فساد کر کے ہر نفس و ہر فرد کو تر کر کے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ وہاں میں یہ امتیاز نہیں کرتا کہ قصور کس کا ہے اور نہ اس کو مل رہی ہے، وہ ہتھیار لے کر لٹ رہا ہے اور صرف خون کی بولی نہیں چاہتا ہے، اسے نہ کسی کی جان کی پروا ہوتی ہے اور نہ کسی کے دھرم کی، وہ لوگوں کو تر پتے ہوئے دیکھ کر حیرت ہے۔

اس کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں، کبھی معاشی، ذمہ داری انسان کو دہشت گرد بناتی ہے، کبھی طاقت، وہ خود ساختہ حقوق و برتری انسان کو دہشت گرد بناتا ہے، تو کبھی اپنے عقائد، ادین اور افکار و نظریات کو دوسروں پر زور مسلط کرنے کا جنون اس کا باعث بنتا ہے، اسلام نے انسانوں کے باہمی حقوق و فرائض کا ایک نمونہ اور ہر حال سے جامع نظام صرف اسی لئے وضع کیا ہے تاکہ انسان اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر ان حقوق و فرائض کی ذمہ داری میں کسی کو ذمہ داری کا مرتکب نہ کر دیا جائے کہ وہ دہشت گرد ہو۔

۲۔ - اس نوعی رویہ کو دہشت گردی میں شمار کرنا مشکل ہے، البتہ اسے اپنی نوعیت فرائض

میں کوئی کبر بھی جس مگر دہشت گردوں کی اور چیز ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل سوال نمبر ۱ کے جواب میں آگئی۔

۳۔ انسانوں کے خلاف احتجاج کرنا اس جگہ کا حق ہے، وہ اگر چاہے استعمال کرتا ہے تو اسے اپنا کرنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا بلکہ اسے لایا کر سٹو کا حق حاصل ہوتا ہے، اسے ہم جان کر سکتے ہیں، واجب نہیں۔ باقی رہے کہ مظلوم اور ظلم کے خلاف احتجاج اور قوتیہ یہ دہشت گردوں کے ذمے ہے، میں آتا ہے اس کا جواب بھی میں ہے، یہ اس وقت تک دہشت گردی نہیں رہے جب تک مظلوم تعدی و تجاوز نہ کرے۔

۴۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں، قرآن مجید میں فرمان الہی ہے:

”وَأَن عَاقِبَةُ الْمُفَاقِرِ بَعَثَ مَا عَقِبْنَاهُ بِهِ وَلَمَّا صَبَرْنَا لِلْأَعْيُنِ
لِلْمَصَابِرِ“ (بخاری، ۱۲۶۰) ہاں اگر تیار و مشکل ہو تو کچھ نہیں کہا جاسکتا، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا مگر کرے کوئی اور پھرے کوئی اور۔

۵۔ اسلامی جہادیت بہت واضح ہے کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام حقائق کے ساتھ یہاں سٹوک کرے، ہر ایک فرد کے حقوق کی، دینی حکومت کی ذمہ داری ہے، دعوتِ خدا کا طرز حکومت ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، نبیوں نے نہ صرف یہ کہ، ان کی کوشش کر کے دلوں کا حال معلوم کر کے محروم طبقہ کو ان کے حقوق ان کے ہر ذمہ داری پر پہنچا دینے، بلکہ یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ گرفتار کے سٹارے پر کوئی کتاب لکھو کہ اسے جو قیامت کے دن مرے پوچھا جائے گا۔

غلام ہے حکومت جب اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتی، طبقہ فاقی فرق روا کرکھا جاتا ہے تو اس کا رد عمل دہشت گردی کی صورت میں سامنے آتا ہے، اس لئے اس کا حل اسلامی جہادیت

واحکامات پر عمل کرنے میں مضمر ہے، جس سے غیر مسلم بچائے خود مسلم حکومتیں بھی تہدائی ہیں، ان کا انصاف اور دہشت گردیوں کا عمل یہ ہے کہ ان انصافی ختم کی جائے، ہر ایک حقدار کو اس کا حق دیا جائے، طبقاتی تقویٰ اور فرق کو مٹایا جائے، نسلی اور مذہبی فرق کو حقوق کے ماتحت جاننا ہوئے، دیا جائے، تب اسن ولمان ہوگا، لوگ ملن، وہاں سے رہیں گے، اخوت و محبت پیدا ہوگی، قتل و غارت گری بند ہو جائے گی، لوگوں کی عزت نفس بحال ہوگی، مالی دولتیں محفوظ ہوں گے، تمام خدشات ختم ہوں گے، اور نہ ہر انسان اپنے حق کے لئے لڑے گا اور اسے یہ حق حاصل رہے گا، پھر یہ دہشت گردی کے دمر سے میں نہیں آئے گا۔

۶۔ شرعاً حق و انصاف صحابہ ہے، اگر کوئی شخص کسی جان لینا چاہتا ہے تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنا دفاع کرے، اور اگر مبر کرتا ہے اور حضرت بائبل کی سنت پر عمل کرتا ہے یا حضرت عثمان غنی کی سنت کو اپنا کر شہید ہوتا چاہتا ہے تو یہ عزیمت ہے اور وہ رخصت ہے جسے چاہے اختیار کرے، اگر رخصت کو اختیار کر کے دفاع کرتا ہے اور دفاع میں حسد اور کینہ چل جاتی ہے تو رافع گناہگار نہ ہوگا، بشرطیکہ دفاع کوئی اور طریقہ سے اس سے آسین نہ ہو، اسی طرح کسی کی عزت اور آبرو پر حملہ ہو تو اسے دفاع کا حق حاصل رہے گا، حضور ﷺ کا فرمان ہے:

”من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل

دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد“ (ترمذی، ۲۶۰۰)۔

ایک اور حدیث میں ہے: ”عن ابی ہریرۃ قال: جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال: یا رسول اللہ! أُرِیتُ إن جاء رجل یرید أخذ عالی؟ قال: لا تعطہ مالک، قال: أُرِیتُ إن قاتلنی؟ قال: قاتلہ، قال: أُرِیتُ إن قتلنی؟ قال: فانت شهید، قال: أُرِیتُ إن قتلہ؟ قال: فهو فی النار“ (ترمذی، ۲۶۰۰)۔

۱۶/۵/۶۸ھ

”بستِ دعاؔ خودِ فناؔ کی حد تک رکھا جائے، تعہد ہی نہ ہو اور شمارِ باری تعالیٰ ہے:
 ”جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کا جواب دے، دے دو جتنا کہ اس نے تم پر
 زیادتی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ
 ہے“ (سورہ بقرہ ۱۲۲)۔



تفصیلی مقالات:

مولانا ابرار خان ندوی

مفتی سید اسرار الحق سہیلی

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ رحیمی

مولانا مجیب الرحمن مفتی سہیلی

مولانا جابر احمد نقوی

محمد علی تنخیری، امام الان

مولانا مبارک حسین نیپالی

مولانا محمد ارشد (جامعہ الامام انجیہ)

مولانا عبدالرشید جوہوری

سیدہ انیسین شہ سیالوی

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی

مولانا مفتی رحیم الرحمن

مولانا ابو نعیمان مفتی

مولانا محمد ایشاق قاسمی

مفتی انور علی اعظمی

مولانا اشتیاق احمد اعظمی

مولانا غور شید احمد اعظمی

مولانا محمد امجد علی ندوی

اسلام امن کا مذہب

محمدؐ۔ عالمِ خدائی
جامعِ مہدی ہے پھر

ذرائعِ اطلاع، اخبار و رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ پر سب سے زیادہ جو نقطہ
استعمال کیا جا رہا ہے وہ "دہشت گردی" کا لفظ ہے۔ قاتلِ انفس اور تشویش ناک بات یہ ہے کہ
اسلام جو امن و آشتی کا مذہب ہے۔ جس نے مسکمی و نہایت کوچھیں و سکون عطا کیا، جنگی اور ترقی
دہ کو راحت و امن سے سرشار کیا، مظلوم کو اس کا حق، لایہ و ظالم و ظلم سے روکا، یتیموں، یتیموں
اور یتیموں کی دست گیری کی، پریشان حال، حق سے محروم، بیمار اور محتاج افراد کے ساتھ ہمدردی،
محبت، انصاف، امداد، فکرواری و غم کشائی کی تعلیم دی ہے۔ ظلم و جور و دہشت و سفاکی اور نا انصافی کا
خاتمہ کیا ہے۔ امنی مذہب کو "دہشت گردی" سے جوڑا جا رہا ہے۔

جہاں تک دہشت گردی کی تعریف کی بات ہے تو ابھی تک عالمی پیمانے پر اس کی کوئی
جامع اور واضح غیر جانبدار تعریف جس پر ساری علمی دنیا کا اتفاق ہو نہیں سکتی ہے۔ بہر حال چند
تعریفات دی گئی ہیں

دہشت گردی کی صحیح تعریف:

اسرائیل کے سابق وزیرِ اعظم بنیامین بنیامین جس کا قتل وائس باؤ کی انتہا پسند یہودی

تقریباً ۷۰۰ ہے، اس نے دہشت گردی کی تعریف اپنی کتاب "استحصالِ ارباب" میں یہی ہے:

"الزہاب ہر استخدام العنف الزہابی ضد دولة معينة، بواسطة دولة أخرى تستغل الزہابین، لتسحر حرب من الأفراد، كبديل للحرب التقليدية، وأحياناً يأتي الزہاب من حركة أحیة تنتع بناید دولة مستغنة، تسمح و تشجع مع هذه الحركات على أوجهها" (درجات ۱۱، نواس ۱۹۵۰، ص ۲۰۲، ج ۱، ص ۲۲۳، حاشیہ استحصال ۱۱، باب ۵ ص ۵۵)۔

(یہ دہشت گردانہ دہشت گردی کسی مخصوص حکومت کے خلاف استعمال نہ ہوتا ہے، بلکہ کسی دوسری حکومت کے واسطے جو دہشت گردوں کو پہنچا دیتی ہے، افراد کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لئے روائی جنگ کے قبول کے طور پر، یہاں دہشت گردی کسی ایسی ہی تنظیم کے ذریعہ ہوتی ہے جس کی پشت پناہی کوئی مستقل حکومت کرتی ہے جو اپنی سرزمین پر ان تحریکوں کو پورا ان پڑھانے میں چری ہمارے دفاعی سے کام لیتی ہے)۔

مذکورہ بالا تعریف کی روش سے تمام ارباب یا مسلمان کہ جو صوبہ پروردگار کے خلاف نہ سرکاری فلسطینی مجاہدین، اور قیدیوں اور ضرورت مندوں کی کسی بھی طرح مافیہ یا غیر ملکی امداد کرتے ہیں وہ دہشت گردوں کہ ہیں، اور دہشت گردوں مافیہ کے لئے مستحق ہیں اسی طرح فلسطینی تحریکوں کے دہشہ اور ہتھیاروں، بنان جیسے مہذب میں موجود ہیں، وہ تحریک جو مسیحیت کے نام سے، مثلاً، لبنان کی حزب اللہ، اور دہشت گردی جو فلسطینی باغیوں کی مدد کے لئے بیوروکری سے کرنے کے لئے اپنے کو تیار کر رہی ہے وہ دہشت گردی کی اس تعریف میں شامل ہے۔

فیہی حال، یہ دہشت گردوں، فلسطینیوں کے نام سے اور شریعت اسلامیہ کے نام

مجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ کی تعریف:

”ایک عالم اسلامی کے تحت قائم فقہی ادارہ ”مجمع الفقہی“ اسلامی نے اپنے پیروین
جائے عام میں دہشت زدگی کی جامع تعریف کی ہے۔ اور اس تعریف کو رابطہ عالم اسلامی کے
دفتر جنونی افریقہ نے شہر جوہانسبرگ میں چوٹی عالمی کانفرنس منعقدہ ۲۶/۲۷/۲۸/۲۹/۳۰/۳۱
حقوق نسائی کی سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں کے واسطے پیش کیا تو سب نے اس کو سراہا اور نچ
مقدمہ کیا۔ اس کی تعریف یہ ہے:

”الارهاب: هو العدوان الذي يعارضه افراد أو جماعات أو دول، بعين
علي الإنسان، دينه و دمه و عقله و ماله و عرضه، يشمل صروف التعريف
والأذى والتهديد والقتل بغير حق و ما يتصل بصور العوبة والخافة السبيل
وقطع الطريق، وكل فعل من أفعال العنف أو التهديد يقع تلبية لمشروع
إجرامي فردى أو جماعي، ويهدف إلى إلقاء الرعب بين الناس، أو قهرهم
بأبائهم أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر، ومن
صنوفه الخاف الضرر بالنية أو بأحد الخواف والأماكن العامة أو الخاصة، أو
تعريض أحد الموارد الوطنية أو الطبيعية للخطر، فكل هذا من صور انفساد في
الأرض، التي نهى الله سبحانه و تعالى المسلمين عنها: ”ولا تبغ الفساد في
الأرض إن الله لا يحب المفسدين“ (البقرة: ۲۰۵) ”و لا تبغ الفساد في“

”دہشت گردی“ اور دہشت گردی کا ارتکاب افراد، گروہ یا تنظیموں کی
تین اہم مقاصد: ۱۔ قتل، ۲۔ پان دہال، ۳۔ عزت و آبرو اور عقل و فکر پر پڑتی ہے، پھر
جس کا مطلق ایسی تمام سرگرمیوں پر ہوتا ہے، جن کا مقصد دہشت پھیلانا اور مافیہ و گردن

دوسرا کائنات قتلِ ناحق ہے، نیز خوفِ بڑی اور راستوں کو پر خطر بنانا اور ڈاکہ زنی جیسے تمام غیر انسانی افعال اس کی فہرست میں داخل ہیں، اسی طرح تشدد اور خوف دہرائی برپا کرنے کی ہر ایسی کارروائی جو فرد یا گروہ کی کسی بھڑے نہ منصوبہ بند سازش کی تکمیل کرتی ہو اور جس کا مقصد لوگوں کے اندر رعب ڈالنا یا ان کو ایذا پہنچانے کا خوف دلانا یا ان کی ذہنیست و آراوی سے جھپٹا پھاڑ کر ان کے امن و امان اور ماحول کو خطرات سے دوچار کرنا ہو، اور ماحولیت کو زک پہنچانا یا عام یا خاص انتقام کی چیزوں کو یا سرکاری و غیر سرکاری اظاک کو تہہ و بہہ یا دکرنا، یا کئی قدرتی ذرائع پیداوار کے لئے خطرہ پیدا کرنا، ایسی یہ تمام سرگرمیاں زمین میں فساد پھیلانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو منع فرمایا ہے کہ ”تم زمین میں فساد نہ مچاؤ، کہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔“

دہشت گردی کا یہ عمل اور جارحانہ منصوبہ و پلان فرد، جماعت، گروہ، و حکومت سمی کی طرف سے ہو سکتا ہے، اس اعتبار سے اس کی کئی قسمیں بنتی ہیں:

انفرادی دہشت گردی:

ایسا فونی فرد اپنے جارحانہ عزائم اور تہذیبی کارروائی کے ذریعہ دوسرے فرد، جماعت، گروہ یا پولی، راست کے اند، خوف دہرائی کی فضا پیدا کر دے، اس دہشت گردی کی ابتداء قاتل نے اپنے بھائی یا بیٹے کو قتل کر کے کی تھی، یہ انسانی تاریخ کی سب سے پہلی دہشت گردی ہے۔ اور اسلام نے اس دہشت گردی کو پورے تاریخ بلکہ پورے انسانی معاشرہ کے ساتھ دہشت گردی کہا ہے:

”من أحل ذلک کفنا علی ہنی، اسو الہل أنه من قتل نفساً بغير نفس أو فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جميعاً“ (مورۃ ماخذ: ۲۲۱)۔

(اسی سب سے نکلا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی تیرے ایک جان کو بڑا عرصہ جان کے یا بغیر خدا کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کرنا اس نے سب کو دونوں)۔

انفرادی دہشت گردی کے واقعات اخبار و رسالوں، ریڈیو و ٹیلی ویژن میں بکثرت آنے رہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں کا قتل کر دیا، شواہر نے جمیز کم نائے پر چوٹی کو ہمارا مار دیا۔

ریاستی دہشت گردی:

دہشت گردی کی تیسری قسم یہ ہے کہ بعض حکمران مذہبی، لسانی اور نسلی یا سیاسی بنیاد پر اپنے ہی ملک کی رعایا کے ساتھ ظلم و جور، درندگی و سفاکی کا معاملہ کرتے ہیں، ان کے ساتھ نا انصافی اور دہرا معیار اپناتے ہیں، اور انہیں دستوری حقوق سے محروم کیا جاتا ہے، ان کی رات، ضمیر و مذہب اور عقیدہ کی آزادی پر پابندی نہ کی جاتی ہے، اسی طرح طاقتور ریاست کمزور ریاست پر سیاسی تسلط قائم کرنے اور اس آزادی و ریاست کے معنی، قدرتی وسائل و ذخائر سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسے اپنی جارحیت کا نشانہ بناتی ہے، یہ ریاستی دہشت گردی ہے، اسی طرح کی دہشت گردی سے دنیا کے ملکوں کی تاریخ معمور ہو چکی ہے، مثال کے طور پر روس و افغانستان اور چین پر جارحانہ حملہ اور ظلم و بربریت کا شرمناک عمل، عرب افواج کا پوشیمانی مسلمان مردوں و خواتین کا اجتماعی قتل عام اور اجنبی آبروریزی ۱۹۳۸ء سے آج تک فلسطین میں اسرائیل و قبضہ مسجد اقصیٰ کی بے رحمی اور فلسطینیوں کا قتل عام و کوسٹا میں احمد و انجیہا لوانی نژاد مسلمانوں و ملک بدر کیا جانا اور قتل و غارتگری کی دہرہ و دہستان، ہندوستان میں برصغیر کا قبضہ اور ۱۹۴۷ء تک ہندوستانوں پر ظلم و جبر کی خوفناک تاریخ، ۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی کے بعد سے صورت کی سرپرستی میں ہونے والے فسادات اور ظلمت کے اداروں میں مسلمانوں کی برائے نام شمولیت اور ان کے حقوق کی پامالی۔

دبشت گردی اور اسلام:

سلام اکن و آشتی کا مذہب ہے، عمارت انسانوں کو ہمدردی و مہربانی، ایثار و محبت،
 لطف و کرم، قیام و سکینہ کی تعمیر کی، انہی اوصاف کی خبر گیری، غریبوں کی امداد، مریضوں کی عیادت، یتیموں کی
 حبان پر پی، پریشان حالوں کی دوا، برائی و ظلم کی نصرت، بھٹکے ہوئے راہ گیر کی رہبری، حسن خلق
 اور نہ مت خفق، چھوٹوں پر شفقت اور بزرگوں کے احسان کی تعلیم دینا ہے، ظلم و جور، غم و اندوہ،
 تجاربہ غریب و دبشت گردی کا خستہ کج نفع ہے اور دنیا میں نفاذ عبادت کو بھی تباہ کرتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا“ (سورہ اعراف: ۵۵) (اور مت خرابی
 دلو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد)، اسی طرح اللہ تعالیٰ تجاربہ کا، لوں و دبشت گردوں کو
 پسند نہیں کرتا ہے، ارشاد ہوا ہے:
 ”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ (سورہ بقرہ: ۲۷) (اللہ تو بھاتے نہیں خرابی: ۱۰۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”معلوم کی مکرہ اور غلام کو ظلم کرنے سے روک
 دو۔“ (تفسیر احزاب طائفاً من مظلوماً، ج ۱، ص ۱۵۰)۔

دبشت گردی اور تشدد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد
 ہیں، دبشت گرد اپنے نفس سے لوٹوں، سر خود وہ جس چیز کو کرتا ہے، قتل و غارت گری بھی کرتا
 ہے اور انسانی جان کی اس سے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے، انسان سب لوگوں کو صرف خدا کا
 خوف دلاتا ہے، اور اس کے نزدیک انسانی جان کی قیمت یہ ہے کہ وہ ایک شخص سے قتل کو چاہی
 انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔

”من لکن نفساً بغير نفس أو كساد هي الأرض فكأنما قتل الناس جميعاً“ (سورہ نہ، ۳۴) جو کوئی شخص سرے ایک جان کو یا عورت جان کے بغیر قتل کرنے کے ملک میں دو گنا قاتل رہا۔ (اللہ اس نے سب انسانوں کو)۔

لہذا اسلام کے دہشت میں یہ کہنا کہ دوزخ میں لڑائی تھکتا ہے، ظلم و تشدد کی تعلیم دیتا ہے، یا ایک بے بنیاد الزام ہے، اسلام کی تصویر کو کچھ ترسنے کی ناپاک سازش ہے۔

حکومت کا غیر منصفانہ برتاؤ دوزخ میں لڑائی کا سبب:

حکومت کے افساروں اور بھروسے سبقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تحت خستہ والے تمام انسانوں کے، مین برل و انصاف کریں، مافی، حاشی، اور ملی و اقتصادی ان کے جو حقوق ہیں ان کو دینے جائیں، اس میں رجب، نسل، مذہب، زبان، قومیت، لڑائی کی تفریق نہ ہو، یہ اسلام کی تعلیم ہے، اور نیک، غیر فرقہ پرست، میں بھی یہ جو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَأَن تَجْعَلُوا لَهُم مَّسَاجِدَ يُقُومُونَ فِيهَا فَتُؤَدُّ عَلَيْهِمْ أَعْيُنُكُمْ وَأَعْيُنُ الْقَوْمِ“ (سورہ اعراف، ۳۰) اور ان کے لیے مسجد بنائی جائے تاکہ وہ اس میں نماز پڑھیں اور آپ کی آنکھیں اور لوگوں کی آنکھیں اس پر گراں نہ آئیں۔
 بات زیادہ زیادہ یہ ہے، تعالیٰ سے۔

ان کو ملی حکومت اپنے ملک میں بننے والے تمام طبقات کے ساتھ مل جل کر مساوات کا مطلب نہیں لیتی، بلکہ بعض طبقات کے ساتھ ہی یہ حاشی، اضافی، رکھی پاتی ہے، کچھ تو ان کی جان مال کے تحفظ میں لڑائی کے ساتھ جاتا ہے، ایسا کہ کامی سٹی پر اسکی تعمیر میں لگ جاتی ہیں کہ وہ طبقہ ہائی دہائی قصور سے دھار ہو، حکومت کا یہ طمانہ، لہجہ، مصلحتانہ، دینے والی دوزخ میں لڑائی ہے، جیسے حاشی، اقتصادی، دوزخ میں لڑائی کہہ سکتے ہیں۔

حاشی، اقتصادی دوزخ میں لڑائی کا سبب تو پوری دنیا پر منظر، ناپا ہے، مگر یہ دوزخ کے مکمل

وہ شراکیت کے ٹکڑے، چھرا شراکیت کے خاتمہ کے بعد سرمایہ دارانہ جمہوریت دینے کے لئے دیا گئے تھے۔ وہ ممالک کی اقتصادیات پر قبضہ کیا گیا، اور نالی پٹان پر اقتصادیات، معاشریات کے ایسے ضابطے بنائے گئے کہ غریب ملک مزید غربت و افلاس کا شکار ہو جائیں، اور "پانچلہ منہ نہ خنم" اور "گلو ہاؤز پٹن" کے نام پر اپنی کی اقتصادیات اور مال کی غیر منصفانہ تقسیم کا قہر شروع کر دیا گیا۔ یہ سرمایہ دارانہ انصافی ہے اور سرمایہ دار ممالک کے ساتھ یہ مساویانہ سلوک، امتیازی برہمراہ و سفاکی و اقتصادی و بہشت گردی ہے۔

ما انصافی کے خلاف احتجاج کرنا:

قلم و ما انصافی بہت ہی مذموم چیز ہے۔ دنیا کے کسی بھی مذہب و قانون میں اس کی جازت نہیں ہے، اسلام جو سراپا عدل و انصاف کا راہی اور انسانی مساوات کا نقیب ہے وہ اس کا سخت مخالف ہے کہ یہ مسرت کے کسی بھی مرد و جہد کے ساتھ نہ انصافی برتی جائے، اور اگر نہیں اقتدار و سلطنت کے مالک افراد اپنی ریاست کے کسی ٹکڑے یا طبقہ کے ساتھ غیر مساویانہ برتاؤ کریں، یا ان کو ان کے آئینی حقوق سے محروم کیا جائے تو ان لوگوں کا فرض ہے کہ (حالات بھرا) اپنے حقوق کے مطالبے اور ان کے حصول کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اور قانون کا مبارک کر عدت کا دروازہ کھٹکا نہیں، ہند کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من رافى منك منكم منكر قلبه بیده، ومن لم یستطع فلسانہ، ومن لم یستطع ففعلہ رد لک انصف الایمان" (اُنسی قندق عدہ ۸۸، ص ۳۰۶) فی تغییر فکر، ج ۱، دالمن کو انصاف عدت ۱۹۷۲ (جو کسی ٹکڑے کو دیکھتے تو اس کو چھ سے روک دے اور جو چھ سے نہ روک سکے تو نہ ان سے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ لی سے برا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے)۔

اس لئے کہ ظلم و ما انصافی کو برداشت کر لینا اور اپنے حقوق سے محروم رہنا ظلم و ما انصافی

کو بڑھا دیا ہے، اسرائیلی سرخ کو لہجائی، انصافی سے پاک کر دیا اور عہد شہادت کے محمدیہ طبقات و ان سے حقوق و امانت فراموشی و ذمہ داری ہے اور اس لئے کہ یہ مفید و شمس کرنا اور عہد و رکھی ہے، یہی نہیں چلے، ایسے ظالم و غیر منصف حکمران کے سامنے حق بات کہنا اور اپنے بوجہ حقوق کا جرات مندی اور بے پاکی سے مقابلہ کرنا اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عظیم ترین جہاد قرار دیا ہے۔

"ان من اعمہم لعمہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائد" (نور الدین، ص ۱۰۹)

بے باک انسان اور عادل عدل، عدل و احسان اور اعلیٰ عدل سے (ظالم و جاہل بارشہ کے سامنے حق و انصاف کی بات کہنا، سب سے بڑا جہاد ہے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا اور ہر شخص کو اس کا حق ادا کیا، نبوت سے قبل کا اللہ ہے کہ:

"زبیر کا ایک شخص مکہ میں کچھ مال بن چھوڑا، اس نے مر آیا اور فریقہ کے ایک سردار خاص بن وائل نے یہ سب سرمہ خرید لیا، لیکن بن کا حق اس کو نہیں دیا، زبیری نے سردار بن قریش کی حمایت حاصل کرنا چاہی، لیکن خاص بن وائل کی حیثیت و وجاہت کی وجہ سے انہوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا، اور اس کو سخت سزا دی اور اس کو زبیری نے اہل مکہ سے فریاد کی، اور ہر باحاصلہ صاحب امت اور حق و انصاف کے حامی شخص سے جو اس سے مل سکا، شکایت کی، آخر ان کو ملے جس خیریت نے جوش آیا اور یہ سب جو عبداللہ بن جعدان کے مکان پر جمع ہوئے، انہوں نے نہ سب کی دعوت و ضیافت کی، اس کے بعد انہوں نے اللہ کے نام پر یہ عہد کیا کہ وہ سب ظالم کے مقابلہ اور مظلوم کی حمایت میں ایک ہجوم کی طرح رہیں گے، اور کاسکریں گے، سب تک ظالم مظلوم کا حق نہ دے، دے تو قیاس نے اس معاہدہ کا نام حلف اغصن رکھا۔" (سب اہل مکہ ظالم بن دکر کے پاس گئے اور زبیری کی کامیابی کا بیان دیا، سب ان سے زبیری کا حق لے کر زبیری کو واپس لیا۔"

رسول اللہ ﷺ اس معاہدے سے بہت خوش تھے، اور بحث کے بعد بھی آپ نے اس کی تہلیل و تحسین کی، اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدہ میں شریک تھا جس میں انصاف و سلامت کے بعد بھی مجھے پایا جاتا تو میں ضرور شریک ہوتا، انہوں نے اس پر یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ حق و حق دار تک پہنچائیں گے اور یہ کہ کوئی ظالم و مظلوم پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا (دیکھئے: بی. رحمت، ص ۱۱۲، ۱۱۳) یہ جو کنجی نہائی، اخلاقی و اخلاقیات پر مبنی ہے (۲۵۸)۔

لیکن جو نوٹ و قضا مجبور ہے، بس وہ چار چیزیں ظالم کا مقابلہ کرنے کی ان کے اندر بالکل قوت و طاقت نہیں ہے، حکومت کی جانب سے اس کی شدید پابندیوں اور سخت قانون لاگو ہیں کہ کسی کو زبان کھولنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، اگر حکومت کی ناجائز پالیسی وغیرہ سادیاں برتاؤ کے خلاف آواز بلند کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا سخت رد عمل ہوگا، جو خود اس کی ذات اور پوری ملت کے لئے شدید خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تو یہی صورت حال میں خاموش رہنے اور احتجاج نہ کرنے کی اجازت ہے، مگر مقابلہ کرنے کی یہ طاقت ہے تو پھر اس کے خلاف آواز بلند کرنا اور مؤثر و مفید احتجاج کرنا ضروری و واجب ہے۔

ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں ہے:

معلوم کہ عالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اور اس کے ظلم، نا انصافی کو بر ملا کہنا، اور ظالم کو بے نقاب کرنا پسندیدہ امر ہے، اس سے قاعدہ دہشت گردی کا نہ مارنے تو آپ اس سے بھی بڑے اور سخت کی راہ تلاش کریں گے، اسی طرح ظالم و جبر نفس کو عدالت کے ٹھہرے میں کھڑا کرنا اور قانون کے قلعہ میں کھنسا بھی اس کے جبر و استبداد کے روکنے کا مؤثر ذریعہ ہے، بلکہ قہر و قوت ہو تو ہزار طاقت رکھ دینا افضل ایمان کی دلیل ہے، معروف قلیہ طاہرہ، دہشت گردی کی تحریر فرماتے ہیں:

"ولا غیۃ لظالم، واذی الناس بشولہ وفعلہ، فال علیہ الصلاۃ والسلام۔"

الذکر والفاجر بعافیه لکی یحذرہ التام، ولایثم فی المسمی بہ ائی بالمظالم الی
السلطان لیوجوه لانه من باب النهی عن المنکر ومنع المظلم (الجمع) وانه
۵۵۴، ۵۵۵ کتاب الترمذی: فصل فی السمرات)۔

(وہ ظالم جو اپنے قول و فعل سے لوگوں کو ایذا پہنچاتا ہو، اس کے ظلم کا تذکرہ خبیثت میں
شامل نہیں ہے۔ آپ ^{علیہ السلام} نے فرمایا: ظالم کو جہنم کے اندر کی برائیوں کو بیان کر دے کہ لوگ اس
سے دور رہیں، اور ظالم کو بادشاہ کے پاس حاضر کرنے کی کوشش کر دے کہ بادشاہ اس کی ذانت
وہت کرے، اس میں کوئی گناہ نہیں)۔

مظلوم کا حق و انصاف کے لئے لڑنا و ہشت گردی نہیں ہے بلکہ یہ تو مطلوب ہے، لیکن
اگر مظلوم حدود سے تجاوز کر جائے تو پھر اس کا یہ عمل خلاف شریعت ہوگا۔

شیخ بدران ابو العینین بدوان لکھتے ہیں:

"کل ما ہوذی الی اعظور لکون محظوراً" (معدل صفحہ ۶ مزی ص ۳۴)۔

تذہد ان اعمالی عنہ بدوان)۔

(ہر وہ چیز جو ممنوع تک لے جائے وہ بھی ممنوع ہوگی)۔

غیر متعلق افراد سے بدلہ لینا جائز نہیں:

اسلام ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے مگر یہ بدلہ صرف ان لوگوں سے لیا جائے گا
جنہوں نے ظلم و جور کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ لوگ جن کا ظالم کے مذہب، نسل، وطن، یا خاندان سے
تعلق ہے مگر وہ اس ظلم میں شریک نہیں ہیں، یعنی نہ وہ جسمانی طور پر شریک ہیں، نہ اس کی مالی
معاونت کی ہے، اور نہ ہی منصوبہ ساز کی وچا تک میں ساتھ ہے، تو ایسے بے قصور غیر ملکی
افراد سے صرف امن بنیاد پر بدلہ لینا کہ ظالم نے ہم مذہب یا ہم وطن ہیں، اسلامی اصولی قوانین

نے عاف ہے، اور نہ ہی دنیا کے کسی قانون میں اس کی اجازت ہے، یہ چیز تو زمانہ جاہلیت میں تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تو مقتول کے درمیان قتل کے قبیلہ و خاندان سے کسی بھی آدمی کو قتل کر کے مقتول کے قتل کا بدلہ لیتے، لیکن اسلام نے اس پر جو ختم کر دیا کہ بدلہ اس سے جو جس نے ظفر کیا ہے، قتال اس سے کر، جو ختم سے قتال کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْكُلُونَ كَيْدَ لَهُمْ وَلَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ رَحْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ" (اور)

لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو زنتے ہیں تم سے، اور کسی پر زیادتی مت کرو)۔

اسلام نے تو حالت جنگ میں بھی یہ پابندی رکھی ہے کہ وہ لوگ جو جنگ کے فیل نہیں ہیں اور غیر مکلف ہیں مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، معذور، بیمار، مذہبی لوگ ان کو نہ مارا جائے۔ لیکن اگر یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں جسمانی طور پر قوت نہ ہوں، وہ اقتصادی طور پر شریک ہوں، شذوہ خرچ کریں، اسلحہ دیا ہو یا تحریر و تقریر سے ان کو اسلام کے خلاف بھڑکائیں، منصوبہ ساز یا چانگہ کریں، یعنی مال و اسباب، تحریر و تقریر اور رائے و مشورہ اور منصوبہ و چانگہ کے ذریعہ جب تک میں شریک ہوں تو ان کو قتل کیا جائے گا، جیسے کہ غلامیہ ان جنگ میں تو قتل لاتی ہے، منصوبہ و چانگہ اور جنگ کا نقشہ دے، لوگ تیار کرتے ہیں۔

معروف فقہ مازداہدی لکھتے ہیں:

"وَنَهَى عَنْ قَتْلِ امْرَأَةٍ أَوْ غَيْرِ مَكْلَفٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمْ قَادِرًا عَلَى

القتل أَوْ ذَارِيًا لِّهِ الْمَحْرُوبَ أَوْ ذَا مَالٍ يَحْتَاجُ إِلَى يَحْرُضِ الْكُفَّارِ عَمَى الْفِتْنِ بِهٖ أَوْ بِالرَّأْيِ أَوْ النِّعَالِ أَوْ يَكُونُ أَحَدُهُمْ مُلْكًا فَحِينَئِذٍ يَقْتُلُ لِعَدَى ضَرَرِهِ إِلَى الْعَبَادَةِ" (مجموعہ ۱۰ جلد ۱ ص ۹۶، ۹۷) (آپ ﷺ نے جنگ میں عورت، اہل مذہب، مکلفہ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، یعنی اگر ان میں سے کوئی جنگ کی قدرت رکھتا ہو، یا جنگ سے رائے و مشورہ اور مال سے شریک ہو، اور منصوبہ و چانگہ و مال کے ذریعہ کفار و مسلمانوں سے جنگ

در شریعت کا مقصد بھی ان حقوق کا تحفظ ہے، اور ان حقوق کے گھٹنے کے لئے ضمانت فراہم کرنے کا کام سمجھتا ہے۔

امام غزالی کا یہ انداز فہم ہے:

”وَمَقْصُودُ الشَّرْعِ مِنَ الْحَقِّ حِمْلُهُ وَهُوَ أَنْ يَحْتَقِطَ عَلَيْهِمْ دَسِيمٌ وَعَسِيمٌ وَعَقْلِيٌّ وَسَهْمٌ وَمَالُهُمْ أَنْ يَحْضُرَ مَدُونُ الْإِنْسَانِ (حقوق کی جائزہ دہانہ میں) مقصد شریعت پاشی میں، اور وہ یہ ہے کہ ان کے دین، ان کی جان، ان کی عقل، اور ان کی نفس، اور ان کے مال کی حفاظت کرے۔“

حقوق کی حفاظت و نہ انکس:

اسلام نے فرد کو اپنی جان، مال، عزت و تہذیب اور مذہب کے تحفظ کا عزم دیا ہے، ان پر عزم ہو تو یہ شخص کو ان کی مدافعت کو پورا حق ہے، اچھا جنگ کی شہادت کی ضرورت بھی ہے کہ اطلاع ملے، اس کا مذہب ہے، اس کے لئے اس وقت میں جنگ کی ضرورت دئی ہے، ان سے سے کہ یہ سب کچھ کسی کی جان، مال، عزت اور مذہب اور وطن اور جہاں میں اس کے تحفظ و دفاع کے لئے جنگ کی جائے گی۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”الحالة الاولى: حالة الدفاع عن النفس والعرض والمال والوطن“

عند الاعتداء“ (دفعہ ۱۰، ص ۵۵۴)

(پہلی صورت جس میں جنگ کی ضرورت ہے وہ وہاں مال، عزت اور جہاں میں کسی کے خلاف کسی کی مدافعت کے لئے ہے۔)

مذہبیت کی ختمیت :

چرہ استیوہ کے خلاف حاکمیت کے استعمال کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر مظلوم و
مظلومیت سے باز رہا جائے۔

”الاعصر قتال الذین یسألوننا العذر ان، و مقاتلة السعدین لکف عذابہما“
[نور: ۲۰، ۲۱]۔

”مظلوم و مظلومیت کی شہادت سے آنے والوں سے قتال کا حکم ہے، وہ ان رشتوں سے
جس کے مقصد میں وہ نہیں ہے۔ (مذہبیت)۔“

مذہبیت کے حدود :

اسلام میں ہر جی نے اپنے اصول و نہ بنے مقرر ہیں، لیکن کائنات میں ہر جی کی
مذہبیت کے اصول و حدود متعین ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہبیت کے خلاف ان کے اصول میں
آپ نے کہا ہے۔ ”یہ مذہبیت کے حدود پر مبنی ہے۔ اور“ تجراء سببہ سببہ منطیقا“ پیش کرتے ہیں۔
اساتذہ مذہبیت کے اصول و حدود کا یہ مذہبیت کی کوئی بات نہ ہے اور نہ خود مظلوم و مظلومیت کے
خلاف یہ مذہبیت کے خلاف پر مبنی ہے۔ ان کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف
مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف

اس مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف
مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف

مذہبیت کے خلاف :

مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف مذہبیت کے خلاف

اجازت نہیں کہ باوجود اس کے حق حیات کو یا مال اور منہب کرنے، اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے:

"لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ بِالْإِثْمِ بِالْحَقِّ" (سورہ انفص: ۱۵۱) (اور نہ زنا اور

اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر)۔

کسی کے حق حیات کو صلیب کر یا حرام ہے، لیکن اگر اس نے دوسرے کے اس حق حیات کو قطع کیا ہے، یا زمین میں فساد و ہشت گردی میں ملوث ہے تو پھر ایسے ہشت گرد و فساد کی کو زندہ رہنے کا حق قطعاً نہیں ہے۔

سید سابق تحریر فرماتے ہیں:

"لكل فرد حق عبادة نفسه و حماية ذاته، فلا يحل الاعتداء بالاذا قتل، أو افساد في الارض فساداً يستوجب القتل" (ذکر: ۲۰۲، ۲۰۳) (ہر شخص کو اپنی جان کے تحفظ اور اپنی ذات کی حریت کا حق ہے، اس پر زیادتی روا نہیں ہے، البتہ یہ کہ وہ کسی کو قتل کر دے، یا زمین میں بگاڑ و فساد برپا کر دے تو مستوجب قتل ہوگا)۔

خود اس کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی جان کو نقصان پہنچائے۔ حدیث میں ہے:

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من نردى من جبل فقتل نفسه، فهو في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا، ومن نحس سماً فقتل نفسه من يده ينحساه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا، ومن قتل نفسه بحدبده، فحدبده في يده بجأ به في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا" (ترمذی: ۲۳۳۲، ۲۳۳۳) کتاب الوصایا باب شرب السم وبيع الزنا وبيع الزنا (۱۹۷۸ء)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پہاڑ سے ٹکر کر خودکشی کی وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہے گا، اور جس نے نہر کا کر خودکشی کی وہ جہنم کی

اُن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے باوجود سے زیادہ محبت ہو، اور جس نے موت سے بچنے کی چیز سے
 ٹھوٹھنی لی، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو، پس اُن چیز سے اپنے آپ کو بچنی چاہیے
 ۔ ہے گا۔

انسان کا یہ فطری حق ہے اور اس کی غیرت کا کھانا بھی ہے کہ کسی جانب سے اس سے یہ
 اس کے اہل گھر یا کبھی بھی نہ لیں کہ جان پر حملہ ہو تو اس کا بھرپور دفاع کرے۔ مگر اُن کی جان پر
 وندہ اور کسی جان بھی نہیں چاہئے تو یہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر وہ خود مدافعت کرنے میں باہر
 کی جادویت کا شکار ہو کر مر جائے تو شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گا۔ حدیث
 شریف میں اس کی تفصیل یوں ہے:

”الحیٰ سعید من زہد قال۔ سمعت النبی ﷺ یقول۔ من قتل دون دینہ
 دھو شہید ومن قتل دون دھو شہید ومن قتل دون مالہ دھو شہید ومن قتل
 دون اہلہ لیسو شہید“ (ترمذی، ص ۱۵۵)

(مستتر معنی: زید روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ فرماتے سنا ہے
 تاکہ جو دین کی حفاظت کی خاطر مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے خون کی حفاظت کے لئے مارا گیا
 وہ شہید ہے، اور جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے اہل و عیال
 کی حفاظت کی خاطر مارا گیا وہ شہید ہے۔)

جان کی مدافعت اور اس کی خاطر قتل و قاتل کی اجازت دینا ہے قانون اور مذہب
 و شریعت نے دی ہے۔

مید ساری تجویز فرماتے ہیں:

”والمقاتلة دفاعا عن النفس امر مشروع لم يكل الشرائع وفي جميع
 المذاهب وهذا واضح من قوله تعالى وقتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم“

(جانتی نہ نفعت میں لڑنے کی اجازت، ہر شریعت اور ہر مذہبہ دو جوان نے دی ہے، اور یہ اللہ کے اس قول "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ الْمِلَّةِ الدِّينِ بَقَاتِلُوا لَكُمْ" (اگر اللہ کے راستے میں لڑو گے تو تم کو فائدہ ہے) سے قیاس کرنا جو تم سے قیاس کرتے ہیں) اسے بالکل صاف اور سچا ہے۔)

یہ نفعت کے حدود:

البتہ یہ نفعت میں اس کا خیال ضرور رہے کہ زیادتی نہ دے دے، جہاں تک ممکن ہو اصل کو اپنے حق کو شش کی بے ڈگری سے کمال دی ہے، وہ زیادتی کی ہے تھیں، اور اسے یہ اندازہ رہا ہے، جو اس کو قتل کرنا پڑ نہیں ہوگا، اسی صریح و کرم کو قتل کے راستہ سے تو آئے، اور اس کے قوی امکان اور امید ہے کہ اگر ضرور دیکھا نہ جائے، اور لوگوں کو وہ دیکھنے پکارا جائے تو وہ بہت جلد چائے گا، اور اس طرح بہت بچائی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں بھی اس کی جہت میں بہت زیادتی ہوگی، لیکن اگر وہ ہتھیار بند، بندہ کو لٹا دے، مرنے مکان یا نہتی پر حملہ آور ہو گیا ہے، یہ پوری جمیعت سے جو حسد نہانا چاہتی ہے، اور بہت بچائے کی کوئی صورت نہیں ہے، اسے اس کو قتل کرنے کے، اور اس کو قتل کرنے کے، پنے نفس کا نشانہ کیا جائے گا۔

ملک العلماء علامہ کا سانی (متوفی ۷۸۵ھ) نے اس مسئلہ میں پرانی اصولی اور فقہ:

بحث کی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

"وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ مَنْ قَصَدَ قَتْلَ الْإِنْسَانِ لَا يَنْهَدِي دَمَهُ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِنْ كَانَ الْمُسْتَهْزِئُ عَلَيْهِ بِمَكْنِهِ دَمَهُ عَنْ نَهْيِهِ بَدُونَ الْقَتْلِ لَا يَبَاحُ لَهُ الْقَتْلُ وَإِنْ كَانَ لَا بِمَكْنِهِ الدَّمُ إِلَّا مَالُ الْقَتْلِ، يَبَاحُ لَهُ الْقَتْلُ لِأَنَّهُ مِنْ حُرُورَاتِ الدَّفْعِ، فَإِنْ تَبَيَّرَ عَيْدُ سَيْفِهِ، يَبَاحُ لَهُ أَنْ يَضْلَهُ، لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الدَّفْعِ إِلَّا بِالْقَتْلِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ اسْتَبَدَّتِ النَّاسُ لَقَتَلَهُ قُلُوبُ أَنْ يَلْحَقَهُ الْغَوِثُ إِذَا السَّلَاحُ لَا يَلِيْثُ فَكَانَ الْقَتْلُ مِنْ

”وقوله فعليهم وقول محمد في انجماع الصغير الحق على المسلمين
 ان يقتلوه باشارة الى الوجوب، والمعنى وجوب دفع الضرر“ (المبادئ الخمسة)
 ۱۰، ۲۳۲ کتاب المبادئ در ادب الترتیب (دات) (ان کا یہ ”عليهم“ کہنا اور چار صغیر میں لہام محمد کا یہ فرمان
 کہ مسلمانوں پر حق ہے کہ وہ اس کو قتل کر لیں، وجوب کی جانب اشارہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ
 ضرر کو دور کرنا واجب ہے)۔

علامہ ابن امام کی یہی رائے ہے:

”وقوله والمعنى أى ومعنى الوجوب دفع الضرر، لأن الواجب هو دفع
 الشر على أى وجه كان، لا عين القتل“ (مجلد شرح القدر ۱۰، ۲۳۲ کتاب المبادئ در ادب
 الترتیب) (ان کے قول ”والمعنى“ کا مطلب ہے کہ ضرر کو دفع کرنا واجب ہے، اسی لئے کہ
 واجب شر کو دور کرنا ہے جس طرح سے ممکن ہو، قتل کرنا ضروری نہیں ہے)۔
 عالم عرب کے معروف فقیر سید سابق علیہ الرحمہ کا نقطہ نظر یہی ہے:

”لأن دفع الضرر عن النفس و المال واجب لأن لم يندفع إلا بالقتل
 فله قتل ولا شيء على القاتل“ (فتاویٰ ۲، ۵۵۲ دار الفکر مصری دوت) (اس لئے کہ جان و
 مال کو نقصان سے بچانا واجب ہے، اور اگر نقصان و ضرر بغیر قتل کے ممکن نہ ہو تو وہ اس کو قتل کر دے،
 اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا)۔

اوپر یہ ہر جگہ چیز ہے کہ بھوک کی شدت ہو اور کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہو تو
 جان بچانے کے لئے حرام کھا، جائز نہیں بخد ضروری ہے، ورنہ نہ بھوک ہوگا، تو جادیت کا دفاع
 بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا۔

علامہ امام احمدی رقم طراز ہیں:

”من احتج عن أكمل النعمة حال المحمصة أو صام ولم يأكل حتى

حالتِ فحش، لہذا مختلف فلسفہ ”مجمع المائیدہ ۲: ۵۵۵ کتاب الفربہ“ (جو کوئی بھوک کی حالت میں سردار کھانے سے باز رہے یا روزہ رکھے اور نہ کھائے، یہاں تک کہ مر جائے تو تہنکار ہوگا، اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا ہے)۔

اسی طرح جب گلے میں کھانے کا لقمہ اٹک جائے اور ننگے کے لئے پانی وغیرہ نہ ہو تو جان بچانے کے لئے شراب کا استعمال ضروری ہے تو جان پر حملہ ہو تو اس کے بچانے کے لئے مدافعت کرنا کیوں ضروری نہ ہوگا۔

مال کی حیثیت:

مال اللہ کی نعمت ہے، اس کا ضیاع ممنوع ہے، اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات اور اہل حاجت کی حاجت برداری، اور نیکی کے کاموں میں صرف کرنے کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کی غنی ہے، لیکن یہاں بھی اسراف و تبذیر سے روکا گیا ہے، خو و صاحب مال کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے مال کو ضائع کرے، یا اس میں اسراف و تبذیر سے کام لے، اور نہ ہی کسی دوسرے کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی کا مال بغیر اس کی اجازت و رضامندی کے لے لیا جائے یا غریب پر اس کو استعمال کرے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ“ (سورہ نساء: ۲۹) (اے ایمان والو! نہ کھاؤ مالی ایک دوسرے کے آپس میں باحق، مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے)۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَنْ أَخَذَ مَالَ أَخِيهِ بِمِجْنَةٍ، أَوْ جَبَّ اللَّهُ لَهُ الْبَارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسْبِرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: وَإِنْ كَانَ عَرُودًا مِنْ

"من قبلہ مالہ بغیر حق ققتل فقتل فهو شهید" (سنن ترمذی ۲۰۰۲، باب ۱۰۰۰، ج ۱)
 یعنی قتل کرنے والا بغیر حق سے قتل کرے تو وہ قتل کرے اور
 مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

مال کی اہمیت اتنی ہے کہ اس کی بے وقعت و تحفظ میں مارے جانے پر شہادت کا رتبہ
 حاصل ہوگا۔

"من قتل دون ماله فهو شهید" (سنن ترمذی ۲۰۰۲، باب ۱۰۰۰، ج ۱) یعنی قتل کرنے والا دو شہید
 ہے۔ (۳۹) جو اپنے مال کو تحفظ کرتے ہوئے مارا جائے تو شہید ہے۔
 اور مال کو ناجائز طریقہ پر لینے والا مارا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ چیز مطلق
 نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ متعین ہے کہ مال کا بیوی و حسرت اور وچورا اور غصب و مارے بغیر ممکن
 نہ ہو، یعنی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو مال کے تحفظ اور اس کے حصول کا انکار دہانے کر بھوک
 رہا ہو۔

فقہاء کرام نے اس پر بڑی واضح بحث فرمائی ہے، "تلاوی ہند یہ" میں ہے:
 "ومن دخل عليه غيرة ليلاً رآه يخرج السرقة، فاتبه وقتله فلا شيء
 عليه، وقاويل هذه المسئلة ان كان لا يتمكن من الاصر داد الا بالغسل" (روایتی
 السنن ۲۰۰۲، ج ۱) (رات کے وقت کسی کے گھر میں کوئی داخل ہو کر چوری کرے، اور وہ اس کا پیچھا
 کر کے اس کو قتل کر دے تو اس پر کچھ نہیں ہوگا، مسلک کی تاویل یہ ہے کہ جب بغیر قتل کئے مال کو
 واپس نہ لایا جاسکتا ہو۔)

اور اگر چور کی جنین لئے بغیر مال کی حفاظت ہو سکتی ہے، مثلاً شور و جھگڑا نہ کیا جائے یہ
 لوگوں کو دھمکے آئے تو نہ ہی چور ہو کر بھوک نہ جائے تو پھر چور قتل کرنے کی اجازت نہیں
 ہے۔

"وَأَمَّا أَنَّهُ لَوْ صَاحَبَهُ بِنُكْحٍ مَا أَخَذَهُ وَيَنْهَبُ، فَلَمْ يَفْعَلْ هَكَذَا، وَلَكِنْ
فَعَلَ كَمَا كَانَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ" (سابقہ صفحہ ۱۰) اور اگر ضرورتاً نہ کر کے پورا مال مجبور نہ کر بھاگ
جائے تو وہ اس کو قتل نہ کرے اور اگر اس نے قتل نہ کر دیا تو اس پر قصاص ہوگا۔

مدافعت مال کی شرعی حیثیت:

اس بابت فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ مال کی مدافعت کا شرعی درجہ کیا ہے، ہاں
ہے یا واجب، بعض فقہاء کی رائے ہے کہ مال کی مدافعت واجب ہے، لیکن اکثر حضرات کی رائے
جواز کی ہے، لیکن جو لوگ وجوب کے قائل ہیں وہ اس صورت میں ہے جب کہ مال ہاندا ہو، یعنی ہو
مثلاً جانور، یا دوسرے کا مال ہو جیسے آتش کا مال، یا دیوت، رہن یا کر دیہ کا سامان ہے، تو اس کی
مدافعت ضروری ہے۔

شیخ عبدالقادر عودہ نے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کی ہے، جو فرماتے ہیں:

"أَمَّا الدَّفَاعُ عَنِ الْمَالِ فَغَلِبَ الْفُقَهَاءُ بِرُؤْيِهِ جَائِزاً لِّلرَّاجِحِ فَلِلْمُعْتَدِي
عَلَيْهِ أَنْ يَدْفَعَ الْمَاضِيَ إِنْ شَاءَ، وَأَنْ لَا يَدْفَعَهُ، وَلَكِنْ بَعْضُ الْعُقَمَاءِ يَرَوْنَ أَنَّ
الدَّفْعَ عَنِ الْمَالِ وَاجِبٌ، إِذَا كَانَ مَالاً فِيهِ رُوحٌ، أَيْ لَيْسَ جَسَداً، أَوْ كَانَ مَالاً
لِّلْعَبْرِ فِي بَدَنِ الْمُدَافِعِ كَمَالِ الضَّعِيفِ عَلَيْهِ أَوْ الْوَفْصِ أَوْ مَالاً مَوْدَعَاً أَوْ كَانَ مَالاً
لِّلْمُدَافِعِ وَلَكِنْ نَعْلَقُ بِهِ حَقَّ الْعَبْرِ كَرَهْنٍ وَاجِباً" (الشرح، ابواب ما لا يملك، ج ۱، ص ۳۰۰)۔
ابن مال (مال کی حفاظت کے لئے دفاع کرنا اکثر فقہاء کے نزدیک جائز ہے، نہ کہ واجب،
معتدی علیہ جس پر زیادتی ہو) کو اختیار ہے، چاہے وہ مالا مال نہ ہو، چاہے وہ غریب ہو۔
لیکن بعض فقہاء کی رائے ہے کہ مال کا دفاع واجب ہے، جب کہ مال جاندار، چیز ہو، یعنی سب سے
چیز نہ ہو، یا مدافعت کے پاس جو مال ہے وہ دوسرے کا ہو جیسے غریب کا مال، یا دلف کا مال ہو یا

اس سلسلہ میں واقف کی ذمہ داری یہ ہے کہ مال کی جانب سے واقعت واجب نہیں ہے کہ اس کے ترکہ کرنے پر عذاب یا سزا مرتب ہو، بلکہ واقعت کا صرف جو اثر ہے، اگرچہ یہ تو مداخلت و مداخلت کرے، اور چاہے تو نہ کرے، اس لئے کہ مال میں دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دینا، اور اس دوسرے شخص سے لئے اس کا استعمال کرنا دونوں پر عزت ہے۔ یعنی اجازت نہ بعد اس کا استعمال جائز ہوتا ہے، اس کے برعکس عزت و غصہ میں ایسا نہیں ہے کہ اس میں استعمال و تصرف کی نہ اجازت دینا جائز ہے، اور نہ ہی دوسرے سے لئے بلعین کے استعمال و تصرف میں لاء اور مست ہے، لہذا اس کے قائلین کی یہی دلیل ہے (الشرع المجازي في الخواص ۱/۷۷)۔

عزت و آبرو کا حق:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو باعزت و محترم بنایا ہے، اور یہ عزت و آبرو انسان کا بیش قیمتی اثاثہ ہے، اور ان کی حفاظت کا اسے پورا حق حاصل ہے، خصوصاً صنفِ نازک کی عزت و محبت کے تحفظ کے سارے مسائل شریعت نے عہد کئے ہیں اور اسے پورا حق دے ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے، اور دوسروں کو حق سے اس بات سے روکا ہے کہ وہ کسی عورت کی عصمت و عفت کو باغ و بارین۔

سید سابق رابطہ زین: "لا یحل التباک العروہ" (الذات سرہ دہ) (عزت کو پامال کرنا ناجائز نہیں ہے)۔

مدافعت عزت کا حکم:

اگر کسی عورت کی عفت و عصمت پر حملہ ہو تو: یکھنڈا لے پر نہ ہونی ہے کہ اس کی عفت و عصمت کی حفاظت کرے، اور خود عورت پر بھی نہ ہونی ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت اور

۱۔ افہت و مہ افہت کرے اور نہ گنہگار ہوئی اس لئے کہ عورت کو نہ اپنے اوپر کسی مرد کو قہر مت دینا۔
 حرام ہے اور مہ افہت نہ کرنا جہیز و نہ دینی کرنے والے کو قہر مت دینا ہے اور اپنے آپ کو اس
 کے گناہ نہ کرنا ہے اور یہ حرام نہ جائز اور باعث شرم و مہیا ہے۔

۲۔ تحقیق قہر عورت پر عزت و آبرو کی مہ فہت واجب ہے اس لئے کہ مہ افہت و مہ افہت
 جان چکی نہ جانتی ہے، جدا تھا و رہو، دے تفصیلی کے ساتھ تحقیق یہاں ہے:

"لم یفق العفء علی أن دفع القتل و جب علی المدافع فی حالة
 لاعتداء علی العرف، فإذا أؤثر رجل امرأة عنی نفسها ولم یسطع دفعه إنا
 بالقتل کان من الواجب علیها أن یقتله إن أمکنه ذلك، لأن التمسک بها
 محرم، و فی ترک التنازع تمسک بها للمعتدی، و کذبک شأن الرجل یرى
 غیره یرى راءه أو یحاول أن یؤثر بها، و یسطع أن یدفعه عنها إنا بالقتل فانه
 یجب علیها أن یقتله إن أمکنه ذلك" (فتاویٰ ہدیہ ص ۱۱۱)

(تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ عزت و آبرو پر دست درازی نہ حالت میں مہ افہت
 یہ صمد اور کا زنا کرنا واجب ہے، اگر کوئی مرد کسی عورت کی عزت پر حملہ کرے چاہے وہ اس عورت
 کے لئے مہ افہت کی صورت نہ ہو مہ افہت کے تو عورت پر واجب ہے کہ وہ اس کو قتل کرے۔
 اگر یہ اس کے لئے ممکن نہ ہو تو وہ اس کو اپنے اوپر قہر مت دینا عورت کے لئے مہ افہت ہے، و
 مہ افہت نہ کرنا نہ دینی کرنے والے کو اپنے اوپر قہر مت دینا ہے اور وہی طرح مرد کی ذمہ داری
 ہے کہ جب وہ کسی مرد کو پکڑے مہ افہت عورت کے ساتھ نہ کرے، یا نہ کر کے نہ پکڑے نہ کرے
 ہے، و عورت کی مہ افہت میں قتل کے ساتھ نہ ہو، و اس کے لئے مہ افہت ہے، و اس کے
 قتل کرنا اس پر واجب ہے۔)

عوضاتی عید اس پر دینی، لے لے ہوئے رقم طراز ہے:

”وَمَنْ طَلَبَ مِنَ الْفُجُورِ كَانَ عَلَيْهِ أَنْ يَدْفِعَ الْمَصَائِلَ عَلَيْهِ، فَإِنْ لَمْ يَدْفِعْ

إِلَّا دَانَفَتِ كَانَتْ لَهُ ذَلِكَ مَتَعَاتِفٌ مُتَقَبَّحَةً“ (الترمذی) تہذیب السنن ج ۱ ص ۲۹۱

(میں شخص سے برائی کا مطالبہ کیا جاوے تو اس پر واجب ہے کہ اسے اوپر مبرا ہووے

مجرم پر فاسد نہ ہوے، اور اگر مدافعت یا قس قتلین نہ ہو تو باقی قاتل قتلہ اس کو قس کہنے کی اجازت

ہے)۔



دہشت گردی اور اسلامی موقف

مفتی محمد رفیع صدیقی

ذرائع اشباح، جلد ۱۱، طبعی میزبان، ۱۹۸۰ء

دہشت گردی آج کل ایک شائبہ موضوع ہے، آتی دنیا میں بہت سے عمل نام کو دہشت گردی کا سامنا ہے۔ یہ دہشت گردی کا نظم و محسوس کردہ ہے، اس کے بعد یہ مہم جوئی کی صورت اختیار کر چکی ہے، آتی دنیا میں دہشت گردی کا پھیلاؤ والوں میں مختلف مذاہب اور طبقات کے لوگ شامل ہیں، اور حالیہ طرح میں ان کی دہشت گردی کا شکار ہونے والے زیادہ تر مسلمان ہیں، اس کے باوجود آتی دہشت گردی کو اسلام سے جوڑ دیا گیا ہے، اور اس پر چسپاں کر کے اس قدر تبلیغ کی گئی ہے کہ اسلامی اور دہشت گردی، مسلمان اور دہشت گرد، جبراً منسوب ہو گئے ہیں، یہ بہت ہی گمراہی ہے، جو اسلام اور مسلمانوں پر لگایا گیا ہے، اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ کیا قوت ملتی اور منسوب ہو کر کریں، جن سے کہ قوت ملی دہشت گرد کا پتہ چل جائے، اور اسلام اور مسلمانوں کے تئیں یہ غلط فہمی دور ہو جائے، اس طرح کی دہشت گردی اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہوگی، اس کے لئے میرے تئیں چھوٹا انفرادی کوشش کی گئی ہے، اور اس موضوع پر بعض مفید تجویزیں ملنے آتی ہیں، لیکن یہ موضوع جس قدر نازک اور ہم جہاں کے ہے، انہیں اجتناب سے دیکھنا ضروری ہے، ایسا ہی کوششوں نے مارچ کر ہی ہم تک پہنچا ہے، چنانچہ میں اسلام فقہ الفیہ کی اپنے میلہ کے لئے یہ موضوعوں کو بہتر سے

اتصال اور انسانی کی ایک تحریک ہے۔ تو اس قتل و انہاس کو یہ قصہ کر منہ میں تال نہیں دے گا کہ ظلم و ناانصافی چاہے کوئی طرف سے ہو یا جماعت اور اگر باب غنیمت و اقتدار کی طرف سے ہو۔ وہ ہر حال ظلم و ناانصافی اور بدبختی کو دیکھ کر ہی ہے، بگڑا جاتی ہے، اُس درجن بدبختی کی ہے، اگرچہ ظلم پسند لوگوں کی ایک بڑی تعداد اسے بدبختی کی شمار کرے، اگر وہ بدبختی اور قسمت کی وجہ سے کسی بھی برائی و اچھائی کا درجہ نہیں دے جا سکتا، قرآن کی زبان میں:

«فَلَا يَسْتَوِي الْبَحِيثُ وَالْغَنِيُّ وَلَوْ أَحْبَبَكِ مَكْرَهُ الْمَخِيئَةِ»

.. الخ (۱۰۰)۔

(”پس نہایت کھانا پک، وہ پال پرار نہیں ہو سکتے، تو کہ تم تو نہ پاؤں کی کڑت بھلی نکلی ہو۔“)

یہ کہاری بدبختی کوئی کا ذکر قرآن میں اس حرج یا تباہی ہے:

«إِنَّ الْمَلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا لَعْنَةً لِأَهْلِهَا»

(تفسیر: ۱۰۱)۔

(”ہم شہر و مملکت میں جتنے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ اور وہیں سے لعنت

دوڑتی ہے۔“)

فقیر و غنا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک بدبخت سے قتل کر دے تو تمام غنا و دولت اس کی عزت کی بنا پر ان کی مومنہ ازواج میں سے پائے گی، چنانچہ یہ حدیث میں قدامت بیان ہے:

«إِنَّ الْجَمَاعَةَ إِذَا قَتَلُوا رَاحِدًا مَعْلًى كَلَّ وَحَدَّثَتْهُمُ الْفُصَّاصُ»

سعید بن المسیب عن عمرو بن الخطاب رضي الله عنه قال سجد من اهل صنعاء

فقتلوا رجلا وقالوا لو تسالوا عليه اهل صنعاء لقتلوه جميعا، وحی علی رضی اللہ

۳۔ احتجاج اور رد عمل:

ایک جہوری ملک میں تو کسی ظلم و ناانصافی پر یہ ممکن احتجاج کی عام اجازت ہوتی ہے۔ اسلام میں بھی ایسی اجازت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَا بِكَ الْغَايِبَاتِ الَّتِي عَلَيْكُمْ وَأَنَّا نَجْعَلُكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُم مِّثْقَالًا وَظُنُّوا أَنَّهُم مُّخْرَجُونَ وَأَنَّهُمْ قَدْ أَتَتْهُم مِّنْ رَبِّهِمْ أَلَاءٌ كَثِيرَةٌ وَأَنَّهُمْ يُفْرَقُونَ
(اللہ تعالیٰ پر یقین کے ساتھ آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتا، مگر مظلوم کو دہشت ہے۔)

اور حدیث میں ہے: "إِنَّ التَّاسِيَ إِذَا رَأَى الظَّالِمَ قَلِمَ بِأَحْذَرُوا عَنِّي بِدَبِّهِ أَوْ شَكَّ أَنِّي يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ" (م: ۱۱، ۱۲: ۳۸-۳۹)۔
(اگر جب کسی ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں، تو اللہ تعالیٰ نرم لوگوں کو براہیں اور بخار کر سکتے ہیں۔)

نیز حدیث میں یہ بھی ہے: "الْفَصْلُ الْجِهَادُ كَلِمَةٌ عَدَلِيٌّ عِنْدَ سُلْطَانِ حَاضِرٍ" (م: ۱۱، ۱۲: ۳۸-۳۹)۔

(افصل درجہ کا یہاں ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے)۔
بمسند یہ ہے کہ احتجاج صرف جواز ہے یا واجب؟ اگر واجب ہے تو کون لوگوں پر واجب ہے؟ تو یہ توغلوں کی اطاعت و سلاطین پر وقوف ہے، مثال کے طور پر جن حضرات کے پاس یہ سی طاقت اور اثر و رسوخ ہے، جنہیں عوامی مقبولیت حاصل ہے، یہ جن کے پاس قلم، ہرمیڈ یا کی طاقت ہے تو ان کے لئے اپنی اطاعت کے مطابق احتجاج واجب ہے، مگر یا یہ فرض کفار کے درجہ میں ہے۔

احتجاج کے بارے میں مبراہدہ ہونی کے جس واقعہ سے بھی استشاد لیا جاسکتا ہے:

سے صحو طاعت اختیار کرنے کی بیعت کی، چاہے تنگی کی حالت ہو یا خوشحالی کی، خوش حالی سے ہو یا نا پسندیدگی کے ساتھ، خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے، اور یہ کہ ہم صاحبِ حکومت سے اس کی حکومت کے بارے میں نہیں جھگڑیں گے، مگر یہ کہ ہم صریح کفر نہ کیے۔ پس اس کی بیعت بتا دے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو، اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم جہاں بھی ہوں ختمِ نبوت کہیں گے، اللہ کی بات کہنے میں ہم طاعت کرنے والے کی طاعت سے نہیں ڈریں گے۔

اس حدیث میں ”کفر“ کا ذکر ہے مگر اس سے پہلے والی حدیث میں ”کلمۂ عدل“ کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کی نا انصافی اور ظلم پر اذیت و اقتدار سے احتجاج کرنا اور ان کی صفحہ پالیسیوں پر تنقید کرنا افضل ترین عبادت ہے۔

نیز یہ حیثیت ایک اہل امت کے مسلمانوں کو اس حدیث پر بھی عمل کی ضرورت ہے:

”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فليستهان، فإن لم يستطع فليقلبه، وذلک من الإیمان“ (مسلم: ۴۰)۔

(جو کوئی نا پسندیدہ کام دیکھے، اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا خیال کرے، مگر یہ ایمان کا بہت کمزور درجہ ہے)۔

بعض روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”ولیس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل“ (بخاری: ۱۰۲۰)۔

(ان چیزوں سے ہٹ کر روائی کہنے کے برابر بھی ایمان نہیں رہ جاتا)۔

اس قصص سے واضح ہوتا ہے کہ مظلوم کا ظلم کے خلاف احتجاج کرنا اور ظلم سے روکنے کا مطالبہ کرنا وحشت گردی نہیں ہے، بلکہ ظالموں کو ظلم ترک کرنے اور انصاف پر آواز دہانے کی

دعوت و کوشش ہے جس کی ترغیب قرآن و حدیث میں دی گئی ہے، اور جو امت مسلمہ کے لئے فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔

۴۔ بے قصور افراد سے بدل لینا:

کسی ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو، جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدل لینا جائز نہیں ہوگا جو بے قصور ہیں، اور جو اس ظلم میں کسی طور سے شریک نہیں ہیں، اور اگر دوسرے بے قصور افراد سے بدل لیا جائے تو یہ بھی ظلم ہوگا، جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے کہ سیدنا یوسف کے گلے بھائی پر حرم ۲ بہت ہوا، جس کی سزا قید تھی، بنیامین کے دوسرے بھائیوں نے سیدنا یوسف سے درخواست کی کہ بنیامین کے باہر یوزہ سے ہیں، بہتر ہوگا کہ ان کی جگہ دوسرے کسی بھائی کو قید کر لیا جائے تو سیدنا یوسف نے فرمایا: اگر ہم ایر کریں تو ہم ظالم قرار دیئے جائیں گے۔

﴿قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ﴾، اِنَّا لَنَرَاكَ

مِنَ الْعَمِينَ، قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ فَاخِذَ الْإِلا مِنْ وَجَدْنَا مُنَافِعًا عِنْدَهُ إِنَّا لَنَرَاكَ

لِلظَّالِمِينَ ﴿۷۸﴾ (سورہ یوسف: ۷۸-۷۹)۔

(انہوں نے کہا کسائے عزیز مصر! اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بڑے شخص ہیں، آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو گرفتار کر لیجئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیک شخص ہیں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ پا جتے ہیں، ایسا کرنے سے ہم یقیناً نا انصافی کرنے والے ہو جائیں گے)۔

نیز قرآن کی دوسری آیت یہ ہیں:

اولاً سوز و آلودہ و زار آخری خدا سزا نازل ہوگا۔

(اور میں تم کو یہ نہیں اٹھائے گا۔)

”وَحِزَاءِ سِنِينَ مَبْنِيَّةٍ مَعْلُومَةٍ“ اور پھر مبنی ۱۰۰۰۔

(اور پرانی کاپی اس مبنی زانی ہے۔)

فَلَمَّا عِنْدِي عَلَيْكُمْ لَفْظٌ مِثْلُ مَا عِنْدِي عَلَيْكُمْ ۝۱۰۰۔

۱۰۰۔ (۱۰۰)۔

(دو تم پر زبانی آئے تو تم بھی اس پر اس کے مثل زبانی کرنا تو اس نے تم پر کی

ہے۔)

اور حدیث میں ہے:

”لَا طُورَ وَلَا حُسْرًا، مَنْ طَارَ ضَارَهُ الْمَلَكُ، وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ النَّارُ عَلَيْهِ“

: (متحدہ ۱۰۰۰، ۱۰۰۰)۔

اند، تدار، تھمتان پہنچایا جائے، اور نہ جواب نقصان پہنچانے میں حد سے تجاوز

کیے جانے، جو شخص کسی کو نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائیں گے، اور جو شخص کسی کو فحش

میں لے لے اللہ تعالیٰ اسے فحش میں ڈال دیں گے۔

یہ تو اس مسئلہ کا ایک سادہ پہلو ہے لیکن ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ جو

لوگ برہرست ظلم میں شریک تو نہ ہونے پر، غم یا غم، یا ان کا ساتھ دیا ہو یا ان کی کامیابی

یو، تو یہ وہ لوگ بالکل مضموم سمجھے جائیں گے، جبکہ مذکورہ طوں میں اقتدار، مصلحتی حوام سنہ پانچ

ہوتا ہے، حوام سنہ پانچ امور میں، انسانی اور زمینی کے لئے ہے تو زمین کو اقتدار کو لے کر لے

ہیں، اب اگر حوام کو معلوم ہے کہ غلام پر مبنی ایک خاص فرقہ کی دشمنی ہے، اور قتل میں اس نے

اس فرقہ کے خلاف زبردست جہی پکائی ہے، اور ظہر طور پر تسلیم بھی کی ہے، پھر بھی وہ اس کی حوام

انہی فرقہ پرست اور ظالم پارٹی نمونوں سے اس دور پر فی الواقعہ نرا کر دینی بنی بنی مچنے کو دیکھا جائے گا اور یہی ہے کہ یہ تصور سمجھ جائے گا:

۶- دہشت گردی کے اسباب و محرکات:

دہشت گردی کے اسباب و محرکات کا یہ بیان دراصل تحدید کے معنی کا کام ہے۔ مختلف ممالک میں دہشت گردی کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں، البتہ چند اسباب مشترک بھی ہیں، چنانچہ مندرجہ بالا ممالک کی سرکاری دہشت گردی کے چند اسباب یہاں ذمہ لے جاتے ہیں:

- ۱- مذہبی تحقیر اور عدم بردباری۔
- ۲- اپنے مذہب اور تہذیب میں دوسروں کو ختم کرنے کی کوشش۔
- ۳- ملکی توسیع پسندی اور ہونٹ کی۔
- ۴- دوسرے ملک کے قدرتی وسائل پر غاصبانہ۔
- ۵- پہلو، مذہب، امریکہ اور برطانیہ کی پوری دنیا پر اپنی اجباری، استعماریت اور برتری قائم کرنے کی کوشش۔
- جیکہ انفرادی یا غیر سرکاری دہشت گردی کے اسباب مندرجہ بالا ہیں:
- ۶- حق و انصاف سے انحراف۔
- ۷- مذہبی تعصبات کی غلط تعبیر، تشویش اور غلط رہنمائی۔
- ۸- احساس محرومی۔
- ۹- قانونی راستے سے حقوق حاصل کرنے اور نا انصافیوں کو دور کرنے میں ناکامی۔
- ۱۰- معاشی محرومی، یعنی کسی خاص قوم کو پس منظر میں دیکھنے کی دانستہ کوشش۔

۱۱- سیاہی بھرائی۔

۱۲- قومی، انصافی، یعنی استحقاق کے باوجود کسی خاص قوم کو مراعات، ایسے نہ کرنا۔

۱۳- قزاقوں و ارمن زبڈوں کی جیسے ۱۹۸۳ء کا تلکھ مخالف فساد اور ملک میں مسلم مخالف

فسادات اور نسلی کا وقتہ وقتہ سے جاری رہنا۔

وہشت گردی کا تہ ارک:

ہمیں اسلامی ہدایات کی روشنی میں ان باب و خصائل و ذیل کے تہ ارک کی کوشش کرنی چاہئے اور ان پیغام امن و عام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے اسلام کی بحوث۔

یعنی یہ واضح کیا جائے کہ اسلامی نجات و بندہ اور عمل مذہب ہے دنیا میں وقتہ وقتہ سے جتنے انبیاء کرام تشریف لائے، سب کا مقصد ایک ہی تھا کہ انسانیت کو ایک اللہ کا قربان بنا دیا جائے جس پیغام اور دین کو لے کر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے وہ محمد عربی ﷺ پر محض ہو، جس دین کی بنیاد سید آدم علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی گئی، اس کلامت کی تکمیل آخری نبی سید محمد ﷺ کے ہاتھوں ہوئی، اس کو حضور ﷺ نے خاتم النبیین کی مثال دیتے ہوئے بیان بھی فرمایا ہے، البتہ اہل دین اسلام پچھلے تمام دین کا مجموعہ ہے اور قرآن کریم تمام انسانی کتابوں کا خلاصہ، جامع ایمینشن اور قیامت تک تبدیل نہ ہونے والا جدید نصاب ہے، یہی پر ایمین و نئے میں آخرت کی کامیابی محض ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ظَوْنُزْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ، فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ (۱۲۸:۱۲۸)۔
(ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جو اپنے سے آگے

تو ہوں کیا قسم، جی کر کے وافی اور ان کی حفاظت ہے، اس نے آپ ان کے آقا علیؑ کو سات شہ
اللہ تعالیٰ علی آسمانہ بولی کتاب نے ارمیو فیصلہ کیجئے، ہاں حق سے ہٹ کر غواہوں کے پیچھے
نہ جائے۔

آٹھ خاص طور پر یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے خلاف دہشت پھیلا رہے ہیں اس نے
سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ حکمت و مصمت نے ساتھ انہیں اسلام آئی دعوت دی جائے:
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْكُفٰرُ تَعٰلٰو اِلٰى كِسْفٍ مِّمَّاءٍ يَسِيْرٍۭ وَيَسِيْرٍۭ اٰلَآئِهٖ
وَلَا يَشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ۚ وَلَا يَتَّخِذْ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَّآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ قُوْلُوْا هٰذٰلِكَ
اَشْهَادُ اَمَّا مَنِ اسْلَمُوْنَ فَهٗ (سورۃ الاحزاب: ۶۰)۔

(آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! انہی کُفار و فتنہ کی طرف آؤ جو ہم میں
اور تم میں برابر ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک
نہ مانیں اور نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں یہ کہیں کہ ہم نے کسی رب بنائیں، تو انہی دو من پھیرائیں، تو تم
کہہ دو: اے کہ گواہوں کو بہت مسلمان ہیں)۔

اور اگر کہ نصیر اور اللہ سے ملے، اے اللہ امت ہے، یعنی حکمت عملی پر امت اور منصوبہ پر
طریقہ اختیار کرتے ہوئے حق و صداقت پر قائم رہنا اور اس سے کاپی ہر حق اور حوصلہ مندوں سے
معاذ بنایا جائے، اور اللہ سے بہتہ نتیجہ کی امید رکھی جائے، جیسا کہ سیدنا موقیہؑ نے ایمان اسلام نے اپنی
قوم سے کہا تھا:

يٰۤاَيُّهَا سَبِيْرُ اللّٰهِ وَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لَمَّا يُوْرَثُهَا مِنْ بَنِيْآءٍ مِّنْ عِبَادِهِ
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۚ فَاَلَا اَوْعَدُنَا مِنْ قَبْلُ اَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا ۚ قَالَ عَسَى
رَبُّكُمْ اَنْ يَهْلِكَ عِدْوُكُمْ وَيَسْتَحْفِظَكُمْ فِي الْاَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَّ تَعْمَلُوْنَ ۚ : ۱۰۰
اور اللہ: ۱۰۰-۱۰۱۔

(موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مبارک احاطہ حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دیتا ہے، اور آخری کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، قوم کے لوگ سمجھنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مسیحیت ہی میں رہے، آپ کی تعریف آوری سے قبل بھی اور آپ کی تعریف آوری کے بعد بھی، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا خلیفہ بنا دے گا، پھر تمہارا طریقہ بدل دیکھئے گا)۔

دہشت پسندی کا ایک اہم سبب احساس محرومی و مایوسی ہے، اسلام اس حقیقی احسان کو فخر کرنے اور اللہ سے بہتر امید دھتے کی تلقین کرتا ہے:

هَذَا لَكُمْ مِنْ دُوحِ الْمَلِكِ، إِنَّهُ لَا يَأْنِسُ مِنْ دُوحِ الْمَلِكِ الْقَوْمُ
الْكَافِرُونَ ﴿١٨﴾ (سورہ یوسف: ۱۸)۔

(اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، یقیناً اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں)۔

دہشت پسندی کی ایک اہم وجہ دنیا کی ہوسناکی بھی ہے کہ انسان دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے، اور اسے غیر معمولی اہمیت دیتا ہے، جب کہ اسلام کے مطابق دنیا ایک جھوک اور سراب کا سوراخ ہے:

فَإِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَمَنَاعٌ الْغُورُ وَهُوَ السُّورَةُ الْآلِ عَمْرٍ ۝ ۱۵۵۔

(اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا مکان ہے)۔

اس نئے نم از کم مسلمانوں کو تو دنیا سے مقابلہ میں آخرت کی کامیابی پر زیادہ دھیان دینا چاہئے۔

اس موقع پر قرآن عظیم کی لمبی نصیحت غلّ نرد پنا مکتوب سمجھنا ہوں:

«اعلموا انما الحياة الدنيا لعب ولهو وترفه وترفه بكم وتكثر في
 الاموال والاولاد. كمثل عت اعرج الكفار سانه نم بهيج فترافه مصفرا نم
 يكون حطاما. وفي الآخرة عذاب شديد و معفرة من الله ورحوان. وما الحياة
 الدنيا الا متاع العرور. ساقوا الى معفرة من ربكم وحة عرصها كعرص
 السماء والأرض. أعدت للذين آمنوا بالله ورسله. ذلك فضل الله يؤتيه من
 يشاء. والله ذو الفضل العظيم. ما أصاب من مصبة في الأرض ولا في انفسكم
 الا هي كتاب من قبل ان سراها. ان ذلك على الله يسير. لكيلا ناسوا على ما
 فاتكم وما تفرحوا بما آتاكم. والله لا يحب كل محتال فحور ۲۰۰۰۰»

(۲۰۰-۲۰۰)

(خوب یاد رکھو) ان میں زندگی صرف حیل، تماشہ، ترفہ ہے اور آپس میں فخر و غرور اور
 دوس دوس میں ایک دوس سے پڑھتی رہتا ہے جیسے بادل اور ان میں پیداوار جانوں و پتلی
 معصوم ہوتی ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ تو زرد رنگ میں قرآن و عیسیٰ سوچو جو جال پور اور
 ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب اللہ کی عفت اور ان کی خوشنودی سے اور ان کی
 زندگی جو محبت سے بہانے کے اور چوٹھی نہیں دوزخ اپنے پرہیزگارین عفت کی طرف اور ان
 حلت کی طرف ان کی وسعت آواز زمین کی وسعت سے زیادہ ہے۔ ان کے لئے کافی فی
 سے جو اللہ یا ان سے رہوں۔ ان کے رشتے میں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے۔ اور اللہ
 کے فضل سے ان کوئی مصیبت یا میں آتی ہے۔ ان خاص قربانی جانوں میں اگر اس سے
 پہلے ان میں پیدا ہو گئے۔ وہ اب ان کی کتاب میں نامی ہوئی ہے۔ یہ کہ اللہ پر بادل آسمان
 سے آگے کر اپنے سے فوت شدہ ہوئی چلی رہی ہے۔ یہ وہی ہے جو اپنے پرہیزگاروں کو
 مہربان آنے والے اور چینی بکھرنے والے کو اللہ کی رحمت سے (۲۰۰)

دہشت گردی کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ انصاف پر قائم نہیں رہا جاتا۔ جب کوئی بڑا ملک قوم یا اس کا حقیقہ ٹکڑا کرتا ہے اور مظلوم انصاف حاصل نہ کرنا چاہتا ہے، تو انصاف کا مطالبہ کرنے والوں کی قیادہ دہشت گردی معلوم ہوئے ملتی ہے، لیکن جب کسی بڑے ملک پر ظلم ہوتا ہے، تو وہ اپنے مظلوموں اور دوسروں سے بے جا حمایت حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے، انصاف کے معاملہ میں اس طرح کا دیرینہ اختیار اختیار کرنے کے علاوہ تھوڑا خلافت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شٰهَدُوْا لِلّٰهِ وَ لَوِ عَلٰى اَنفُسِكُمْ اَوْ اِلٰى الدِّيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ، اِنْ يَكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَلِلّٰهِ اَوَّلٰى بِهٖمَا (سورہ ۵: ۱۳)

(اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے چمچاتے والے اور قسط پر قائم رہو۔ تمہاری جان، تمہاری قوم، تمہاری رشتہ دار عزیزوں کے اور غنی، فقیر، اقرباء، دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے۔)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شٰهَدُوْا بِالْقِسْطِ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَدُوٌّ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاَعْدُوْا لَهُمْ اَعْدُوْا لَهُمْ وَاَقْبِرُوْا فِيْ اَرْضِهِمْ ذٰلِكَ اَدْبَارُ الْاَوَّلِيْنَ (سورہ ۸: ۱۶)

(اے ایمان والو! اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ۔ تمہاری قوم اور انصاف کے ساتھ دینی دشمنی والے ہیں جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل لینا شروع نہ کر۔ تمہاری قوم کے زیادہ قریب ہے اللہ اور اللہ سے ذریعہ یقین، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل حق سے باخبر ہے۔)

دہشت گردی کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر پابند رہے

ہاذاً اسے میں نے سمجھ دیا ہے، وہ جان لے رہا ہے۔ ہم موجودات کے جو ذوق نہیں ہے، ان کے بارے میں یہ درجہ ادنیٰ جانتا، جو تادمہ ہیٹ کا نظاں، اس کا پناہاں نہ دانا کی طیر دے درجہ میں شمار کیا جائے گا۔

خاصہ یہ ہے کہ دوزخ گھر، ابھی پرانے اور دفاع نے کرتے بھی پامارت، اور یہ متعلق ہے کے حالات پر موقوف ہے، ان دفاع کا نام نہ، انوں کی مصالحت کے پیش تھ بہتر ہو، تھ نہ، دفاع کو کرنا چاہئے، اس طرح دیشتر دفاع کرنے کی بنا پر یا دفاع نے کے مستعد ہو، تھ رہنے کی بنا پر دشمنوں کو عمل کرنے کی سمت نہیں ہوتی ہے، نہیں کرتے ہیں، مسلمان دفاع کرنے کے موقف میں نہ ہوں، اور مصالحت کا طریق کار اپنے کی کوشش کریں، تو ان کو دفاع کرنے کا حق بھی نہ دیا جائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دفاع کی حد اور یہ ہیں، ان دفاع کی حد اور یہی تو سب سے پہلے خود شہری پر عائد ہوتی ہے، پھر برہماری، انقلابیہ، وحدانیت پر ذمہ داری نہ کہہ دیتی ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ جس جگہ وہ اقامت پذیر ہو، وہیں ان کی آہستہ آہستہ داری، پھر یہ کہ وہی انتظامیہ نہ ہو، لیس، اگر انقلابیہ کا قلمن، پھر دوسرے یا جانب داری برتے، تو ایسی صورت میں وحدانیت رائے فی حقوق پیش رفتی، اقلیتی کی پیش رفتی، رجوع میں، انجرات لے، واقعہ کے بعد وہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگی، سے وہ بعد انوں کے فارسیہ یا آئینی اداروں کے بارہوہ مسلمانوں کیلئے یہ تھیں، سے لئے دوسرے یا کھٹاں مرتب کر، ان کی کوشش کریں، انہوں نے اقلیتوں کے قلمن کے لئے اب تک جو منصوبہ تیار کیا، تھ، یا سب کی ناکام ہو چکا ہے۔



اس وقت اردو پائس کا مفہوم آج کل مشہور ہے یہ اس جہاز سے الگ ہے جو ایک
قریبی اور قوی بلکہ سے زمانہ کی نہیں دوج سے ہے۔ بجائے اس کے تھیں وہ پاپا کا نام ہے۔ نقد
اردو پائس سے ترقی پانچ نہیں

[illegible]

اسلام، عقل یا عالمی قوانین، برائے حقوق اور غصب شدہ ملک پر ہونے والی زیادتی کے خلاف جان و مال کا تحفظ کے لئے وہ باب (درمشت سرائی) کو فتح کر دیتے ہیں، ہذا ظلم و جبر میں سے مخالف مزاحمت، شہر و دیہی، بطن و حق ظلم و زیادتی، مشرور و غائب سے جیسا کہ مذکور بالا تعریف سے واضح ہوتا ہے۔

اس کا مددگار بننا ہے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھ کر اپنی قوموں کو ان کے مہربان کی اسطاعت میں
مبارکباد اپنے پروردگار سے، ان کے پیچھے سیاسی جذبہ کارفرما اور خواہش کے ابراج چھوڑ بھی
دیں۔ اور ان میں کیا وجہ سے کسی متعین طبقہ کے انوکھوں میں رہا اور خوف پھیل گیا ہے، شرط یہ ہے کہ
مذکورہ کارروائی کسی ایسے طبقہ یا گروہ سے نہ ہو جسے معاشرے کے حدود و پارہ باندے میں کارروائی کی ضرورت
نہ ہو۔ میں اپنے مددگار بننے کی بجائے سبھی چیزیں اپنے لئے کر رہا ہوں۔

میں کا مطلب یہ ہے کہ باب کے چین اقوامی فیہ ہا ہدیر نے مذکورہ میں منظر ارباب
کی مختلف قسمیں منظر اور دیگر چین اقوامی سیاسی، اقتصادی، قانونی، مذہبی، زبان، ادب
داخل ہیں اور اس کے نتیجے سے اہم باب ہوتے ہیں لیکن نتیجہ ایک ہوتا ہے اور دو نتیجہ دو
صلوں میں خوبصورت اس پر انگریزوں کی زبانوں کے ساتھ ساتھ اقوامی اور مختلف ممالک

دہشت گردی ہو، جیسا اس کا مقصد نفس یا مال یا وطن یا عزت و حرمت کی طرف سے دفاع نہ ہو، اس لئے کہ دفاع کرنے والا اپنے عمل میں حق بجانب ہوتا ہے اور اپنے رد عمل میں مضروب ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر باب اپنے محرکات، منجگہ طریقہ کار اور اہداف کے اعتبار سے ایک غیر مشروع نفس ہے، لیکن مقابلہ آرائی کرنا ایک جائز حق ہے کہ اپنے وجود، نفس، وطن، عزت و حرمت، مال، دولت اور دوسرے حقوق کی طرف سے دفاع کرے۔

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عالمی یا ملکی دہشت گردی یعنی تشدد یا ظلم و زیادتی یا ہجرت کا رد و رائی کو کوئی شرعی جواز حاصل نہیں ہے، خواہ یہ سیاسی اسباب کی وجہ سے ہو یا جابرانہ انتقام کے ساتھ جہلی کا رد و رائی کے مقصد سے ہو، یا اعتقادی یا وطنی محرکات کی بنیاد پر ہو۔

اب باب کا یہی وہ مفہوم ہے جس کو اسلام بیان کرتا ہے، اور عالمی قانون نے امتداد پسند ماہرین اور دانشوروں کے نزدیک اپنے اسی مفہوم کو پیش کرتا ہے۔ اس لئے عالمی نظام یا اقوام متحدہ کا موجودہ چارٹر یہ دونوں ہی نفس اور وطن کی طرف سے دفاع کرنے کے اصول کو ماننے پر آمادہ ہے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق اس کے دلائل بہت ہیں، مثلاً جہاد جو کہ ظلم و عدوان کو روکتا ہے، کے حوالہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ الْمِلَّةِ الدِّينِ يَفْتَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ الْمِلَّةَ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" (بقرہ، ۱۹۰) یعنی قتال یا دفاع کرنے کے لئے اور ظلم و زیادتی کرنے کی صورت میں ناجائز ہے۔

اسی طرح حدیث نبوی ہے: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَرْوِقَ مُسْلِعًا" (۲) (کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرے) اگرچہ بطور مذاق ہی ہو، جیسے توڑیا ہو یا سانپ کے ذریعہ اشارہ کرنا، یا اس کا سامان لے لینا کہ اس نے گم ہو جانے کی وجہ سے وہ ٹھہرا، اے، کیونکہ اس میں اس کو ضرر اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے، اور

[illegible]

۲۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر شخص کی نفس و اوقات یہ کسی ملک سے نہ کسی قوم سے نہ کسی
 سے یا خود جس قوم سے نہ ہوتے ہیں بلکہ ہر شخص ہر قوموں سے نفوذ میں رہتا ہے
 اور ہر قوم ہر شخص پر غلبہ رکھتی ہے۔ ہر قوم ہر شخص سے اپنی بات یہ کہ انسان کے ہونے والے
 کائنات میں قہراً و تلقیناً بنی ہوئی ہے اور ہر قوم کی اپنی اپنی تہذیب و ترقی و ترقی و ترقی
 و ترقی اس لیے کہ ہر قوم کی تعلیمات و تہذیب ہر قوم کے لیے ہے۔ یہ ہر قوم کے
 لیے ہے۔ ہر قوم کے لیے ہے۔ ہر قوم کے لیے ہے۔ ہر قوم کے لیے ہے۔

[illegible]

موتی ہاتھتہ جائے۔

قدرت ہونے کی صورت میں دفعِ نکتہ کی اجازت فی دلائل قرآنی یہ ثابت ہے: "لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ عَالِمًا" من لقولہ إله من ظنہم وکلن اللہ سبعا عیبا" (سورۃ النور: ۲۶)۔

سب۔ ظلم گور و گنا یا نفس، یا انسان یا دینی شریعت و کرامت کی طرف سے دفعِ نکتہ نہایت کے ملوہ و جمہور عہدائے نزدیکہ واجب ہے، اس لئے کہ یہ ظلم گور و گنا اس کی حقیر، گناہ، اس کو مستحقِ ظلم کرنے سے باز رکھتا ہے، اور اس لئے بھی کہ اس میں دفاعِ چہرہ رت سے وقت و مظلوم کی قوت کا احساس دلاتا ہے، یہاں تک کہ اگر دفاع کرنے والا مر جائے تو وہ شہید مرنے والا، اور ظلم کرنے والا جہنم میں جائے گا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

اسی بتیاری پر دفاعِ گناہ، ظلم گور و گنا اور سب کے مفہوم میں آتا ہی نہیں ہے، اس کا معنی "فی اسلام میں اور دینی عہدائے نزدیکہ اور عالمی قانون میں کیا گیا ہے جیسا کہ ارباب نے مفہوم کی تعریف میں پہلے بیان کیا ہوا ہے" ایسے ظلم اور شر کی پشت پناہی کرنے والے لوگ، دفاعِ گور و گنا کی ضرورت فرمادیتے ہیں تاکہ ان کا تسلط برقرار رہے، ان کا اندر اختیار زیادہ سے زیادہ ہو، دنیا میں جہاں ان کی مطلقیت اور برتری حاصل رہے، اور خود کو بڑا سمجھنے والے ملک کے اقتصادی مصالح کو تحفظ ملے، اور طاقتور ملک نہ اس طور سے امریکہ کا مزدور ملک خاص طور سے اسلامی ممالک و اقوام پر تسلط و دل ہو، یہ ایک طریق کا فرد اور تکبر ہے، اور اس میں طاقتور کا مٹنا، چرند و پاقلہ مٹنا ہے، اور بدعنوان ظالموں کو پتہ نہیں چلتا ہے۔

۴۔ اگر ایک سرود کی طرف سے ظلم دیا جاتی ہو جسے اس سرود کے مفسر اور ادا کرنے والے نے کیا مظلومین کے لئے یہ جان ہے کہ وہ ظالم گوروں نے ان معصوم افراد کو سہارا دیا جس جواسی ظلم و شکار دہائی میں طوٹ نہیں گئے؟

۲۔ یہ طریقہ عام الناس کے لئے ہے۔ جس کو صرف محکمہ اوقاف...

مجلس شورای ملی - تهران - ۱۳۳۰

•

پیشانی و بابتی و طبعی و بیرون و بیرون

[illegible]

ہے، اور ایسے حالات میں ذریعہ نجات کا یہ ہے۔

وہ جو کہ راقی کے ادب اور مہربانوں کے لیے لکھتے ہیں۔

وہود قائل کی نوعیت کے مطابق: ہوئی (د)۔

موجودہ ریاستوں سے ملحق ہونے پر ہندوستان کی سرحدیں

میں: البتہ وہاں — یہاں قول ہے: "وَلَا يُلْقُوا إِلَيْكُمُ الْحِجَابَ"

... يا مقلب القلوب: الفاعل المسمى حتى نفسي، أي مرادف

جرات: ۱۰۰

فتیہ کا جس وقت یہ اتفاق ہے کہ جو عالم نے دے لے پر پستی کا نہ ہی یاد دہانی کا نہ ہی کسی

.....

• **Chaperone**

[illegible][illegible]

• *... ..*

[illegible]

اگر مہلہ عزت کی طرف سے افاق کا جو نوا تھا، وہاں افاق ہے کہ عورت جو مرد پر افاق
نہیہ واجب ہے اگر یہ امر ممکن ہو، اس لئے کہ وہاں قتل نہیں ہو سکتا، یہاں سے تمام مومن قتل ہو گئے،
اور وہ قتل ہوئے جو نہ ہے، اور وہ قتل کر دیا جو کہ اس کا خون نہ لایا، یہاں قتل کے ذریعہ سے
ہی اس کا قتل کیا گیا، ممکن ہو، اور وہ جب اس پر اتفاق ہے کہ اس صورت میں افاق
کرنے والے سے نہ ہڈی قانون کے تحت اور نہ شہری قانون کے تحت کوئی پوچھتا ہے، یہاں
اس سے نہ قصاص لیا جائے، اور نہ اس سے کوئی ریت ہوگی، اس لئے کہ یہی وہی ہے کہ اس سے
ہے، جو اپنے اہل و عیال کی خاطر قتل کیا جائے، وہ شہید ہوگا، اور

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات

مواہی:

۱۔ باب ۱۰۱۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۲۔ باب ۱۰۲۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۳۔ باب ۱۰۳۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۴۔ باب ۱۰۴۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۵۔ باب ۱۰۵۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۶۔ باب ۱۰۶۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۷۔ باب ۱۰۷۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۸۔ باب ۱۰۸۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۹۔ باب ۱۰۹۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،
۱۰۔ باب ۱۱۰۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،

۱۱۔ باب ۱۱۱۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،

۱۲۔ باب ۱۱۲۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،

۱۳۔ باب ۱۱۳۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،

۱۴۔ باب ۱۱۴۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،

۱۵۔ باب ۱۱۵۔ افاق کا یہ نوا ہے کہ اگر مرد یا عورت اس سے قتل ہو، اس سے تمام مومن قتل ہو گئے،



عالمی امن کا اسلامی نظریہ

محیط اسلامیاتی مصلحتی تدوین

تحدید: ۱۹۹۶ء

موجودہ صیغہ یا اور ذرائع ہذا نے خاص طور پر اہل تشیع کے مصلحتوں کے بعد، دہشت گردی (Terrorism) - تشدد (Violence) - بنیاد پرستی (Fundamentalism) - انتہا پسندی وغیرہ کو نوبہ موضوع بنایا ہے، غلط یہ ہے کہ انہیں چند خاص اور مذہب پر مبنی دہشت گردی کے الفاظ مذہب سے مخصوص سمجھتے رہتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آئی پوری دنیا کی توہین مسلمانوں کو دہشت گرد، تشدد پسند، مخالف خدایاں گردی میں بدل دیا، یہ کہ "دہشت گردی"، "ہیرو پرستی"، "لجی پسندی" اور "تشدد" ہی سمجھتی ہیں، دہشت گردی (Terrorism) کیا ہے؟ اسلامی تعلیمات امر کے متعلق کیا ہیں؟ آئندہ منظور میں اس کا ایک مناسب ماخذ ہمارے پیش ہے:

دہشت گردی (Terrorism) کیا ہے؟

"دہشت گردی" قدرتی کالفاظ ہے، اس سے لئے عربی میں "ارباب" اور "انگریزی میں (Terrorism) کی تعبیر استعمال کی جاتی ہے، لیکن یہ کیا چیز ہے؟ یہ سوال ابھی تک چھوٹا ہے، اقوام متحدہ نے اپنے قرارداد میں مقررہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۷ء تک پندرہ

۲- دہشت گردی میں انسان کے بنیادی حقوق پر دست درازی اور تمدن کی تخریب ہوتی ہے۔

۳- دہشت گردی کا نشانہ ہر اور امت ہوتا ہے۔

۴- دہشت گردی کے اغراض و مقاصد سیاسی، شخصی، قومی یا نفسی ہوتے ہیں۔

ابنہ معلوم ہوا کہ موجودہ نامعنی المعروف دہشت گردی جس کا عربی ترجمہ "ارهاب" ہے اس کا تعلق قطعی طور سے قرآن کی تعبیر "انہ یجرون بہ عدو اللہ" سے دور و درگم نہیں ہے۔ اسلامی اعتبار سے ہر وہ عمل جو ملکی پر ظلم ہو، بحرمانہ و حیات کا ہوا اس سے نتیجہ میں پیدا ہو، یا مبنی پیدا ہوتی ہو یہ دہشت گردی ہے، خواہ یہ: فراوانی جانب سے ہو یا حکومت کی جانب سے ہو اور خواہ کسی طبقہ اور کسی مذہب کی جانب سے ہو، قرآن نے اسے نسا، جنتہ اور محاربتہ اللہ سے اعطا سے یاد کیا ہے، چنانچہ مشرکین مکہ کی دہشت گردی کو قرآن نے "الفتنۃ اکبر من" اقل "کہا ہے۔

دہشت گردی کے اسلامی تصور و واضح کرنے کے لئے قرآن کی تعبیر جنتہ اور فساد کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے:

قرآن میں فتنہ کا مفہوم:

فتنہ کے اصل معنی آزمائش اور کھڑے کھانے کی پہچان کرنے کے ہیں، اگر اس لفظ کا فاعل اللہ ہو اور اس کی نسبت خدا کی طرف سے ہو تو آزمائش کے معنی ہیں، اور اگر اس کی نسبت انسانوں کی طرف ہو تو قرآن نے دو معنی میں فتنہ کو استعمال کیا ہے:

۱- مکر و دلوں پر ظلم، ان کے جائز حقوق سلب کرنا اور ہر گناہ تکلیفیں پہنچانا، ارشاد ہے:

الف- "ثم ان ربك للذین هاجروا من بعد ما خلتوا" (سورہ نور: ۱۰۱)

ب۔ ”وإحراج أهلك منه أكر عند الله والفتنة أكبر من القتل“ (سورہ

بقرہ: ۱۷۵)۔

۴۔ پھر واسطہ ادا کئے، تھے حق کو دیا، اور قبول حق سے سب کو روک دیا، مثلاً:

”فما آمن لموسى إلا ذرية من لمعه على خوف من فرعون وملأه من

يفتيم“ (یونس: ۱۸۳)۔

۳۔ سب کو گمراہ کرنا اور حق کے خلاف شرع و قریب جمعی کو کشمکش کرنے:

”وان كادوا ليفتنوك عن الذى أوحينا إليك لفتنى علينا

غيره“ (سورہ فی اعراف: ۱۷۳)۔

۴۔ غیر حق کے لئے جنگ کرنا اور ناجائز اعتراضات کے لئے قوی و غویز بن کرنا:

”ولو دخلت عليهم من أفتارها ثم سئلوا الفتنة لآتوها وما تفتنوا بها

إلا بسرا“ (سورہ: ۱۳)۔

”كلما ودوا إلى الفتنة أركسوا إليها“ (سورہ نساء: ۹۱)۔

۵۔ پھر وہ حق پر باطل پرستوں کا قلب اور ظلم و زیادتی:

”إلا تعملوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير“ (سورہ احزاب: ۷۳)۔

فساد کا مفہوم:

بروز فلاح جو مدرس و سلطان کے خلاف ہوفد ہے قرآن میں عوامان کا اطلاق اجتماعی

اخلاقی اور انعام تمدن و سیاست کے بگاڑ پر کیا گیا ہے، مثلاً قرآن فرعون، عاد و ثمود کو فساد کا مجرم

قرار دیتا ہے:

”الذين طغوا في البلاد فأكثروا فيها الفساد“ (سورہ نجر: ۱۰-۱۱)۔

قرآن میں وہ جرائم جو مذکورہ لوگ اختیار کئے ہوئے تھے اس تفصیل سے سامنے آتے
گئے ہیں مثلاً فرعون کے جرائم میں ہیں:

الف تکبر و سرکشی، رعایا کے درمیان نسل امتیاز برتتا، کمزوروں کو ناحق قتل کرنا اور ان پر ظلم کرنا:

"بَنَ فِرْعَوْنَ عِلَاقِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَعْقَابُهَا شِبَعًا بَسِطَ صَفَّهُ هَاتِفَةً مِنْهُمْ
يَذْبَحُ لِنَافِهِمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ" (سورہ اقصیٰ: ۲۰)۔

ب۔ قبول حق سے لوگوں کو باز رکھنا، اور مجبراً تاکہ سزا کی دھمکی دینا:

"أَنَّمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرٌ كَبِمَا أَلْهَىٰ عَنْكُمْ السَّحَرِ
فَلَا تَقْطَعْنَ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا تُمْسِكْنَ بِفِئْتِكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَمَنْ تَمَسَّ
أَيُّهَا أَشَدَّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ" (سورہ طہ: ۷۹)۔

ج۔ کمزوروں کو اپنا غلام بنانا:

"وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنَّهَا عَلَيَّ أَنْ عِبَدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ" (سورہ شعراء: ۲۲)۔

د۔ طاقت کے بلی پر خدا کی کاڈ کوئی انگلیاں نہ اٹھائے:

"وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي" "وَأَسْتَكَبِرُ
مَنْ وَجْهَهُ فِي الْأَرْضِ يَغْبِرُ الْهَقْنَ وَظَنُوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يَرْجِعُونَ" (اقصیٰ: ۳۸)۔
ہ۔ رعایا کو تازیانیل دیتا، بتانا کہ وہ غلامانہ صفت پر قناعت کر لیں:
"فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ" (سورہ فرقان: ۵)۔

و۔ نابالغ و نڈلہ قانون کی بنیاد پر حکومت:

"فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَهُوَ شَهِيدٌ" (سورہ ہود: ۹۰)۔

اسی طرح سے قرآن نے عادی و شہود کے ہمیت تحت ترین دینی و اخلاقی، معاشرتی، سیاسی،
مردمی جرائم کو بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو: قرآن کی آیات (الشعراء: ۲۰، ہود: ۵۰)، شہود کے

مفسدانہ اعمال کے لئے ملاحظہ ہو: (الشعراء: ۱۵۲ تا ۱۵۸، النحل: ۳۸، ۳۹ وغیرہ)۔

اسی طرح بادشاہوں کی ملک گیری اور ظلمانہ اقتدار سے جو تباہی ہوتی ہے اس کو بھی قرآن فساد کہتا ہے:

"وَإِذَا دَخَلُوا الْقَرْيَةَ تَنَادَوْا وَجَعَلُوا أَعْرَافَهُمْ أَذَلَّةً" (النمل: ۳۴)۔

وہ طرز حکومت جس میں حاکمانہ طاقت کو ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا جائے وہ بھی فساد ہے:

"وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ" (البقرہ: ۲۰۵)۔

قرآن کی تعبیر فقیر و فساد کی اس مجتھر تشریح سے یہ بات ہر مومن ہو جاتی ہے کہ ہر وہ عمل جو اخلاقی، سماجی، سیاسی، ظلم و تعدی پر مبنی ہو حقوق انسانی پر دست درازی اور پامانی کا ذریعہ ہو، جبر و تشدد اور خونریزی کا ذریعہ ہو، کمزوروں کو طاقتوروں کا غلام بنانے پر مبنی ہو، حق و باطل اور خیر و برائی کا باعث ہو، اس عمل کی نسبت خواہ افرد کی طرف سے ہو، جماعت کی طرف سے ہو یا حکومت کی طرف سے ہو، یہ سب فساد اور فساد ہے۔

مذکورہ بالا سندانہ اعمال سے تمدن انسانی میں بگاڑ، اور لوگوں میں خوف و ذلت پیدا ہوتی ہے، لہذا یہ مجرمانہ اعمال جو وہ تعبیر کے لحاظ سے دہشت گردی ہیں جن کی جامع ترین تعبیر فساد ہے۔

قرآن کی تعبیر "فَرَّهَوْنَ بِهٖ عَذُو اللّٰه" کا مطلب:

قرآن کریم کی سورہ انفال کی آیت: "وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهٖ عَذُو اللّٰهِ" میں لفظ ارباب کی تعبیر استعمال کی ہے، جو آج کل دہشت گردی کے معنی میں استعمال ہوتی ہے، لیکن دہشت گردی (بالمعنی المعروف) کا قرآن کی

اس تعبیر سے، وہی سر بھی کوئی تعلق نہیں، اس آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اپنی حماقت اور شر پسند عناصر اور اللہ سے اپنی بد اہلت اور دینی و مادی اور مادی حقوق کی حماقت کے واسطے اپنی چڑچڑائی کو اتنا مضبوط بناؤ کہ انسانیت کے دشمن اور اللہ کے دشمن کسی شر انگیزی کی ہمت نہ کر سکیں، یعنی زیادہ سے زیادہ تعجب و غفلتوں میں یہ کہ "جتنی تیاری کیا" وہی چڑچڑائی کو مضبوط رکھو، دہشت گردی (بالمنع و معروف) کا اثبات یا تعلق اس تعبیر سے تو اس قدر بڑا ظہر و تعبدی ہے خلاف قنون حد و میں جنگ کی تعیین بھی نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اثر یہ ہے کہ اگر اللہ کے دشمنوں کے خلاف بغیر جنگ کے کام چل پڑے تو بھی بہتر ہے، علامہ "لوسی" نے خوب کتبہ یہ کیا ہے: "وہی الآیۃ إشارة إلى عدم تعیین القتال، لأنه قد يكون لضرب العزیز و مسحوھا" (روح المعانی ۱۰/۲۶۱)۔

اگر قرآن کا یہ قسم موجود دہشت گردی ہے تو پھر دنیا میں کئی ملک کے پاس فوج اور اسلحہ، ٹنک فوج اور وہی چڑچڑائی ہلکا ہونے کی بھی ظہر، ایفہ بد وقت تک رکھنا، زمانے کی منصف کے مطابق حرام نہ چاہئے، اللہ نے تو پھول کو بھی کانٹوں سے گھیر دیا ہے، اپنی حفاظت تو انسان کیا جانوروں کی بھی فطرت ہے، اگر اسی فطری تیاری کا نام دہشت گردی ہے تو پھر دنیا میں ہر انسان دہشت گرد ہے۔

دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات:

دہشت گردی کا مزاج اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، اسلام دین و مادی حق اور سون کا مذہب ہے، کوئی بھی یہ سائل جو فساد و فساد یا قتل و خونریزی و ذریعہ جو بعض قسمی حرام ہے، یا وجہ کسی بھی انسان کی جان و مال یا آبرو پر ہر تھوڑا ان خطباتک ترین جرم ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"من قتل نفساً بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس

جميعاً" (المائدہ: ۳۲)۔

(اگر کسی جان کو بغیر جان کے بدلہ قتل کیا یا بغیر زمین میں کسی چیز کے قتل کیا تو تو دنیا

کے اس سے سارے انسانوں کو قتل کر دیا)۔

مہر مانی امری "أو فساد في الأرض" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "احتلف فيه،

فقبل حر الكمر، وقيل هو: إحقاق السبيل (وأيضاً) يقول الفساد في الأرض هو

الإذابة للعجم" (ایک دفعہ "من" کی امری ۴۲، ۴۳) یہاں اخلاقی سبیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "ای

طرح زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے والوں سے متعلق ہے جس کا اثر ہے:

"إسما جزء الذين يعادون الله ورسوله ويسعون في الأرض فساداً

يفتنوا أو يضربوا أو يقطع أیدیهم ورحمهم من خلاف أو ينفوا عن الأرض"

(نور: ۲۴) یہ آیت صرف رجزوں کے لئے ہی خاص نہیں ہے بلکہ مجاہدہ، فتنہ و فساد، آئینی

دوٹ، ذرا اخلاقی اسلحہ، امن و عافیت کے سبب ان کو قبول میں شامل ہیں (حمی کہ ایک دوسرے

مقام پر ایک دوسرے کو حاشا جرم سودا کی قرآن ان مجاہدہ اللہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور چ

ذکر و آیات میں سب انہیں حدود سے قطع نہیں ہیں)۔

خلاصہ یہ کہ بہشت بُرہی (بالمنی المعروف) جس میں علم و وحی، تشدد و عدالت

انسانی حقوق پر دست درازی ہوئی ہے، واقعہ ناجائز ہے جس کے سرکشیمن دنیا و آخرت میں سزا

تے مستوجب ہیں اسلامی تعمیر کے اندر تو جنگ و جدل یا جہاد کے شوق شمشیر فی کا

تھوڑے ہیں۔

ظلم کے خلاف احتجاج اور آواز اٹھانا:

اسامہ اپنے قبیضین کو نہ ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ظلم پر خاموش رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ اگر کسی پر ناحق ظلم کیا جائے تو قرآن میں یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اس پر توبہ اٹھائے اور احتجاج کرے، اپنے جرح و حقوق کا مطالبہ اور دفعہ کرے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ" (النساء)، مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان کئے ہیں مثلاً ظالم کے لئے یہ دعا کرنا، ظالم کو اس کے ظلم سے خبردار کرنا، ظلم کا انتقام لینا وغیرہ۔ علامہ ابوبکر صامی رازنی فرماتے ہیں: "لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ" قال ابن عباس وفائدة إنا أن يدعو على ظالمه، وعن مجاهد رواية إنا أن يخبر مظلوم ظالمه له وقال الحسن والسدي إنا أن ينتصر من ظالمه" (الكلام القرآن مجلہ ص ۲۹۱)۔

امام رازنی اس مسئلہ کو اور وضاحت کے ساتھ سمجھتے ہیں:

"المظلوم ماذا يفعل ؟ فيه وجوه، الأول : قال فتادة وابن عباس لا يحب الله رفع الصوت بما يسوء غيره إلا المظلوم لأن له أن يرفع صوته بالدعاء على من ظلمه، الثاني: قال مجاهد إنا أن يخبر مظلوم ظالمه له، الثالث: لا يجوز اظهار الاحوال المستورة لمكثومہ . لكن من ظلم فيجوز اظهار ظلمه بأن يذكر أنه سرق أو عصب. وهذا قول الأصم، الرابع: قال الحسن: لا أن ينتصر من ظالمه" (الشمس مکیہ ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)۔

ترجمہ: "مظلوم شخص کیا کرے؟ اس کے بارے میں چند اقوال ہیں:

الف۔ حضرت قتادہ اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایسی بات کا یہ مالِ اخبار نہ کرنا جس سے

دوسرے کو تکلیف ہو اللہ کو پسند نہیں ہے، ہاں مظلوم کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنے ظلم سے خلاف بددعا کرے۔

یہ علماء مجاہد فرماتے ہیں کہ مظلوم کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو اس کے ظلم سے آگاہ کرے اور شہید کرے۔

نہ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ پوشیدہ امور کو ظاہر کرنا درست نہیں، ہاں مظلوم کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا تذکرہ کرے، اپنی طور کردہ لوگوں کو بتائے کہ ظلم نے ہر حال چوری کیا ہے یا غصب کیا ہے۔

د۔ چوتھا قول حضرت مسن بنی مری کا ہے کہ مظلوم کے لئے ظالم سے ہل لینے کی اجازت ہے۔

سید رشید رضا لکھتے ہیں:

”لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الخ ای لکن من ظلمہ ظالم الجہر بالسکوی من ظلمہ ضارحاً ظلامتہ للحکام أو غیر الحکام معن تو جی معذتہ و مساعدتہ علی إزالة الظلم فلا جرح علیہ فی هذا الجہر“ (۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱)
(یعنی اگر ظالم کو کسی نے ظلم کرے اور حکام کے سامنے یا ان لوگوں کے سامنے جس سے ظلم کے خلاف بددعا و انہی امید ہو، ظلم کی تفصیل بتاتے ہوئے ظالم کی شکایت زور آواز میں کرے تو مظلوم پر آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

مفسرین کی مذکورہ بالا آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کے خلاف چہ چاہ کرنا، احتجاج کرنا، ظالم کے لئے بددعا کرنا اور اس کو ظلم سے متنبہ کرنا جائز ہے، لیکن واضح ہے کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے میں بھی اعتدال ملحوظ رہے، حد اعتدال سے بڑھنا جائز نہیں ہے (مفسر فقیر زید، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱) اسی طرح سے احادیث میں بھی یہ اجازت دی گئی ہے، بخاری شریف میں ایک حدیث رسول کا

جو کہ اقلیتوں پر یہ سراسر امتداد طاقتوں کے مظاہر کے رہے جس کا نتیجہ ہے، اس مسئلے کے بارے میں ذیل شخصیات
 بشپ کو متنبہ نہ پہنچنے کے لئے اپنی موت کو اس کا رعبہ بنانا ہے اس کے متعلق شعلی نقطہ نظر کی
 وضاحت کرتے ہوئے پیسے پندرہ سو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لف: - اسام نے انسانی جان کو مکمل بنایا ہے۔ عظمہ کسی کی جان میں اتنی ہی پر حملہ نہ کرنا،
 ہلاک کرنا اور قتل و خونریزی نہ کرنا حرام ہے۔

سب: ہر شخص اپنی جان کا مالک نہیں ہے بلکہ اس کا امین ہے۔ کسی کے لئے یہ جو فریضہ
 ہے۔ اپنے آپ کو بنا کر اس میں ڈالے اور کوئی ویسے کرتا ہے تو وہ اللہ کی ایسی جہالت اور امانت میں
 خیانت کرتا ہے۔

ژ: حدیث میں یہ امر ہے کہ ساتھ خود کشی کی ممانعت ہے۔ جس کی وجہ سے فقہاء
 باجماع خود کشی کو حرام سمجھتے ہیں۔

اس مقدمہ قہریدے بعد ہم مذکور محسوسات سے متعلق شرعی حکم، اس کے بارے میں انتہائی
 آزادانہ بیان کرتے ہیں:

اس مسئلہ کی دو جنبشیں ہیں:

۱۔ کوئی شخص جنگ میں دشمنوں پر فدا کی ضرورت ہے جس کے نتیجہ میں اس کی جان بچتی
 ہے۔

۲۔ کوئی شخص فدا کر کے ہاتھ قید ہو گیا اور اب اس کو ان کے شدید ترین ظلم و ستم
 دینے کا اندیشہ ہے، اس کے بچنے کے لئے وہ خود کشی کرتا ہے۔

مسئلہ کی نوعیت اور اس کے متعلق چند مخصوص شرائط ہیں:

۱۔ سیرت نگار یہ مقدمہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ مقدمہ پیش کے موقع پر حضرت عثمان کی

شہادت کی غیر مشہور روایت کو حضور ﷺ نے "امتنان" پر ہی پر اہم سے بہت سی جو کراہت اسلام میں بدعت و فساد کے نام سے مشہور ہو گئی ہے کہ اس کا مطلب بھی تو تھا کہ اپنی جان دینے پر دشمنوں سے جنگ نہ کرنے سے اپنے آپ کو حلال کر دینا۔

۲۔ میرٹھ سے پہلے حضرت پیراہن مالک کا مشہور واقعہ ہے کہ جتنے غلام اسے مولیٰ پر جب سینہ کی فون قلع بند ہوئے مسلمانوں پر تیرہ ہائی ہارن کر دی تھی اور مسلمانوں کا شدید ترین جانی نقصان دور ہوا تھا تو مسلمانوں نے حضرت پیراہن مالک انصاریؒ نے اپنے ساتھیوں سے عرض کیا کہ مجھے ایک ڈھال پر اٹھا کر اندر پھینک دو اگر میں زندہ بچ گیا تو وہ دارہ کھول دوں گا ورنہ چھپا کر اسے گن کو ڈھال پر بند کر دیں گے۔ پھر انہوں نے اٹھایا اور اندر پھینک دیا جس نے وجہ سے انہوں نے اندر جھک کر شہید کر دیں تھے۔ ہونے کے بعد وہ وہاں سے قریب چار دوڑاؤں تک دیا۔

۳۔ حضرت عاف بن عمارؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! "ما یضحک لرب مر عبده؟" اللہ اپنے بندہ کی کوئی ایسا خوش ہوتا ہے؟" فقال: عصف بندہ فی العدو حاسوا ذی لادرع له وما معہ"۔ یہ بات بظاہر نیکھی ہے کہ اس ارشاد نبویؐ کو سننے کے بعد ان صحابیؓ نے راز و اسرار پہنچا اور ظہور کرنے کو دشمنوں میں خاص سے یہ بات

۱۔ ہم کو اپنی مشہور کتاب "انسیر الکبیر" میں ذہنی مفلوس سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "ہر کوئی مفلوس جب شیعوں کے ایک جہاز کے گرد و پیر ہوتا ہے تو ان کے لیے اس کا ذکر وہ کامیاب ہو جاتا ہے کہ ان کے دل میں امن و اطمینان پہنچنے لگتا ہے اور اس کا عمل جہاں ہے اور اس سے یہ امید دہر ہو کہ اس سے فصل سے دشمن کو کچھ بھی تکلیف نہ پہنچے گا تو مفلوس کا ہمدردی سے یہ توقع نہ رہے کہ وہ

اپنی جان و جائے نماز ہے، نیز اگر یہ امید نہیں ہے کہ دشمن و قاتل ہوگا تاہم اس کی موت کے ذریعہ مسلمانوں میں جرات و ہمت پیدا ہو جائے گی تب بھی اس میں اللہ و اللہ کوئی مضائقہ نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

”ولو أن رجلا حمل على ألف رجل وحده فإن كان يطمع أن يظهر بهم أو يكا فيهم فلا بأس بذلك لأنه يقصد بفعله البيل من العدو“۔ نیز اس کے بعد فرماتے ہیں: ”وقد فعل ذلك بين يدي رسول الله ﷺ غير واحد من الأصحاب يوم أحد ولم يكر ذلك عليهم رسول الله ﷺ، وبشر بعضهم بالشهادة حين استاده في ذلك، وإن كان لم يطمع في كتابة فإنه يكره له هذا المصعب، لأنه يثقل نفسه من غير منفعة للمسلمين ولا كتابة فيه للمشر كين“۔ نیز اس کے بعد آئے فرماتے ہیں ”وإن كان لا يطمع في كتابة ولكنه يجري بذلك المسلمين عليهم حتى يظهر بفعله الكتابة في العدو فلا بأس بذلك إنشاء الله تعالى، لأنه لو كان على طمع من الكتابة حاز له الإقدام فكذلك إذا كان يطمع في الكتابة فيهم بفعل غيره“۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۳۳۳)

مذکورہ بالا عبارتیں روشنی میں یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دشمن پر ایسا مقدمہ نہیں کے نتیجے میں جان چلی جائے (فدائی حملہ) جائز ہے، لیکن مذکورہ بالا عبارت سے بھی اس سے جواز کے چند شرط مستفاد ہوتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حملہ کرنے والے کا مقصد خودکشی نہ ہو۔

۲۔ یہ ممکن ہو کہ اپنے حملہ کے ذریعہ یا تو کامیاب ہو جائے گا یا نہ آرم دشمن کا نقصان ہوگا۔ مسلمانوں میں ہمت و جرات پیدا ہوگی۔

۳۔ حضرت شیخ کا انداز ویاقت خود نما کرنے والا بننے کا واسطہ بقرآن و اللہ نام

کرنے کا۔

۴۔ حضرت نے کا مقصد دین کی سر بلندی اور عالمِ آخرت اللہ پر، نفسانی اغراض و فخر

و تکبر، مصیبت و قحطی جذبہ نہ ہو۔

۵۔ مصلحتوں و فتنے و ایمان کی مصلحت مقصود ہو۔

۶۔ رضا کے اپنی مشق ہو۔

۷۔ کسی پر ظلم و تعدی، زخو و مصو نہ ہو۔

۸۔ ان مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ ہے تو اس کے جو زمیں کوئی شپ نہیں، اور اس طرح

سے یہ ملے خود کو شپ نہیں شمار ہوگا بلکہ وہ علم اللہ شہید ہوگا۔

مسئلہ کا دوسرا جز یہ ہے کہ دشمن کی تہ میں یا گرفتار ہونے کے بعد کوئی شخص ان کی

اوقاتوں سے بچنے کے لئے خود کو شپ کرتا ہے (مثلاً عالمِ زود وغیرہ یہ خیال کرتا ہے) تو اس کا شمار

تھیں ہوگا؟ مسئلہ کا یہ پہلو اس زمانے میں فور و فخر کا خیال ہے ایمان پر تعدیب و آلام سے

بھیا کہ زمین صریحے ہیں تو سن، مانگے کھڑے ہو جائیں انبار نہ سنے ہیں، بلکہ یہ اوقات اس

تعدیب کے ذریعہ ایسی معصومات اللہ کی جالی ہیں جو کہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لئے

نہ ہو کہ بہت ہوتی ہیں ایسا غلبہ، تعدیب و آلام و مصلحت قرار نہیں دیا ہے یہ مؤرخین

اس قسم کی توجہ کا محتاج ہے۔ طلبہ ابن تہ۔ جنکی فرماتے ہیں: ان عشی الأسر علی

نفسہ، فالاولیٰ ان یقاتل حتی یقتل، فلا یسلم لعمدہ لانه یفور بالثواب والفرجۃ

الرفیعہ ویسلم من تحکمہ الکنار فیہ مالتعدب والیستخدام والفتنة۔

اس کی روشنی میں راقی کا یہ نطات غلط نہ کرتا ہے کہ اجتماعی مصلحت کو پہانے کی خاطر

اور اس قذیب سے لپکنے کے لئے خواہشی (اور چاہش) کے اعتبار سے ذرا آگئی یہ نہ ہو (مسلک)۔
 ذیل شریعوں کے ساتھ باہر ہوئی پابندی:

الف۔ خواہشی کی نیت و قصد نہ ہو، اور نہ ہی قذیب کے خوف سے ہو۔

ب۔ مصلحت عامہ و نقصان پہنچنے کا غائب نہ ہو۔

ج۔ کہنے اور پوریے غائب نہ ہو کہ قذیب کی تاب نہ لے کر ایسی مصلحت فراہم
 کرے کہ جو مصلحتوں کے لئے نقصان کا باعث ہو، اور فی ایشیاء میں سے پاس ایسی
 معلومات ہوں۔

و۔ حتی الامکان اپنی عقل اختیار نہ کرے۔ اپنے نفس سے موت نہ ہو۔

وفاق احکام شریعت کی روشنی میں:

الف۔ فی نفس کی جان و مال و تہذیب و تمدن کے قتل و شریعت اس ممانعت کا علم
 دیتی ہے، اور اپنے دفاع کرنے میں یہ شخص راجع و شہید ہوتا ہے۔ حدیث ہے:

”عن سعد بن رید رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول
 من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه
 فهو شهيد، ومن قتل أهله فهو شهيد، قال هذا حديث حسن
 صحيح“ (ترمذی، کتاب البیت، رقم الحديث ۱۰۶۰)۔

(الحفص بن غزیر نے روایت سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اس
 فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے راجع و شہید ہے، اور جو
 شخص اپنے دین کی ممانعت میں راجع و شہید ہے، اور جو شخص اپنی جان کے دفاع میں راجع

جائے وہ شہید ہے، اور جو نفع اپنے اہل و عیال کے دفاع میں مارا جائے وہ شہید ہے۔
 جہاں تک دفاع کے فقہی احکام اور ان کے طریقہ کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل مندرجہ
 ذیل ہے:

دفاع کا قسم: دفاع کے علم سے متعلق جب ہم کتب فقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم حسب
 ذیل تقسیم کر سکتے ہیں:

الف۔ دفاع عن النفس۔

ب۔ دفاع عن العرض۔

ج۔ دفاع عن المال۔

اسی طرح دفاع عن وغیر کی بھی یہی شکلیں ہوں گی، ان کے احکام مختلف ہیں۔

دفاع عن النفس:

اپنی جان کا دفاع کرنے کے بارے میں، جمہور فقہاء، وجوب کے قائل ہیں، خواہ
 حملاً اور کافر ہو، یہ مسلمان ہو، یہ بانور ہو، یہ مشافعی وجوب دفاع کے لئے حملہ آور کے کفر یا جانور
 ہونے کی شرط لگاتے ہیں، ابیہام احمد بن حنبل کے نزدیک دفاع کرنا واجب نہیں ہے۔

”إذا هوجم الإنسان بقصد الاعتداء على نفسه أو عضو من أعضائه
 سواء أكان من إنسان آخر أم بهيمة فيجب على المعتدي عليه أن يدفع عن
 نفسه في رأي أبي حنيفة والمالكية والشافعية إلا أن الشافعية قيد وجوب دفع
 الصائل في هذه الحالة بما إذا كان الصائل كافراً أو بهيمة لأن الاستسلام
 للكافر ذل في الدين والبهيمة تذبح لمصفاة لإنسان وأما إذا كان الصائل
 مسلماً فالأظهر عند الشافعية أنه يجوز الاستسلام له بل بسن لعير أبي داود.

کن خمیر ابن آدم وقال الحنابلة: إن دفع الصائل على النفس جانوا ناراً واجب الخ" (مقدمہ ص ۵۵۵)۔

(اگر کسی انسان کی جان یا کسی عضو پر ظلم کی نیت سے ستم کیا جائے تو ستم آور انسان ہو یا جو نور ہو، سرکف مظلوم پر امام ابو حنیفہ، مالک اور شافعیہ کے نزدیک اپنی جان کا دفاع واجب ہے، البتہ شافعیہ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ حملہ آور کافر یا جانور ہو کیونکہ کافر کے سامنے خود سپردگی ذلت ہے، ہاں اگر حملہ آور مسلمان ہے تو شافعیہ کے نزدیک رائج ہے کہ اس سے مقابلہ نہ کرے بلکہ خود سپردگی جائز ہے، بلکہ ابو داؤد کی روایت "کن خمیر ابن آدم" (آدم کے بہتر بیٹے کی طرح ہو چو) کی وجہ سے مسنون ہے، حنابلہ کے نزدیک دفاع عن النفس جائز ہے و جب نہیں)۔

علامہ شاکل فرماتے ہیں: "ووجب دفع من شہر مبعاً علی المسلمین ولو بقتله إن لم یکن دفع ضررہ إلا بہ" (رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۱)۔

(جو شخص مسلمانوں پر گوارہ خدائے اس سے دفاع واجب ہے مگر چاہے اس کو قتل کر دے یا مائوس کے ضرر کو دور کرنے کا کوئی راستہ نہ ہو)۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا دفاع ترک کر دے تو گنہگار ہوگا۔

"قوله لقتله المشهور عليه ذي أو غيره دفعاً عنه زيلعي وفي الكفاية: لو ترك المشهور عليه قتله يائمه" (رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۱)۔

موسماً: تھا توئی کا فتویٰ:

"اگر حکام کی طرف سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو تہذیب سے اپنی تکیف کی طاعت تہذیب، اگر پھر بھی حسب مرضی انتقام نہ ہو تو صبر کرو اور حمل سے باز رہنا ہے یا قلم سے

معدیہ مستمر ہو، وہ الخلق کی سے جانے تے رہو کہ تمہاری مصیبت اور بدنامی کی کج فائز ہو
 تبدیل دینے پر نہ مایوس ہو، بنائی لینے پر آمادہ ہو، آسمان کو مٹانے پر مضبوط ہو، باہر عالم
 سے فانی ہے۔ "والمخلص من باب القتال حبیب تعرض عینا، اذا هجم العدو لمس رب
 انما کفره" اور "میں سے ہے۔"

دفاع عن العرض:

کوئی فاسق و کافر کسی عورت کی پرہیزگاری کو نہ پا مال کو نہ پے تو باقی ملہ اس پر اپنی
 عزت و آبرو کی حفاظت و ادب ہے، حق کہ اس کا متعلق باقی مرد بھی ہرگز، اور اس حال میں
 اس مقصود پر کوئی جبر نہیں ہوگا۔

اسی طرح ہر عورت کسی نہ کسی مرد کی عورت کی پرہیزگاری کو نہ پے تو
 اپنے اپنے مقصود پر و زراعت و ادب ہے، اگر کسی نے کسی عورت کو نہ پے، اگر کسی نے
 دیکھے، اگر کسی نے اس پر تہہ و دار لگائی، یا نہ خوف نہ ہو۔

"ان الذی یؤلف فی الذین علی شرفہ، ہر اذہم علیہا بتعاقب العلماء
 ان تدفع عن نفسہ ان امکنہا الدفاع، لان التمسک منها للرجل حریم و فی ترک
 الدفاع تمسک منها للمعتدی ولہا فعل للرجل انکرہ و کمدنک بحسب علی
 الرجل او رمی عبود یحذرون المؤمنہ، ولہ یحفظ علی نعمہ" اور "ان
 الذین یؤلف فی الذین علی شرفہ" اور "ان الذین یؤلف فی الذین علی شرفہ"

(ان کوئی فاسق و کافر کسی عورت کی پرہیزگاری کو نہ پا مال کو نہ پے تو باقی ملہ اس پر اپنی
 عزت و آبرو کی حفاظت و ادب ہے، حق کہ اس کا متعلق باقی مرد بھی ہرگز، اور اس حال میں
 اس مقصود پر کوئی جبر نہیں ہوگا۔)

زنا بھی ہوتا ہے۔ اس میں اس شخص کی صورت کی موت و ناموس کی موت پر راز کی اہمیت ہے۔
اس پر بھی اس صورت کی جانب سے دفاع کا واجب ہے خواہ مخواہ قتل ہی نہ کیا کہ شریعہ
ایسے شخص کے لئے دفاع نہ دیکھتا ہے اور اسے اپنی جان کا اندیشہ نہ ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت اور دفاع صورت پر واجب ہے،
اگر وہ مجرم قتل کر دے تو یہ صرف یہ کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ اس کی اجازت ہے۔ اب
مسئلہ یہ ہے کہ خود صورت ایسا کوئی اقدام کرتی ہے جس سے خود صورت کی موت واقع ہو جاتی ہے تو
کیا اس و خواہشی نہ کہا جائے گا، یہ میرے خیال سے صحیح ہے۔ غور و فکر کا محتاج ہے اس صورت سے
موجودہ زمانہ میں جبکہ نفسانیت کے موقع پر ایک صورت سے نہایت دشمنانہ طریقہ پر دیکھیں تو عام
زنا بالجبر کرتے ہیں، حضرت قحطانی نے ایک ایسی صورت کے بارے میں جو اپنی عزت چھانے
کے لئے ریل گاڑی سے دوڑ کر خواہشی کرتی ہے درج ذیل فتویٰ ارشاد فرمایا تھا:

”عنف مورقوں وایت وقت میں دیوہفت کا کٹا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ قانون جہالت کی
صرف قہر جمی نہیں ہوتی، اس سے ایسی عزت پر یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہی نے دنیا جہالت یعنی
نہیں ہوتی ہے، بہت سے ایسے وہ اس طرح ودرستی گئے ہیں، بہت بڑے شرور بھی ہیں،
ایسے غلبہ کے وقت حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ مہذبوں کی، اس لئے اس و خواہشی نہ
کہا جائے گا۔ و فرمایا میں ہذا اجاب امتدادی مولانا محمد یعقوب حبیب سبیل علی
السورة اللامی القیس انفسہم فی الشر حبیب حلف علی عفتہم فی الزمان
المعروف بالعدو“ (ابن ماجہ ص ۳۰۰) (مترجمہ مفتی محمد یوسف علیہ رحمۃ اللہ)

بہذا وہ جو وہ زمانہ نہیں رہتے تو اسے جیسا کہ سابقہ میں اسباب معلوم ہوتا ہے کہ
ایسے عمل و خواہشی نہ کہا جائے، حضرت قحطانی نے یہ حکایت بیان کی ہے وہ نہایت اہم ہے اور اس
زمانے میں غور و فکر کی محتاج ہے۔

حکم کی اجازت ہے، لیکن شریعت نے یہ اجازت مطلقاً، قید نہیں دی کہ جہاں ذرا خطرہ بھی محسوس ہو تو دفاعی پوزیشن اختیار کر کے قتل و قتل شروع کر دے، چنانچہ فقہاء اس ذیل میں چار شرطیں بیان کرتے ہیں:

۱۔ جس حملہ سے دفاع کر رہا ہے وہ شرعاً عظیم و معدوم کی حد میں آتا ہو، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ایسا مجرمانہ حملہ جس پر شریعت نے کوئی سزا مقرر کی ہو۔

۲۔ حملہ کا فصل وقوع ہو، ایسا نہ ہو کہ صرف دھمکی کی بنیاد پر ہی دفاعی طرز عمل اختیار کر کے قتل و قتل شروع کر دیا جائے۔

۳۔ حملہ کا دفاع کرتے ہوئے حتی الامکان اہل قاتلین کا اہل طریقہ اختیار کیا جائے (مقتل آگے آئے گی)، مگر اگر صرف خوف بچانے سے ہی حملہ آور بھاگ جائے تو اس کو مارنا جائز نہیں۔

۴۔ دفاع کے علاوہ، کوئی راہ ممکن ہی نہ ہو، یعنی دفاعی قتل و قتل و جنگ مجبوراً اختیار کی جاسکتی ہے (حدود سلاویہ ۵/۵۵۵)۔

مدافعت کے شرعی اصول:

اگر کسی پر کوئی ظالم حملہ آور ہو تو شریعت نے مدافعت کا طریقہ بتایا ہے، اس کا اصول اور طریقہ مندرجہ ذیل ہے:

الف۔ از ظہور قتل و قتل شروع نہ کرے مدافعت ہے:

”عن أنبي هرويرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه ذلك. قال: أرأيت إن قاتلني؟ قال: فادفع. قال: أرأيت إن قتلني؟ قال: فانت شهيد.

قال: "أنا كنت إن قلته؟ قال: هو لي النار" (مسلم: کتاب الامان، رقم الحديث: ۲۵۰۲)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے آ کر میرا املا پھینکے کی کوشش کرے تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنا مال نہ دو، اس نے کہا: اگر وہ قال کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی قال کرو، اس نے کہا: اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ ﷺ نے کہا: تم شہید ہو گے، اس نے کہا: اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا)۔

دوسری عیاض اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "وآخره بقضائه دليل على جواز قتاله وان طلب العاني على وحده بكل حال" (المآل بعدہ ۴۴۸)۔ بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ تفصیل ملتی ہے:

"عن أبي المخارق عن أبيه قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: الرجل يأتيني فيريد مالي؟ قال: ذكره بالله، قال: فإن لم يذكر؟ قال: فاستعن عليه بمن حرلك من المسلمين، قال: فإن لم يكن حولي أحد من المسلمين؟ قال: فاستعن عليه بالسلطان، قال: فإن نأى السلطان عني؟ قال: فاقبل دون مالك حتى تكون من شهداء الأعراف أو تمنع مالك" (المآل بعدہ ۴۴۸)۔

(حضرت ابن عمرؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: رسول اللہ ﷺ ایک ظالم شخص آ کر میرا مال لینا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اللہ کی پوری قسم، اس نے عرض کیا: اگر وہ پھر بھی نہ مانے؟ آپ نے فرمایا: اپنے قریب کے مسلمانوں سے اس کے خلاف مطالبہ کرو، اس نے عرض کیا: اگر میرے قریب کوئی (مہاجر) سلطان نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سلطان وقت سے مطالبہ کرو، اس نے عرض کیا: اگر سلطان بھی مجھ سے دور ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مال کی مدافعت میں

ہو تو ترتیب کی رعایت و خیال رکھنا ضروری نہیں ہے۔

۳۔ دفاع کرنے والے کو اندازہ ہو کہ حملہ آور بغیر قتل کے نہیں بھاگ سکتا ہے یا یہ اندیشہ ہو کہ فی لم دور پہنچے قتل ہے تو بغیر رعایت ترتیب قتال جائز ہے۔

۴۔ حملہ آور ایسا ہو کہ شرعاً اس کا خون ہر ہو جیسے کہ مرتد، حربی، یہودی، نصیبی وغیرہ تو بھی ترتیب ضروری نہیں ہے (الموسمہ للفقہ ۱۲۸، ۱۰۷)۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اسلام نے دفاع کو کیا حیثیت دی ہے اور اس کے حدود کیا ہیں ظاہر ہے کہ دفاع کرنے والے کے اندر دفاع کرنے کی صلاحیت و استطاعت کا ہونا بھی ضروری ہے، اور کل حکومتوں کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور دفاع کرنے میں یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ کہیں اس سے زیادہ بڑے شر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

حضرت تھانوی کا فتویٰ:

اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے حضرت تھانوی کا ایک فتویٰ مذکور ہے: ”استطاعت (قدرت) سے مراد یہ ہے کہ اس اہل پر قدرت ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایسا خطرہ بھی نہ ہو جس کی نہ وقعت (دفع کرنا) ممکن غالب عاوض ممکن ہو، ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور وقعت کی استطاعت کے لئے پہلی استطاعت و استطاعت القویہ (مقتضی کام پر قدرت ہونا) کافی نہیں بلکہ استطاعت شریعہ (جس کی تفصیل حضرت نے اوپر بیان کی ہے) شرط ہے، اگر کامیابی کی توقع غالب نہ ہو تو ایسے افعال (مقابلہ کرنا) جائز نہیں اور نہ ان میں اجر ہے“ (ازہب ویاسر ص ۱۱۵)۔



عالمی امن و سلامتی - اسلامی نقطہ نظر سے

مولانا محمد رفیع

پروفیسر خلیفہ احمد خان

سلام، رست و راست اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ یہ ایسا مذہب ہے جس نے انسانیت کو سکون و اطمینان کی دولت بخشی ہے اور جنگ و جدال سے اس کو نجات دلایا ہے۔ اس نے ایک بے قصور انسان کے قتل کو چوری انسانیت کی چوری اور اس کے قتل کے برابر چھپا ہے بلکہ باضورت کسی جانتا دہشت گرد کو ہلاک کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم سبھی پر دسیوں کے حقوق اور ان کے مادی اور معاشی معاملات میں ہمدردی اور فیروغی کی تاکید کی ہے۔ ظلم و ستم کو ہر طرح سے مبرا قرار دیا ہے۔ ظلم کے خاتمہ کے لئے جدل لینے کی اجازت تو دی ہے لیکن اسی کے بعد اس سے تجاوز کرنے کی شدید ممانعت کر دی ہے۔ غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ و دعوت کا حکم دیا ہے لیکن کسی پر جو دہشت گردی کرنے پر روک لگادی ہے۔ سلام کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے اسلام کی ایسی روشنی پائی اور گاہک تعلیمات آتی ہیں جن کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ابتداء سے ہی دشمنان اسلام کا ایک گروہ اور اسلام مخالف سرگرمیوں میں ملوث رہا ہے اور اسلام کے دشمن اور گاہک چہرے کو داند اور دور بھیا تک صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی پاکیزہ اور بدل و مساوات پر مبنی تعلیمات اس گروہ کے ذاتی مفادات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ اور ان تعلیمات کی کشش سے

وہ خوفزدہ ہے۔ آج بھی اس کی مخالفت جاری ہے۔ نزدیکِ مخالفت وہ بینہ یار کے پوچھنے سے بہ اسلامی تعمیرات، عمارتوں کو، لے کر کسی شمشیر بوزی ہیں۔ اسلام کو بددشتمت کر دیتی ہے۔ تو زہرِ ابھرا ہے۔ نہ رتی دنیا میں کھمبے عام ہے شرعی سے اسلام کو بددشتمت کر دیتی ہے بددشتمت کر دیتی ہے۔ اس کے مضامین اور بیرونی و داخلی کو بددشتمت کر دیتا ہے۔ بددشتمت کر دیتا ہے۔ بعض لوگ اسلام کو بددشتمت کر دیتے ہیں۔ ایک نرم اسلام اور دوسرا بددشتمت کر دیتا ہے۔ اس شیعہ پر پوچھنے کے لئے کہ حقیقت سے واقف ہوئی کہ یہ ستر ہو رہے ہیں اور ان کے دوسرے اسلام کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے اس بات کی شہید ضرورت تھی کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس اسلام کی حقیقت معلوم کی جائے۔ پناہی مجھے۔ حدِ خوش سے کہ اسلام ایک فخر و کبریا (اللہ یا) کے اس طرف کو چوکی۔ اور اس موضوع پر سینار منہ مقدم کر رہی ہے۔ اشارہ اس کا یہ سینار منہ ضرورت کی فیکٹری کی طرف ایک ترپیش رفت ثابت ہوگا۔

۱۔ دہشت گردانہ کوئلہ بندی میں Terrorism کہا جاتا ہے۔ انگریزی لغت میں اس کا معنی "تخریب بندی" ہے۔ ان کے Terrorist ہے جس کے معنی ہیں "تخریب پسند، جو بددشتمت، غمخیز، غمخیزوں سے مرعوب یا مغلوب" بنانا یا ان طریقوں کا جی ہوا۔

عربی میں اس معنی کے لئے لفظ "ارهاب" استعمال ہوتا ہے۔ "ارهاب" اور "ارهاب" کے الفاظ قرآن کریم میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دو اصطلاحیں اور زبانِ احزاب میں ہے:

"ارهاب" : خوف، اُڑھ، استرہاب (خوف) میں ہے۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰

”الرهبة والوعب - مخافة مع نخور واضطراب“ درہ اور دہب کے معنی

ایسے خوف کے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب شامل ہو (السررہ ۲۰۵)۔

جدید عربی لغت (۱۹۸۱ء) میں ہے:

”الارهاب : رعب تحدثه أعمال العنف كالقتل والمصادمات أو

التخريب“۔

”الارهابي: من يلجأ إلى الإرهاب بالقتل أو بالقضاء المصغرات أو

التخريب لإقامة سلطة أو تفويض أخرى“۔

دہشت گردی: تشدد کے اظہار جیسے تخریب کاری، بم اندازی اور قتل سے پیدا ہونے

والا خوف ہے۔

دہشت گرد: کسی حکومت کے قیام یا کسی حکومت کے خاتمہ کے مقصد کے تخریب کاری،

بم اندازی یا قتل کے ذریعہ دہشت پھیلانے میں مصروف شخص ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں دہشت گردی کی یہ تعریف کی گئی ہے:

A Systematic use of terror or unpredictable violence

against governments, publics or individuals to attain a political objective.

”کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لئے حکومتوں، عوام یا افراد کے خلاف دہشت یا غیر

متوقع تشدد کا منظم استعمال کہتا ہے۔“

عربی لغت ”الرائد“ میں ارہاب اور ارہابیوں کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے اور

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں دہشت گردی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اس زمانہ میں مانج دہشت

گردی کے حقیقی مفہوم کی درستی سے قاصر ہے۔ کیونکہ اس میں اس سلسلے کی بعض اہم چیزیں ذکر

نہیں کی گئی ہیں۔

دہشت گردی کا حقیقی مفہوم کسی خاص یہی مقصد کے پیش نظر قتل و غارت گری کرنا اور
 تہذیب و فساد پیدا کرنا ہے جس سے کسی خاص شخص یا کسی خاص جماعت یا کسی خاص خبیثہ کو شدید خوف
 و ہراس میں مبتلا کیا جائے۔ یہ خوف و خطرہ عقیدہ دین کے تعلق سے بھی ہو سکتا ہے، جان و مال
 کے تعلق سے بھی اور عزت و آبرو یا ملک و وطن کے تعلق سے بھی۔ خواہ یہ عمل انفرادی طور سے انجام
 دیا جائے یا اجتماعی طور سے۔ یعنی اس کے انجام دینے والے کچھ افراد ہوں یا پوری حکومت اس
 عمل ملوث ہو۔ یہ سب دہشت گردی ہے۔

ماہر عالم اسلامی کی جانب سے دہشت گردی کی جو تعریف کی گئی ہے اور بہت حد تک
 صحیح معلوم ہوتی ہے، وہ درج ذیل ہے:

”الارهاب: هو العدوان الذي يمارسه أفراد أو جماعات أو دول بغية
 على الإنسان دينه ودمه وعقله ومانه وحرره، وبشمل صنوف التخويف
 والأذى والتهديد والقتل بعرو حق وما ينصل بصور العرابة واخلابة الحيل
 وقطع الطريق وكل فعل من أفعال العنف أو التهديد يقع تنفيذا لمشروع
 إجرامي فردي أو جماعي ويهدف إلى إلقاء الرعب بين الناس أو ترويعهم
 بإيذائهم أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر، ومن
 صنفه إلحاق الضرر بالبيئة أو بأحد المرافق والأماكن العامة أو الخاصة أو
 تعريض أحد الموارد الوطنية أو الطبيعية للخطر فكل هذا من صور الفساد في
 الأرض التي نهى الله سبحانه وتعالى المسلمين عنها“ (المسلم ۱۱: ۱۷۶)۔

(دہشت گردی ظلم و ستم کی ایسی کارروائی ہے جس کو کسی انسان کے دین، جان، عقل،
 مال اور عزت و آبرو پر لہ کرنے کے لئے افراد یا جماعتیں یا حکومتیں انجام دیتی ہیں۔ یہ کارروائی
 خوفزدہ کرنے، تکلیف پہنچانے، مشکل و ناخوشگوار صورتحال کو پیدا کرنے اور بڑھانے کی

صورتوں کو نشان ہے۔ اس میں تشدد اور اہمکنی کے وہ تمام احوال و اوضاع ہیں جو کسی فرد یا انسانیت کے مجربات، شعور، وجود، گمراہی کے لئے انجام دینے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو اس کے درمیان خوفناک ماحول پیدا کر دیا جائے، یہ ادراسی کے ذریعہ ان کو خوف، اندیشہ میں مبتلا کر دیا جائے یا ان کی زندگی، آزادی، سلامتی اور ان کے عادات کو خطرے سے دوچار کر دیا جائے۔ دہشت گردی کی مختلف قسموں میں سے یہ بھی ہے کہ قضا کو خراب کر دیا جائے، پہلے پانچویں صنعت کی چیزوں یا اذکار میں سے کسی کو نہ کر دیا جائے یا سبکی اور قدرتی وسائل کو نقصان سے دوچار کر دیا جائے یہ تمام افعال زمین میں لٹا دیے گئے کی مختلف صورتوں میں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔

اس سے یہ بات ابھی مراد آتی ہے کہ دہشت گردی کی شرعی اور عقلی بنیاد یہ ہے کہ بدترین صورت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں لٹا دیے اور پھیلانے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس پر سخت سزا مقرر فرمائی ہے اس لئے دہشت گردی جو حقیقت میں فساد کی ایک شکل ہے قطعاً غیر اسلامی تصور ہے۔ یہ اسلامی قانون کے اعتبار سے جرائم اور سخت ترین سزائی مستوجب ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے اس کی حرمت اور اس پر سخت ترین سزا کا ثبوت ملتا ہے۔ چند آیات بخیر ہیں:

”إِنَّ جَزَاءَ الَّذِينَ يَحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَوْجُلُهُمْ مِنْ حِلَافٍ أَوْ يُنْفَرُوا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جَزَاءُ حَرِيٍّ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ (سورہ بقرہ: ۲۱۷)

(یعنی سزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ان کو سزا دی جائے یا ان کے لئے عذاب یا ان کا لنگھنا جب تک کہ ان کے لئے عذاب یا ان کا لنگھنا نہ ہو اور ان کو سزا دی جائے یا ان کے لئے عذاب یا ان کا لنگھنا نہ ہو)

میں سوالی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

اس آیت کریمہ میں محاربہ اور فساد فی الارض کی سزا متعین کی گئی ہے۔ محاربہ حرب (جنگ) سے مشتق ہے اور محارب (امن و سلامتی) کے بالقابل متقابل ہوتا ہے۔ اس سے محاربہ کے معنی ہوئے جدوجہد، پھیلاؤ اور ملاحضہ کو فتح کرنا۔ یہ سزا ان لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہے جو اپنی چوری طاقت و قوت سے حملہ آور ہو کر امن و امان کو برباد کریں، حکومت کے قوانین کی حادہ خلاف ورزی کریں اور عوام کے جان و مال و آبرو پر دست درازی کریں۔ ان کی دوسرا متعین کی گئی ہے: ایک اخروی اور دوسری دنیوی۔ اخروی سزا کو عذاب عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے اور دنیوی سزا کے چار طریقے بتائے گئے ہیں:

۱۔ قتل: یعنی ان فسادوں کو قتل کر دیا جائے، ۲۔ سولی: ان کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ ۳۔ ان کے ہاتھ پاؤں مختلف جانب سے کاٹ دیے جائیں ۴۰۔ ان کو قید کر دیا جائے۔ ان چاروں طریقوں میں سے کسی یک پر عمل کرنے کا حکمت و انقیاد ہے۔ فرض شریعت اسلامی میں فساد فی الارض کی اتنی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ اور چونکہ بہشت گردی اور فساد فی الارض کی جی ایک قسم ہے اس لئے اس کی بھی جی سزا ہوگی۔

۲۔ "وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُنْكَرِينَ" (سورہ

نمل: ۱۷)۔

(اور زمین میں فساد نہ پکڑ، بلاشبہ نہ تھا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا

ہے)۔

۳۔ "وَلَا تَفْسُدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" (سورہ اعراف: ۵۶)۔

(زمین میں فساد نہ پھیلانے کی اصلاح کے بعد)۔

۴۔ "إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلُمُونَ النَّاسَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ

الحق اولئك لهم عذاب اليم" (سورہ شوریٰ: ۴۰)۔

(ماست النبی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں مافوق فساد پر پائے کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

۵- "واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنبیل
واللہ لا یحب الفساد" (سورہ فرقہ: ۲۰-۲۱)۔

(اور جب وہ پیچھے جا۲ ہے تو پوری کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کر دے اور
کھیتوں اور نسلوں کو تباہ کر دے اور اللہ تعالیٰ خدا کو پسند نہیں کرتا)۔

درجہ بنا چاروں آیات میں تمام قسم کے فساد انگیزی سے روکا جا رہا ہے۔ جس میں قتل
و عارت گری، اسول کا اونٹ کھوٹ، عزت و آدمیت کی پامالی، مکانات، دروگاہوں و آب گاہ و باغ
باغوں کو اکھاڑ دینا، بھتی کو تباہ کر دینا، کارخانوں کو برباد کر دینا اور ہر قسم کی خرابی کا ردائی شامل
ہے جس سے ملک کی معاشی و اقتصادی خوشحالی متاثر ہو۔ دہشت گردی میں بھی سب چیزیں نشانہ
جنی ہیں اور ان سب چیزوں کا نقصان ہوتا ہے۔

ان سب آیات سے دہشت گردی کے حرام ہونے اور اسلامی تعلیمات کے خلاف
ہونے کا مکمل ثبوت مل جاتا ہے۔ اس لئے کسی فرد یا جماعت یا حکومت کے لئے یہ قطعی جائز نہیں
ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لئے دہشت گردی کو اپنا طریقہ کار بنائے، اس کے ذریعہ
کسی بے گناہ طبقہ یا عوام اور رعایا کو شہید یا جانی و مالی تکلیف دہیت میں مبتلا کرے، اس کی عزت
و آدمیت کو پامال کرے اور: بین عقیدہ اور وطن کے بارے میں اس کے دل میں خوف و اضطراب پیدا
کرے۔

۲- کسی حکومت کا اپنی رعایا میں سے کسی خاص طبقہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھنا،

اس کی جان و مال کی حفاظت نہ کرے، بلکہ جان و مال کی تباہی کی کوشش کرتا، ایسے حالات پیدا کر دیتا جس سے اس طبقہ کی نسل کشی ہوتی رہے۔ معاشی، نسلی، دینی ہر اعتبار سے اس کا اتصال کرے، یہ بھی دہشت گردی ہے اور یہ ریاستی دہشت گردی ہے۔ یہ انفرادی دہشت گردی سے زیادہ سنگین اور زیادہ خراب نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ اسی ظلم و ستم اور انسانی کے نتیجہ میں انفرادی دہشت گردی جنم لیتی ہے۔ اور پھر وہ سلسلہ چل پڑتا ہے جو چودے ملک اور اس کے نظام کے لئے تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ جب ملک کے تمام طبقوں کے ساتھ انصاف و مساوات کا سلوک کیا جائے اور ان کو ان کے حقوق دے دیے جائیں لیکن کسی ایک طبقہ کے ساتھ شدید ظلم و ستم کا سلوک روا رکھا جائے اور ان کے حقوق منہرب کر لئے جائیں تو وہ طبقہ یقیناً کچھ عرصہ کے بعد اپنے حق کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا اور پہلے تو مناسب امداد میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرے گا لیکن جب اس کا اس میں ناکامی ہوگی تو وہ دہش گردی کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

اس وقت دنیا میں جہاں جہاں دہشت گردی کی تباہی پھرتی ہے ان میں سے اکثر جگہوں میں اس کی اصل وجہ یہی سرکاری دہشت گردی ہے۔ اس کی وجہ سے ملکی و معاشی نا انصافی اور ظلم و ستم سے عاجز آ کر کوئی ایک طبقہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے اپنے اور دوسروں کے جان و مال کو بے دریغ ضائع و برباد کر رہا ہے۔ اور یہ کوئی آج کی نئی بات نہیں ہے بلکہ قبل سے دہا ہوتا آ رہا ہے اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱۔ سویت یونین کے قیام کے بعد وہاں کی چار حکومتوں نے اپنے عوام خصوصاً مسلم عوام کے ساتھ جو خالانہ سلوک کیا اور ملکی مصادر میں قید کر کے دنیا سے ان کا تعلق قطع کر دیا جس کے نتیجہ میں لاکھوں افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آخر سویت یونین کے زوال کے بعد اس حصار سے عوام کو نجات ملی۔ متعدد دھماکے آزاد ہوئے اور دنیا سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ یہ اسی

ریاستی دہشت گردی کا ایک مکمل نمونہ ہے۔

۲۔ چیچنیا میں روسی حکومت نے جس طرح چیچنیا کی مسلمانوں کے ساتھ ظلم، تشدد کیا، ان کو سرگرداں رکھا ہے۔ ان کی حقوق تلفی ہو رہی ہے۔ منظم طور سے ان کی نسل کشی کی جا رہی ہے۔ ان کو مکمل طور سے مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔ یہ بھی سرکاری دہشت گردی کی نمایاں مثال ہے۔ جس کے نتیجے میں وہاں کی عوام نے عظیم بغاوت بلند کر رکھا ہے۔ حکومت اور عوام میں شدید مخالفت جا رہی ہے۔

۳۔ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس سرزمین فلسطین میں جس طرح امریکہ اور برطانیہ کے اشارے و رہن کی فوجی کوششوں سے مسلمانوں کی حکومت کو ختم کر کے ایک سخت حصص یہودی و مسیحی حکومت قائم کر دی گئی اور وہاں کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ روزانہ مسلمانوں کا قتل ہو رہا ہے۔ یہ بھی سرکاری دہشت گردی کی ایک مکمل مثال ہے۔ اس کے رد عمل میں وہاں کے رہنے والے اصل باشندوں نے سرکاری دہشت گردی کا جواب جماعتی دہشت گردی سے دینا شروع کر دیا ہے۔

۳۔ کسی طبقہ کے ساتھ ہونے والی نا انصافی کو ظلم و ستم کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے رد عمل اور احتجاج کے عزم میں بھی فرق ہو گا۔ اس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اگر نا انصافی اور حق تلفی اس طرح ہو رہی ہے کہ زندگی کی بعض ایسی سہولیات سے ملنا کو محروم کیا جا رہا ہے جس سے معاشرہ کے دوسرے افراد فیضیاب ہو رہے ہیں۔ مثلاً طرز مت میں تعصب برتا، معاشی و تحصيل کرنا، زیادہ تنگی لگا دینا، جنگ پالی سے محروم کر دینا وغیرہ تو ایسی صورت میں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے احتجاج کرنا جائز ہے۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ ”الضرر يزال“ یعنی لائق ہونے والے ضرر اور تکلیف

و مشقت کو بردہ کر لیا جائے گا۔

۲- اگر انصافی و حقوق سلبی کا تعلق جان و مال اور عزت و آبرو سے ہے تو انکی صورت میں امتحان کرنا اور اپنے حقوق کے لئے لڑنا واجب ہے۔ کیونکہ انسان پر اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ اور ان کی حفاظت میں جو جان و مال کے ان کو شریعت نے شہید کا درجہ دیا ہے۔

”فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم“ (۱۳۰: ۱۱۴۳)۔
 (جو تم پر زیادتی کرے تم میں پر زیادتی کرو ای قدر چھٹی زیادتی اس نے تم پر کی ہے)۔
 ”عن سعيد بن زيد قال قال رسول الله ﷺ: من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون شمه فهو شهيد“ (نسائی ثواب عابدہ ۱۰۷: ۱۰۷۴)۔

(حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے ہلاک ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے ختم ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے)۔

۳- اگر انصافی اور ظلم و ستم کا تعلق دین اور مذہب سے ہے کہ اسلامی احکام کی اراشیں میں رکاوٹ ڈالی جا رہی ہے دین و شریعت پر حمل کیا جا رہا ہے اسلحہ و مروت کا جیس توڑی جا رہی ہیں، اسلامی تعلیمات پر عمل و شعور بنایا جا رہا ہے تو اس کے خلاف احتجاج کرنا اور اس کے قانع میں اٹھ کھڑا ہونا شریعت میں فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ خواہ اس سے لئے حکومت وقت سے خبردار نہ ہو۔

”اِذْنٌ لِلَّذِينَ يُبْذَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَنَىٰ مُصْرِهِمُ لَقَدِيرٌ“۔

اُخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُولُوْا رَسَالَتُ اللّٰهِ وَلَوْ لَوْنَا دَفَعَ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا لَّفُحِمَتْ صَوَامِعُ وَبِيعَ وَحُلُوْلَتُ وَعَسَاجِدُ بِذِكْرِ فِیْهَا اِسْمِ اللّٰهِ کَثِیْرًا
وَلِیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیْ عَزِیْزٌ (سورۃ بقرہ: ۲۱۷-۲۱۸)۔

(جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے ان کو) جہاد کی اجازت دے دی گئی اس پر کہ
ان پر ظلم کیا گیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گمراہوں سے
ناحق نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اللہ بھلاؤ کرتا
لوگوں کا ایک دوسرے سے نکرارت و منہدم کر دہی جاتیں خائف ہیں، عیاں ہے کہ انہوں نے اپنے
جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے
دین کی مدد کرنے کا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوت والا زوردار ہے۔)

”هَالِكُمْ لَا تَقْلُقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَظْعِفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الْمَدِيْنِ يَقُوْلُوْنَ وَيُنَا اُخْرُجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا“ (سورۃ نساء: ۷۵)۔
(تم کو یہ ہوا کہ تمہیں نرے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد،
عورتیں اور بچے، جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں کسی ہستی سے نکال جس کے رہنے والے
ظالم ہیں)۔

ان آیتوں میں جہاد کی فریضت کا تذکرہ ہے۔ جہاد کا ایسا وجہ یہ بیان کیا گیا کہ ان
لوگوں پر ظلم کیا گیا ہے اس لئے یہ لوگ جہاد کر کے بدر نہیں گئے۔ اور دوسری بات یہ بتائی گئی کہ
قال: جہاد کا تھم کوئی یا نہیں ہے۔ انبیاء و صالحین کے راستے سے چل رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس
کے ذریعہ اس حق کے ہاتھوں اہل باطل کو کمزور نہ کرتا تو یہ ساری عبادتیں جو مختلف مذہب کی
ہیں باقی نہ رہتیں بلکہ اہل باطل کے ہاتھوں و عداوی جاتیں۔ جہاد کے ذریعہ ہی اہل حق نے اہل باطل
پرستوں کے حملوں کا دفاع کیا اور دین اور اس کے شعائر باقی رہے۔ اس لئے جب دین و شریعت

پہلے جو تو ان کا دھوکہ فرشتا جاتا ہے۔

ایسا ظلم و جبر، ظلم و ظلم کا نشانہ بنا ہوا ہے اور یہی معاشی، مذہبی اور دینی اعتبار سے اس کا اقصا کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسے لوگوں سے ظلم کے خلاف یہ مظلوم طبقہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور احتجاج پڑا، رو رو جاتا ہے تو یہ اس کا غرض حق ہے۔ اس کو بدست گردی سے تعبیر کرنا بدست نہیں ہے، کیونکہ دین کی اصل آیت تیرہ سے اس کی اجازت ملتی ہے:

والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون رجزاً مئة مئة منها" (١٢٤)

شوک، ۱۹۷۰ء۔

(اور وہ لوگ کہ جب ان پر زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی

مذاق ہے۔

”وَإِنْ عَافَيْتُمْ فَاعْفُوا بِمِثْلِ مَا عُوْفِيْتُمْ بِهِ وَلَنْ حُجِرَ تَلَوُّهُ خَيْرٌ

بالعبارتين^{١٤} (٢٠٦: ٢٠٧).

(اگر اگر جہاں لوتو ای قندہ بدر و مس قد تم کو تکلیف پہنچانی گئی ہے۔ اور اگر صبر کرنا تو یہ

بہتر سے میر کرتے دلوں کے لئے۔۱۔

ان دونوں آیات سے اپنے لوہے کے مجھے ظلم دہم کا بدر لینے اور اپنے حقوق کے مطالبہ

مے لئے اچھا کھانا بنانے کی چوڑی اجازت ملتی ہے۔ نیز، ہر طرح کی زیادتیوں پر احتجاج ہے۔

کیا ہمارے اور عالم حکومت کے خلاف تحریک نہ چرائی جائے تو ظہور ملت عالم عصمت کی چیز ہے

دہلیوں کا کارہائز مسندِ ہستی سے فخر ہو جائے اور اس لئے اپنے انسانی حقوق کے حصول کے لئے

پہلی طاقت و قوت ہے جدوجہد کرنا، ہمت کرنا، ہمت کرنا ہے۔ یہ پہلے میں قوت و قوت ہے

خلاف اس سے جگہ زیادتی مہربانی ہے تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔ لیکن فقہاء کرام نے قاعدہ

”انصروا اللہ ونبیہ انظروا“ کے تحت پڑھنا یہ ہے کہ اُن کی ٹھیں پر کوئی قلم آ رہا اور

وہ مظلوم شخص اپنے دفاع میں اس سے مقابلہ کرے۔ اور اس مقابلہ میں جغذہ آور کی موت ہو جائے
ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے، کیونکہ اس نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے دفاع کیا ہے۔

”وَدَفَعَ الصَّافِلُ رَنُوْا اَدَى اِلَى قَتْلِهِ“ (الاشیاء والحدود)۔

(حمل آور کو روکنے کی اجازت ہے اگرچہ نتیجہ اس کے قتل تک پہنچ جائے)۔

۴۔ مظلوم بلکہ کو ظالم گروہ یا ظالم حکومت سے بدلہ یا انتقام لینے وقت اس بات کا خیال
رکھنا ضروری ہے کہ حقوق سلبی اور ظلم و تعدی کے رد عمل میں معصوم اور بے گناہ لوگوں کی باتوں اور
ان کے اموال کو تباہ و برباد نہ کیا جائے اور نہ ان کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے کیونکہ اپنے
سلب شدہ حقوق کی بازیافت اور اپنے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کی ممانعت کی شریعت نے
اجازت دی ہے بلکہ یہ شریعت میں مطلوب بھی ہے لیکن بے گناہوں پر ظلم و تعدی کرنے سے سختی
سے منع بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ جنگ میں عورتوں، بچوں اور ضعیف پوزیٹوں کو قتل کرنے
پر پابندی لگا دی ہے۔

”عن ابن عمرؓ قال: وجدت امرأة مفعولة لمي بعض غلّازی رسول الله

ﷺ فنهي رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبان“ (بخاری: کتاب لہ: ۱۲۶۳)۔

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک

متحول عورت پانی لے کر آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا)۔

اسلامی فوج و روانہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے جو نصیحت فرمائی سن میں یہ بھی

فرمایا:

”لَا تَقْتُلُوا صَبَحًا لَّائِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً“ (ابن ماجہ: کتاب

لہ: ۱۲۵۹)۔

(بے حد بوز و غلغلہ، نعرہ بازی کی صورت میں پھر نے کا اور یہ بھی صورت کو)۔

”عمر رباح بن ربع“ قال: كما مع رسول الله ﷺ في غزوة فؤى الناس محتشمين على شيء فبعث رجلاً فقال: انظر عني ما اجتماع هؤلاء، فجاء فقضى على امرأة قتيل. فقال: ما كانت هذه لتقتل. قال: وعلى المشمة حالد بن الوليد ورضي الله عنه فبعث رجلاً فقال: قل لخالده لا تقتل امرأة ولا عسيفاً“
(الدرر المندرة: كتاب النكاح: باب في نكاح النساء: ١٩٢)

(حضرت دہانہ میں روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک فرد وہاں میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو کسی چیز پر جمع دیکھا تو ایک شخص وہ بھیجا کہ وہ قطعاً وہ لوگ کسی چیز پر بھیڑ لگائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آ کر کہا کہ ایک متون عورت پر بھیڑ لگا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قتال میں شریک تو نہیں تھی۔ مقدمہ لکھیں کہ حضرت خالد بن الولید تھے، آپ ﷺ نے یہ آدھی بھیج کر ان کو بلایا کہ کسی عورت اور مرد اور قتل نہ کرو۔ اور ہم بنا حسن شہداء فرماتے ہیں:

”وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَقْتُلَ الْمَاءُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَلَا الصَّبِيحُ وَلَا الْغَائِبِينَ
وَلَا الشَّيْخُ الْفَانِي لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَاقْتُلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْقَهُونَكُمْ...
بِرَأْسِهِ... وَهَؤُلَاءِ لَا يَقَاتِلُونَ رَحِمَى اسْتَعْظَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَتْلَ الْمَاءِ طَارِئًا
هَذَا بِقَوْلِهِ: هَاءُ، مَا كَانَتْ هَذِهِ تَقَاتِلُ، أَدْرَكَ حَالَهَا وَقِيلَ لَهُ: لَا تَقَاتِلُ ذُرِّيَّةَ وَلَا
عَمَلًا“ (شرح مسند الشيخ ٥: ١٠٠ - ١٠١).

داعشی حرب کی محروقیوں، بچوں، معنوں اور بے حد ہونے کے دکھان کر، حساب نہیں ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے اس رشاد کی وجہ سے کہ، اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرنا جو قرآن سے جنگ کر
 رہے ہیں۔ اور یہ لوگ جنگ نہیں کر رہے ہیں اور جس وقت حضور ﷺ نے عراق کو سے قتل و

بڑی غلطی فراموشی اس کی طرف اپنے اس قول سے، اشارہ فرمایا: آدایہ تو جگہ نہیں کرتیں۔ خالد
سے پ کر کہو کہ پچھو، خواہ مرد و کو قتل نہ کریں۔

۵۔ فقہ سماعی کا مشہور مسئلہ ہے کہ جگہ میں کسی محرمت کو، کسی بچہ کو، کسی ازواجہ و رفقہ ہونے سے
کو، کسی ہمارے کو اور کسی تاجینہ و قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآنی احکامات خائفہ سے: وہی ہے اور قرآنی
ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی۔ یہ ایہ میں ہے:

"وَلَا يَغْلِبُوا امْرَأَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا شَيْخًا قَانِيًّا وَلَا مَقْعِدًا وَلَا أَعْمَى لَأَنَّ

الْمَبِيعَ لِلْفَقِيرِ هُوَ الْحَرَبُ وَلَا يَتَحَقَّقُ مَبِيعٌ" (ابن تیمیہ: کتاب الیم، ۱/۵۶۲)۔



دہشت گردی کی حقیقت

اور اسلام میں اس کا حل

مولیٰ نعیمی، ایمان

ترجمہ: حبیب الرحمن ندوی

اسلامی اور انسانی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف پر ایک نظر:

پچھلے چار سالوں میں دہشت گردی کے تعلق سے بہت سی تحقیقات منظر عام پر آئیں۔ بعض نے ان کی تعداد نو سو تک قرار دیا ہے، خصوصی میگزین و ماہنامے شائع ہوئے، بلکہ علمی مراکز و معابد تک کا قیام وجود میں آیا، دہشت گردی سے لڑنے کے لئے طریقہ طرح کی امرتجی اور طریقہ کار پیش کئے گئے، دہشت گردی سے لڑنے کے لئے اتنی فوجوں کو تربیت دی گئی جن کی تعداد خود دہشت گردوں سے سجاوڑ ہے، بلکہ شاید دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر خود دہشت گردی کا ارتکاب کیا گیا، اس کیسے کے ملانے کے لئے بے شمار سمینار اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں، باب اللہ، اننا، الامم، عربی، روس، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان سب کے باوجود دہشت گردی کا مفہوم مسلم کا مبہم رہا، اس کے متعلق لکھنے والے سوالات پر جواب روئے گویا خود امر مقصود ہے جو دہشت گردی کی مخالفت و ممانعت کے دعویدار ان کو سخت ترین دہشت گردی کے ارتکاب و غرور و تکبر کے مطابق ہے، قوموں کی نسل کشی، ان کے حقوق کی پامالی، ان کی دولت کے سرچشمیں لٹا کر بادلی اور ان کی عزت و آبرو سے کھٹواڑ کرنے کا جواز فراہم کرتا ہے۔

حق تعالیٰ نے دہشت گردی کی ۱۰۹ تعریفوں کا ذکر کیا ہے، اور پھر اس نے خود اس کی تعریف یوں کی ہے:

دہشت گردی کھٹکٹ و تازع کا ایک اسلوب ہے جس میں رمزی شکار شدہ کے فعال جوف کے طور پر کام کرتے ہیں۔ یہ مہر نرم و فعال شکار کی جانت اپنی خصوصیات کے ساتھ کسی دوسرے گروپ یا جماعت کی خصوصیات میں اثر اک کا رشتہ رکھتی ہے جو اس کی قربانی کے لئے غضب کرنے میں بنیاد و اساس کا کام کرتی ہے۔ تہذیب و تمدن دیا و مکتبی کے استعمال سے اس جماعت یا طبقہ کے دوسرے افراد مستقل خوف و دہشت کی حالت میں رہتے ہیں، اور یہ جماعت جس کے افراد کے احساس امن کو بالخصوص پارہ پارہ کیا جاتا ہے وہی اس مستقل خوف و دہشت کا جوف بنی ہے۔ جس کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی قربانی و اکثر مشاہدین کی نگاہ میں غیر طبیعی عمل سمجھا جاتا ہے۔ ابھی تو اس عمل میں قہر و شدت و شدت کی وجہ سے ابھی دہشت کی نامناسبیت کی وجہ سے (مثلاً: زمین و آسمان کے زمانے میں) اور ابھی مکان کی نامناسبیت کی وجہ سے (جیسے میدان جنگ کے علاوہ ہو) یا روایتی جنگ میں رائج و متداول قواعد کی عہد پابندی کی وجہ سے (۱۱ باب ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲) اسی طرح وہ اس کی خلیل تعریف کرتا ہے جس کا کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔

جبکہ جنکینز نے دہشت گردی کی تعریف یہ کی ہے کہ: دہشت گردی وہ عمل ہے جسے ہر کے اشخاص انجام دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ عجیب و غریب تعریف ہے اب کوئی اچھے برے اور خیر و شر کی قدیدہ کرے گا؟ کیا وہ وہی مفرد و متکبر حاکم و رئیس ہیں جو انسانیت کی قسمتوں سے کھیلنے ہیں جن میں سرفہرمت آج امریکہ ہے؟

استاذ شریف مسیحی نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ:

دہشت گردی وہ عمل ہے جو تشدد کے استعمال کا طریقہ ہے، جس پر اعتقاد و ایمان نہیں

[illegible]

اگرچہ کسی ایک معرکے کا قانون ہاں ہے اور ۱۹۶۸ء میں ویانا میں منعقدہ قانون
میں ان کے انتظامات میں اس تعریف کو قبول بھی کیا گیا ہے، لیکن اس تعریف میں بعض قومی
خواجہ و خواجہ ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ اس میں انفرادی و مشترک قومی چارٹر لیا گیا
ہے اور یہ تعریف چارٹر نہیں ہے۔

جناب شہزادی صاحبہ نے ان اعلانات کی محو قوت میں جیسے جلدی ورنہ ہستی قوانین میں تعقیقات کا مطالبہ کیا ہے اور ہی عرض میں ان قوانین کی سطح پر ان کو دیکھتے ہیں تو ان کے خیال میں یہ تعریف ناقص ہے (ان دو دوہوں کی وجہ سے)۔

یہ لکھنے والی جوتی کا نظریہ بھی قرآن و حدیث میں (قرآن) نے اقوام مختلفہ کی
تعمیر و ترقی میں ایک نئی افواج کا نظریہ کے مطابق دیکھنے کے لئے کئی تائیدیں دی ہیں۔ ان کی
تائید کے لئے قرآن نے انھیں پرکھنے کی بات کی ہے اور اس کے ذریعہ قوموں کی اس جدوجہد کے درمیان
فرق و تمیز کو واضح کیا ہے جو اپنے قوموں کے لئے اور اپنی زمین کی آزادی کے لئے لڑتی ہیں اور
کائنات میں جیتوا میں جیتوا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں شرکت کی و فیصلہ دیا قرآن کی اس اجتماعت میں
مندی و علی اعتبار کے لئے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضرورت دی تھی:

مب سے پہلے اسلامی مساد و مریض کی مراد بحث کرنا کہ یہ اسلامی مقاصد کا
اجتناب نہ ہوئے۔ اور ان افسوس دہان کی معرفت ماضی بوجہ کو احاطہ میں نہ لے کر مقاصد کے اسلامی
ہونے کی بنیاد پر اور چہ انہیں کو بنیاد بنا کر حلال و حرام کے پر نظر آئے۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقی و شفاف فطرت انسانی کا استقرار کیا جائے جو محمد و دو نیک سفا، صحت کے تقاضوں سے پاک ہو، تاکہ انسانی اصول و مہادی کو مستحکم کر کے بین الاقوامی پلیٹ فارم پر عمومی انسانی معیار کے طور پر پیش کیا جاسکے، تاکہ ہمارے مطالبہ کے تحت بین الاقوامی سطح کے مختلف میدانوں پر محیط اور ایک عمومی فریم ورک کی تشکیل کے لائق اور مفید ہوں۔

تیسرے یہ کہ ان اسلامی اور انسانی اصول و مہادی سے ایک ایسی عمومی تعریف مستنبط کریں جو جامع بھی ہو اور مانع بھی، جامع ان تمام مفردات کا جو جو بہشت گردی کے ضمن میں حقیقی ہیں، اور مانع ان تمام احوال و واقعات کے لئے جو جو وہ بہشت گردی کا سبب ہیں، اور اعلیٰ اصول و مہادی انہیں بہشت گردی کے نام سے تعبیر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

چوتھے یہ کہ ہمیں ان تمام واقعات کا جائزہ دینا ہے جو کہ قومی، بین الاقوامی سطح پر بطور بہشت گردی کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں، تاکہ ان نتائج کی روشنی میں ان کی حقیقت و تحقیق کی جائے اور پھر بڑی وقت و دیر بڑی کے بعد اس پر مناسب حکم لگایا جائے، تاکہ کوئی التباس یا ابہام باقی نہ رہ جائے اور ہر عمل کو اس کی حقیقی مغت سے متصف کیا جاسکے۔

اس مقدمہ کی روشنی میں ہم اپنی بات کو چند نکات میں خلاصہ کریں گے:

پہلا نکتہ:

یہ کہنا زیادہ از حد درست ہے کہ بین الاقوامی بلاک، یا ہر ملک یہاں تک کہ ہر جماعت کے کچھ دشمن اور مخالفین ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہتا ہے، جب کنگڈم عروٹ پر ہوتی ہے تو ہر فریق دوسرے کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اس پر طرح طرح کی تہمت طر ازیاں کرتا ہے جسے انار کی پسند، جرم پسند، قانون مخالف، باغی، غیر انسانی اور بہشت گردی وغیرہ جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

بلکہ ہر اوقات ایک فریق اس قسم کے دعوے صرف اس لئے کرتا ہے کہ دوسرا۔
فریق کے حقوق سلب کرنے کے منصوبوں کی تنفیذ کر سکے۔ اور یہاں میں نسبت کا یہ ہوتا ہے کہ وہ
دشمنوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور قومی دشمنی ملحدانہ کے خلاف کا مترتے ہیں۔

اس کام کو انجام دینے کے لئے ہر فریق اپنے اپنے الاقوامی اثر و رسوخ کو استعمال کرتا
ہے تاکہ دوسری طاقتوں کو اپنی جانب کھینچ سکے یا تو قلعی طور پر یا بین الاقوامی پلیٹ فارم اور اداروں
سے ذریعہ اپنی تائید کا شکل میں۔ اس شکل میں مسئلہ ایک عمومی شکل اختیار کر لیتا ہے اور حیت ہوتی
ہے وہ باؤنی، اثر و رسوخ کی اور متاثر کر دینے کی قدرت و صلاحیت کی، اور مطلق تسلیم کا استعمال
نہیں ہوتا۔

یہی سب احساسات کو متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور دہشت گردی مسٹر جیسے
فردوں کے تحت ان مفاد پرستانہ منصوبوں کی تحفید کے لئے جذبات کا ناجائز استعمال کیا جاتا ہے،
اس لئے کہ دہشت گردی اگر اس سے اسباب و فروغ سے قطع نظر کریں تو انسانی طور پر قابل
نہ مستعمل ہے۔ اور کوئی بھی تسلیم خطر انسان انسان کی عزت و آبرو، آزادی و خود مختاری، امن
و امان اور آزادی و معاش و خطرہ میں ڈالنے کو پسند نہیں کر سکتا، یہ ایک ایسا فطری احساس ہے جس
میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسرا نکتہ:

اگر ہم لفظ دہشت گردی کے لفظی، مدال کا متبع کرتے ہیں اور انسانی زندگی پر اس کے
مہلکات کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ دہشت گردی مختلف سطحوں پر ہوتی ہے۔ دہشت گردی
کی ایک قسم وہ ہے جو امن و سلامتی و عزت و آبرو اور جان و مال کو خطرہ میں ڈالتی ہے ایک قسم
تہذیبی و اخلاقی دہشت گردی ہے جو انسانی شخص کو ہمارے گرد و پیش ہے اور خیال و تصور و ریت

کی طرف لے جاتی ہے، دوسری طرف میڈیا کی دہشت گردی ہے جو آزاد اور صاف ستھری فضا میں انسان کے نفس کی آزادی کو سلب کر لیتی ہے، اسی طرح ہم بہت سی دہشت گردیوں جیسے معاشی دہشت گردی، طبی دہشت گردی، سفارتی دہشت گردی اور فوجی دہشت گردی وغیرہ کا نام لے سکتے ہیں۔

دہشت گردی کے عمل کو انجام دینے والے کے لحاظ سے اس کی عملی تقسیم موجود ہے، اور اس تقسیم کو حتمی اعتبار سمجھنا ضروری ہے۔ میری مراد اس سے دہشت گردی کی سرکاری اور غیر سرکاری تقسیم ہے، سرکاری دہشت گردی جو کہ زیادہ خطرناک دہشت گردی ہے، ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس کی تائید کسی ایسے ادارے یا حکومت کی طرف سے ہو، جی ہوجس کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کر لیا گیا ہو، خواہ اس دہشت گردی کو انجام دینے والے ہر ملک کی فوج ہو یا رفاہیوں، جو کہتا ہے یہ دہشت گردی مذکورہ حکومت کے مناد ہیں انجام دہی چاہتی ہو، اس کے مقابلے میں غیر سرکاری دہشت گردی آتی ہے۔

تیسرا نکتہ:

کسی بھی عمل یا سلوک میں ہم دو مندرجہ مضمر پر تو کیز کر سکتے ہیں:

اول: کام کرنے والوں کے دوا کی دوا سہا ب۔

دوم: خود اس عمل یا کام کی انسانوں سے نزدیک مقبولیت۔

یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم نہیں ہیں، کبھی کام کرنے والے کے شخصی اسباب اس کی نگا د میں انسانی ہوتے ہیں حالانکہ عمومی سطح پر جو سلک ہے وہ انسانی نہ سمجھے جاتے ہوں، اور کبھی اس سے برعکس بھی ہوتا ہے۔ عامل کا مقصد کوئی انسانیت پسندانہ نہیں ہوتا، اور شاید اس کی نگا د تصور میں وہ غیر انسانی ہی ہو، لیکن عام منظر نظر سے وہ انسانی تصور میں جاتا ہے۔

میں نے کام کے تعلق سے زاویہ بالے نقطہ مختلف دو جاتے ہیں اور اس پر حسن و قبح کا

ہنگوے اور فی الحقیقت میرا بیٹا نہ تھا۔

المسألة الأولى

[illegible]

مذکورہ بالا آیت کے مضمون اور مفہوم اس سے واضح ہے اور وہ
موجودہ کے ساتھ جنت الارضین میں فساد کی برائی ہے اور اس آیت کے اس بارے
مذکورہ بالا آیت کے مضمون اور مفہوم اس سے واضح ہے اور وہ
اجتہاد الہی ہے۔

پیش روئی و پیشانی

[illegible]

ہیں۔ اسلام بڑی سنجیدگی کے ساتھ ہر قسم کی مختلف انسانی آزادی کی خدمت فرود معاشرہ کی عزت و آبرو اور انسانی قوت اور اس کی تمدنی وحدتوں کے دفاع کے لیے کام کرتا ہے۔ اس پر جو تہذیبی و انسانی قسمی قسمی زیادتی و تشدد و ظلم تصور کرتا ہے اور اس پر اس قدر سخت ترین دلائل میں ایمان رکھتا ہے جو انسانی حالات میں رہنے و سوتے ہوئے ممکن ہو سکتی ہیں۔

اسلام شخصی و جماعتی اصول پیش کرتا ہے اور مسلمانوں پر زیادتی و زیادہ تر اہم اعتبار کرتا ہے۔ وہ دُشمنوں اور پیسے و سامانوں کی حفاظت پر بہت زور دیتا ہے۔ وہ شاید انسانی جماعت و حفاظت کے لئے جہاد کو واجب قرار دے۔ یہاں قرآن کریم میں ہے: "وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ"۔ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ ہے کہ وہ ظلم کا ساتھ نہ دیں یہاں تک کہ اسے انصاف مل جائے۔ حضرت طئی اپنے ذاتی لڑائی و مصیبت فرماتے ہیں کہ تم دونوں ظالموں کے جریف اور مظلوموں کے مددگار رہنا۔ انہوں نے ہی فرمایا کہ لڑیں میری نگاہیں بہت ہی عزیز و محترم ہیں۔ آئندہ میں اس کا حق دلاؤں، اور طاقتور ہمارے نزدیک کمزور بنے گا۔ آئندہ اس سے حق ملے گا۔

اور یہ قرآن کریم میں نعمت امن کا تذکرہ اللہ سے اس قبل میں اور انہیں میں خوف اس امت کی سب سے بہتر بینش ہے جو اسلام امن و امان لاتا ہے، وہ ان چیزوں کو بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے، جو ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ عالم کی نیت میں امن و امان کا وجود اور اس کی مقبولیت عام کے تقاضوں کا اور امن و امان کا یہاں سے ہے۔

ہم دوسرے پہلو یعنی اس کے معاشرہ کی پہلو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس مقام پر ہم اصولوں کو قبول کر سکتے ہیں جن کا اعتبار ہمیشہ سے کیا ہے، جس میں اس نے کامیابی ملنے کوئی شک نہیں، اور اس نے جس و جدائی میں شامل ہیں وہ ہم عالم کی نیت میں امن و امان کا یہاں سے ہے۔

غیر انسانیت اور اس کے قبولِ عام و عدمِ مقبولیت کی تحدید کے لئے دوسرا معیار تصور کرتے ہیں
 ”مہذبہ“، نہ خیال ہے کہ یہ دونوں معیار اکثر اوقات ایک دوسرے سے جوڑتے رہتے ہیں
 اس بات کو یکہ مثال کے ذریعہ سمجھنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کتنی تمام
 لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ مندرجہ ذیل امور میں عدمِ انسانیت کی صفت پائی جاتی ہے، مثال
 کے طور پر:

فحش کاری اور خاندانی... کا نام نہ لے۔

منشیات اور عقلیت پسند شخصیت کا خاتمہ۔

سامراج اور قوموں کی ذلت اور ان کی دولتوں کی نوبت مار۔

عنصریت اور انسانی خوت کا نہ حرم۔

مقتلِ حقوق کی پابندی اور بے مہدی۔

آباد علاقوں پر برہادری، کیمیکل، بائیو ٹیکنالوجی اور ایٹم بم وغیرہ کا استعمال، شہری
 ہو یا زری، دریائے لائیں، سیاحتی اور تجارتی جہازوں پر حملہ اور اس قسم کے دوسرے اعمال جو جنگ
 میں ساری انسانیت کے نزدیک قابلِ مذمت ہیں۔

یہ مثالیں ایسی ہیں جن کے انسان دشمن ہونے میں کسی شخص کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔
 لہذا یہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں ہماری اس تعریف میں مقبول معیار کا کام کریں گی، اسی طرح
 کوئی بھی عمل جو ان کے خلاف ہے اور ان کی حرمت کے لئے انجام پائے گا وہ انسانی عمل تصور
 کیا جائے گا، اگر دوسری انسانی قدروں کی پرہیزی نہ ہوگی ہو تو اس عمل کے ساتھ ہاتھ ملا
 جائے گا۔

چوتھا نکتہ:

دہشت گردی کی اقدار و قربانی:

کئی قوم جو جٹ کے بعد اہم ہاں مقام پا چیں کہ قبائل مذمت و دہشت گردانہ عمل کی ایف جی مع تعریف پیش کر سکیں، اس پر متفق ہوں اور اس کی بنیاد پر اپنا موقف اختیار کریں۔

مجوزہ تعریف پیش کرنے سے پہلے ہم یہ یاد کروں کہ اس تعریف میں مندرجہ ذیل من مہر کی رویت جاری رکھنے کی ضرورت ہے:

۱۔ اس قسمی پھیلنا اور امن کی تمام مختلف قسموں کو پارہ پارہ کر دینا۔

۲۔ غیر انسانی نیت اور غیر انسانی تعلقی بہت۔

۳۔ نظام کی نوعیت اور اس کے مقصد کی عمومی عدم مشابہت۔

۴۔ وسیع و مقصد کی عدم آسانی۔

اس لئے ہماری تعریف اس طرح ہونی چاہئے کہ:

دہشت گردی:

جو دہشت گرد ہے جو مقصد "اسی" دونوں اعتبار سے نہایت دورانی اللہ ارتے منافی ہو اور امن کی ہی بھی ختم کرنے کے لئے خطرہ بن سکتا ہو۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے مندرجہ زیر نکات کو بیان کرتے ہیں:

۱۔ میں الا قومی نے بھی نے ہم نے بشری و انسانی کی اصلاح استعمال کی ہے کہ ہم ان کی فہم کو یقینی بنائے۔ کہ اے رکی وغیرہ کی دونوں اجماع حاصل کر سکیں۔

۲۔ وسیع و بڑے، انہوں نے ماحول کا لحاظ رکھا ہے۔

۳۔ اس باب کی قسموں کی طرف (کسی بھی قسم کے امن) کے لحاظ سے اتنا ذرا ہے۔

۴۔ دینی و انسانی دونوں معیاروں کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔ تاکہ سب سے پہلے ہم اپنے

ایمان سے ہم آہنگ ہوں، پھر اس قیاس و معیار کو عام کر میں۔

۵۔ اس طرح یہ بھی ملحوظ رہے کہ کسی بھی عمل تشدد کا ہونا، بدشت گردی کی مضبوطی سے لئے شرط نہیں ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں ہم ان صفات کی تحقیق کر سکتے ہیں جو اس یا اس عمل پر منطقی کی جاتی ہیں، اور اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ اس صفت کا اطلاق درست نہیں ہوگا:

الف۔ متوی عزائم سرگرمیوں پر جو صرف سامراج، غاصبین اور زبردستی قبضہ کر پھٹنے والوں کے خلاف کی جاتی ہیں۔

ب۔ جھوٹے دعوے کے ذریعہ تھوپی گئی جماعت کی حراست پر۔

ج۔ آمرانہ حکومتوں اور آمریت کی قدم قدموں کو رد کرنے اور اس کے اداروں پر ضربیں لگانے پر۔

د۔ فیلی امتیازات کی حراست اور اس کے قلعوں کے انہدام پر۔

۷۔ کسی بھی قسم کی زیادتی کے بالکل جواب پر اگر دوسرا چارہ کار نہ ہو۔

اس طرح اس کا انطباق اس کسی بھی آدمی پر یکمٹل نہیں ہوگا جس کے ساتھ بدشت گردی شامل نہ ہو، خواہ اس کا مقصد انسانی نہ ہو۔

اسی طرح اس کا انطباق اس انفرادی تخریب کاری پر بھی نہیں ہوگا جس سے کوئی اجتماعی تاثیر مرتب نہ ہوتی ہو۔

یہ اور اس قسم کے اعمال اگرچہ کسی جیت سے قابل مذمت ہو سکتے ہیں لیکن اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ بدشت گردانہ اعمال نہیں ہوں گے۔

جبکہ اس کی تعریف کا اطلاق ہوگا:

الف۔ بری، مجری اور فضائی ہر قسم کے بددینی کے اعمال پر۔

ب۔ تمام سامراجی کارروائیوں بشمول جنگ اور فوجی حملوں پر۔

ج۔ قوموں کے خلاف تمام مستبدانہ کارروائیوں اور آمریت پسندی کی قسم کی حمایت چھ جائیدادوں پر اس کے قہر پہنچے پر۔

د۔ ان تمام عسکری و فوجی اسالیب پر جو انسانی عرف کے خلاف ہیں، جیسے کیمیکل، ایٹمی اور بائیولوجیکل ہتھیاروں کا استعمال، آوارہ لاشوں پر بمباری، گھروں کو آگ لگانا اور مرنے پسند شیر یوں کو در بدر کرنا وغیرہ۔

ه۔ جغرافیائی، شگافی اور سیدائی ماحول کو لوٹ کرنے پر، پورے انسانی فکری، دہشت گردی تو سب سے زیادہ خطرناک قسم کی دہشت گردی ہے۔

و۔ ہر اس عمل پر جو فوجی یا بین الاقوامی معاہدات کو متزلزل کرتا ہو، غریبوں اور محروموں کو نقصان پہنچاتا ہو، اقتصادی و اجتماعی عدالت و فرق کی جڑیں مضبوط کرے ہو، اور قوموں کو ترغیبات کی چیزوں میں جکڑ دیتا ہو۔

ز۔ ہر اس سازشی عمل پر جو قوموں کی آزادی و خود مختاری کے ارادوں کا گلا گھونٹ دیتا ہو اور ان پر ناپاک تحالف قہرپ دیتا ہو۔

اسی طرح تعریف نہ کرنی، کلمات کی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

پانچواں نکتہ:

گرچہ دہشت گردی کے خلاف اور اس کی مزاحمت کے لئے بہت سی کانفرنسیں منعقد ہوئیں، اور بہت سی کوششیں کی گئیں، لیکن اکثر و بیشتر جن امور کی وجہ سے وہ ناکام ہوئی ہیں ان میں سے یہ ہیں کہ:

یہ کوششیں انسانی بنیادوں اور بین الاقوامی سطح پر نہیں ہوئی ہیں، بلکہ سب سے پہلے

انہوں نے محمد و مقاصد کے حصول کو اپنا ہدف بنایا۔

ان کوششوں میں ان حالات و ظروف کا لحاظ نہیں دیکھا گیا جو اہل تشیع کے لئے جو، جو، میں لاتے ہیں اور اس کے حقیقی ملل و اسباب کو تلاش کیا گیا، پر لطف بات یہ ہے کہ امریکا نے خود بین الاقوامی دہشت گردی کا جنم داتا ہے اور جس نے قوموں کو ستانے اور ان پر قابض ہوجانے، آمریت پسند نظامہائے حکومت کی تائید و سرپرستی، زمینوں، ملکوں پر غاصبانہ قبضہ، آزادی، طاقتوں پر ظلم و زیادتی کا سرچشمہ ہے، وہی امریکہ دہشت گردی مخالف کا فرانس و سپین، برازیل، اور اس کے نزدیک دہشت گردی سے مراد ہر وہ مل ہے جو امریکا کے منہ کے مطابق اور مفاد کے خلاف ہے۔

اس لئے آج جو ہم دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ بڑی طاقتیں قوت و جبر سے ذریعہ یا پردہ پکندہ و میڈیا کے ذریعہ دہشت گردی کی خود ساختہ تعریف و مہم جوئیوں اور قوموں پر قبضہ رہی ہیں، دہشت گردی کی یہ ایسی تعریف ہے جو بڑی طاقتوں اور ان کے مفاد و مصالح کے پیش نظر کاٹ چھانٹ کر وضع کی گئی ہے، اور پھر ان طاقتوں نے خود ہی یہ حق بھی حاصل کر لیا ہے کہ اپنی فہم و عملی طور پر ساری دنیا میں نافذ کر دیں، گویا کہ ساری زمین ان کی ملکیت ہے، پتہ نہیں انہیں یہ دونوں حق کس نے دے دیا؟ کہ اپنی وضع کردہ تعریف کو دوسروں پر قبضہ دیں، اور اپنی فہم کو سبوں پر منطبق کر دیں، بلکہ یہ بڑی طاقتیں ایک وقت میں، قاضی اور ملحد (مصلحتی اداروں) کا رول ادا کرنے لگی ہیں، اور اس میں اقوام متحدہ اور دوسرے عالمی محکموں و اداروں کو بھی نظر انداز کر جاتی ہیں۔

گیارہ ستمبر کے واقعات اور امت مسلمہ کے خلاف یورش:

کسی بھی ماقبل یا دین دارو یہ کہنے میں ہرگز تردد نہ ہوگا کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات قابل

نے صحت اور ہیئتِ برائے عمل تھے، اور اس سے اُن ثابت کو بہت بڑے نقصان اور خسارے کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس نے ایک بڑی طاقت کو اپنے قبضے میں اور "سمران" غصوبہ کی تکمیل کا موقع فراہم کر دیا، جس نے مہارمی انسانی قدروں، اور بین الاقوامی معاہدوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ تاکہ ساری دنیا پر اپنی بااثری قوت کو کر سکے، جہاں اس نے تو اس زیادتی کے لئے ایک غلط بھی کرنا پڑا اور اسے اخلاقی قرار دینا۔

اس طرح ہمارے سامنے دو امر کی اسٹریٹیجی آگئی جو تو ہیں: پہلی اس میں ایک طرفہ نسلِ سلام کے فہور اور دوسری طرفہ رومی احمد دے خاتمہ کے بعد وضع کی گئی تھی، جس نے جدید عالمی نظام کی تہہ قیادت کے ساتھ مسیح، اسلام یا سیاسی اسلام نامی و جمہوریت جٹ کو اپنے بڑے مقاصد میں رکھا گیا، ہاں ہم نے اس اسٹریٹیجی کو اور اس کی تیز رفتاری کو خاص طور پر امت اسلامیت کے خلاف یقینی طور پر دکھایا ہے، اس میں ایک دور رس منصوبہ کی تائید تھی، جس کے بعض پہلوؤں کی طرف ہم ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

اول: اسلامی تہذیب کی قدروں اور اس کے منابہم میں تکلیف پہنچی گئی، اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو مغرب ہمارے سامنے دیا ہے۔ جیسے کہ ایک اعلائی اعلیٰ کارکنی زبانی مغربی تہذیب کی اسلامی تہذیب پر فضیلت کا بیان، صفاتِ اعلیٰ کے حق سے سچی عقیدہ کی اسلامی عقیدہ پر ترجیح و فضیلت، جہاں کے خلاف ہنگامہ خوروں کے حقوق سے متعلق اسلامی نقطہ نظر یہ صوبہ وغیرہ۔

دوم: اسلام اور جو کچھ بھی اسلامی: دوسرے مغربی، بشری اور کینہ پروری میں اضافہ۔ اسلامی مساجد و مراکز پر حملے، مسلمہ قیوتوں پر تشکی، تہمت کی افواہیں ان حکومتوں تک پر اٹھانا جو ان کو دوست سمجھتی ہیں، اور پھر یہاں تک کہ قانونی جبریت پر بھی پابندی نہ کرنا، حالانکہ یورپ آج بھی ہجرت کی ضرورت ہے۔

سوم: بعض اسلامی تہذیبوں پر ہشیانہ حملہ اس لیے ضروری ہے کہ وہ ہشت تہذیبوں کو اپنا دیتی ہیں۔ یہی قوموں سے پورا انکسار کے ساتھ پیش کیا اور آج بھی بعض اسلامی قومیں بعض مغربی قوموں میں ہیں۔

چند روز پہلے ہی اس کی موت ہو گئی تھی۔ اور یہ تو میرا ہی ایک بڑا غم تھا۔
 میری زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ میری زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔
 میری زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ میری زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔

انجمنِ خیر میں مایوسی اور دھڑکی و خیراتی تنظیموں پر ضرب لگانے سے
بہرہ رست جا رہی وہ میراثی حلقوں کی منسوب ہمدردی کی تھی، اور جن لوگوں کو ہندو مت کے لئے
مکمل پروپیگنڈا کیا۔

ششم: ہائی طرح اسلامی تعلیمی اداروں پر ضرب لگانے اور ان سے لڑائی آزادی
پھیلنے لینے کا منصوبہ بنایا گیا، مزید برآں مغرب نے بڑی بے شرمی کے ساتھ اسلامی ملکوں میں
داخلت کرنا شروع کیا۔ وہ اپنے نصاب تعلیم میں مغربی تصور نے مطابقت پیدا کر لی۔

بہتر پختہ ایسے قدمہ سے کہے جاوے ہیں جو میں "آرٹھی" اور اس نے حوالہ
کہ ہے اثر پتا نہ ہے۔

بیشتر بات واقعات — پہلے میں ممبئی جو درویشی کو چھوڑ کر تاج محل کو مغرب سے خودیہ اپنے انجمنوں کے ذریعہ شروع کیا تھا تاکہ انسانی برائیوں، بے ایمانی، عربیت، اہانت، ہندی، مقدسیت کی بے حرمتی، عربی زبان کی محرومی، عیسائیوں کی ترویج، احمدی افرانی، عربی رحمہ اللہ کی مخالفت (جیسا کہ وسطیشیا میں ہو)، اور نہایت کی مخالفت، اسلامی مکتوں نے درمیان و فتنہ کو نہ ہار دینا، اجتہاد کے فتنہ کی مخالفت، موجودہ زمانے کے لئے اسلام کی صداقت میں تشکیک اور مغربی تہذیب کے قہر و اقتدار کی تطہیق، جو دوسری بیت ہی چیزوں کو عام یہ اور

نچیلایا جائے۔

نہم اور سب سے اہم پہلو پریشان کن فائلوں کو بند کرنے کی کوشش تھی، جن میں سر فرسٹ قسطنطنیہ کا مسئلہ ہے، امریکہ نے شہر کو بھری بھنڈی دکھا دی تاکہ وہ اس کا تعلق ہی کر دے، اس نے بھی خوف کے حالات کا فائدہ اٹھایا اور قسطنطنیہ کے خلاف اپنی کارروائیوں کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوسرے مرحلہ کا جز قرار دیا، اور ایسے افعال کا ارتکاب کیا جن سے امن، نیت شرمندہ ہے، امریکہ نے کھل کر اور بڑی بے شرمی کے ساتھ اس کی مدد کی، جزا و سزا کی عزت افزائی اور ان سارے نعروں کی مغربی تاریخ کو مغرب بکھر بھٹا جیسا جو دہشت گردی، ڈیکو کریسی، حقوق انسانی، بین الاقوامی معیار وغیرہ کے نام پر بلند کیا کرنا تھا یہاں تک کہ اقوام متحدہ جنہیں کے جنموں میں ہونے والے مصیبتی جرائم کی تحقیق قرار دار کے صادر ہونے سے باوجود نہ کرے گا، حالانکہ واضح اور ثابت شدہ حقائق تھے اور میں اس قومی جمعیتوں کی شہادتیں ان پر ثبت تھیں۔

دہشت گردی کے جو مظاہر ہم مشاہدہ کرتے ہیں ان میں اکثر نئے بہت سے اسباب

ہیں:

انف - جہالت، انہمی صیبت کی روح، اور دنیا کے تعلق سے ظلمت پسندانہ نقطہ نظر۔

ب - بھوک، نامانگی، ہمسائیگی اور مردی فقر تو قریب تھا کہ فقر ہو جاتا۔

ج - ظلم و استبداد، جبر و اکراہ، سختی و تشدد، انسانی حقوق کی پامالی، اور اس کی جائز آزادی

کا سلب ہو جانا۔

د - اخلاقی موانع کا فقدان، اللہ کی پستی، انہمی بھوک لالچی حیوانی جذبات و روح کا

پھیلاؤ۔

تو جب تک ان اسباب کے خاتمہ کے لئے عالمی سطح پر فلسفیانہ منصوبہ بندی نہیں کی

ہو گئی یا اس کی شدت ہشیامی کی نہیں ہو گئی یا یہ اب مسلسل دھشت گردی ہے۔
 رہیں گے۔

سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جس بڑی طاقت کی تارن انگوں پر ہوا یوں
 اور دھشت گردی سے بھر جی پائی ہے وہی آج دھشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے آگے
 سے نہ خود دھشت گردی کے خلاف اپنی قوم کی اپنی جنگ میں بھی نہ تین قسموں دھشت گردی کا
 ارتکاب سے باز رہی ہیں اور نہ ہی دھشت گردی کے خلاف کبھی کبھار دھشت گردانہ عملوں کا
 ارتکاب کرتے ہیں۔

انہیں اور کے پیش نظر ہم نے دورانی مینگوں میں امریکی اور برطانوی جنگی جہازوں
 کے قتل و غارت گری سے اور وہ بے زمین اقوامی چیت کو یہ نوجوان دھشت گردانہ

دھشت گردی قتل و غارت گری کے قتل و غارت گری کے قتل و غارت گری کے قتل و غارت گری کے
 ہر قدموں کی روئے قوم کی صورت نفی کے اقدام سے عوام پر انہیں بات کی ضرورت سمجھتے ہیں کہ
 اقوام متحدہ کی منظوری کے ساتھ یہ اقواموں کے دہشت گردانہ عملوں کے خلاف عالمی سطح پر
 ہر میں ہونی چاہیے اور ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے
 متحدہ دہشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ
 میں عالمی طاقتوں کی مدد سے یہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ

اقوام متحدہ کے نوجوانوں کے حقوق و آزادیات میں مساوات اور ان کی
 کی ضرورت ہے کہ ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے
 ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے خلاف ہر ایک کی ضرورت ہے کہ ان کے
 سے زیادہ طاقتوں میں مسلسل دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ دھشت گردانہ

سچی بات کہہ دینی اور اس کے لئے جو کچھ بھی ہو جائے گا وہ سہی ہو جائے گا۔
 کہہ دے۔ یہ امر سچ ہے۔

۲۔ اپرین ۱۹۸۱ء کا قومی قانون وضع کر دیا کہ جو بونی آئین کے تحت چننا گیا ہے۔

فہمینی قوم کو، اس کی چوڑی اقامت سے شہر و رور یا جانے جو کہ یہودیوں کی جانب سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے شہر و رور پر ہو گئے ہیں۔

میں نے وہی جہاز دیکھ لی تھی۔ بیٹا رنی اور چچا نے اسے دیکھ کر ہنسا کر کہا کہ وہ اسی تاج بہرہ تمدن کی بیٹا کی ہے۔ ادا کی ہوئی بوسہ دے پھر ہی اسے چلتی۔ اور وہی جہاز پر وہ جانیٹ اور غلابی ادا کو گھر و گھر لے جا رہے تھے ہیں۔ سب کو یہ یاد ہے کہ وہی جہاز نے ادا کو لے کر بھیج دیا تھا۔

میں نے خدا چاہا، سب سے پہلے خدا شروع کیا، چاہا:

۱۔ مکمل تہذیبوں اور مذاہب کے ہر میں ان نکتہ بشمولہ و عام ہوتے پر۔

۱۰- شوقی اندر رہے مگر اُنکے دیوڑھوں کی ہمت قبا لٹی پر۔

نہایت ہی زیادہ تر قیاسی یہ ہے اور اس کی تصدیق کسی سے نہیں ہوتی۔

۱۔ میں آدمی بننے کی تعزیرات اس میں سے ہوں۔ اپنی نئے نظام کے تحت ہے۔

یہ روحانی و اخلاقی اعتباروں پر مبنی ہے، اس میں کسی مادی یا فنی لحاظ سے ہرگز کوئی کمی نہیں ہے۔

وہ شہر مبارک کی قیم میں خاتمہ کی جائے گا۔

یہ تعلیمات جو ان لوگوں کی تعلیم کے لئے مختص تھیں

درا فٹ پوزیشن پر بنانے اور بلند حلقہ صبر کے لئے اس کے انتظامات۔

۵۔ ترجمہ سہ ماہی کے بارہویہ میں مغربی طاقتوں کی ہولناکیوں اور واقعات کے غایب اہم مسائل اور

تہذیبی فکری اور ادبیان و ادیب کی جگہ قرار دینے اور قوموں کے حساب پر بعض کھوکھلوں سے
 نہایت اپنے حسابات کا قیاس کرنے سے روکا۔

۴۔ انقلابات اور اصلاح کے باشندوں کی سببوں اور پریشانیوں کو کم کرنا۔ ان کو دینی،
 تعلیمی، ادبی، اور معاشی و معنوی وغیرہ اسباب زندگی مہیا کرنا، امریکی افواج کے غلط اسباب، اخلاقی،
 مٹے نئے درجہ و دست کے افسانوں کے ہاتھوں میں واپس لانے کی کوشش کرنا۔

۵۔ مختلف تہذیبوں، مذاہبوں اور ادیان کے بیچ وادوں میں۔ سے دانشور طبقہ کے درمیان
 گفت و شنید جاری رکھنا، اس کو تیز تر کرنا، تاکہ ایک عالمی رائے کا سامو برپا ہو، اور انسانی مختلف
 قوموں کے درمیان امن و امان اور بیحد محبت و آشتی کو قائم کرنا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس حسن و صلاحیت کے ہم دور سرکاری انسانیت متقاضی ہے۔ وہ
 مصلحت منہ نہیں جس میں ہر ایک کے لئے برابر کے مواقع ہیں، ہر طبقہ کو اس کا حق ملتا ہے،
 مظلوم کو انصاف اور ان کو برابر ملتی ہے، اس لئے کہ مصلحت منہ ہی شدت پسندی اور وحشت گردی
 کی جزاء کو اکٹرا پھینک سکتا ہے، اب جہاں زیادتی کو پھیلنے لگے امن اور خیر کا، وہ انداز ہی جتنی
 ہے تو اس سے مشکلات میں پھنسی آتی ہے، اور آتش زیر خاک کے طور پر اس مشکلات کو دہاتی دلاتی
 ہے، کیونکہ اس فکری میں مجرم اور اس کا شکار دونوں ایک ہی مرتبہ پر مائل ہیں، حقوق ضائع
 ہوتے ہیں، اور صورت ہی امر واقعی کی سیاست ہوتی ہے، بعد ازیں یہ ہوتا ہے کہ شدت پسندانہ
 برائیاں بھی بڑھتی ہیں بلکہ شدید پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے جو غیر مصلحتانہ
 امن و سلامتی کے سلسلہ اور سماجی فلاح کے اعتبار سے سبب بناتی ہے، اور ان کے فکری حلقوں
 میں امن کی حد کا وہ شام و غم رہتا ہے۔

امت کی سطح پر پیش کردہ حل :

امت کی سطح پر پیش کیا جانے والا حل تقریباً بالکل واضح ہے، اور سند و دلائل و صورت پر مبنی

ہے :

۱۔ مختلف میدانوں (سلامتی ادارہ) کے مقاصد کی فہم، موجودہ صورت حال کی فہم، اور

موقف کی فہم (میں اپنی امت کی عوام سے اندر شعوری سطح کو بلند کرنا۔

۲۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی شریعت کی تطبیق کو عام کرنا۔

۳۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق امت کے مختلف گروہوں کے لئے قدم بہ قدم بنیادیں بنانا۔

۴۔ حق ایف ترستی اور بنیادیں بنانا۔

۵۔ یہ وہ کام کرنا جو بنی طور پر امت کے سونف کو ایک رکھ سکے، ہم نہیں چاہتے کہ یہ عمل

خیالی ہو، اور نہ ہی ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ بالکل سنا ہو، بلکہ یہ بتانا ہے کہ دو ممکنہ امور ہیں، مقاصد کی روشنی میں واقعت پسند اندہ عقل کی پرکاش ہو۔

۶۔ اسلامی اداروں کو تقریرت پہنچانے، جس کو وجود میں لانا ضروری ہو اس کو وجود میں

لانا ہے، اور نئے اعمال اور ایسے اور طریقوں کے تحت عمل کرنے کی اسے زیادہ سے زیادہ آزادی دینی چاہئے۔

۷۔ سیاسی، معاشی، مذہبی، جغرافیائی، مادائی امکانات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ

کے ایک عمل کے طور پر پیش کیا جانے والی طرح، حوالی، ملی، اقتصادی صلاحیتوں کو استعمال کیا جائے، اور مقابلہ کے لئے نہیں تیار کیا جائے۔

۸۔ بعض فرقہ پانڈوی ترجمات کے عمل، ان سے اجتناب، یا ان کو کمزور کر دینے کے

لئے کام کیا جائے، کہ اس سے ہم ترین مقصد کی خدمت ہو سکے، ورنہ اسے کام کو ترستی انداز میں پایا جائے۔

۸۔ مسلمان قیدیوں کو جو دنیا میں مسلمانوں کی تقریباً ایک تہائی تک پہنچتی ہیں۔ مدد پر پہنچائی جائے کہ سب سے پہلے وہ ۱۰۰ جو ۱۰۰ دوسرے نمبر پر اپنی امداد، تیسرے نمبر پر اپنے دشمنوں کو بھارت کریں، ان کے اور جرأت سے درمیان رشتوں کو مضبوط کیا جائے۔

۹۔ اپنے خیراتی اور دلوں اور امداد کی واپس آتی تنظیموں کی مدد پر توجہ دی جائے، ان کو سرعام بے پردہ دکھانے چھوڑ دیا جائے، اور نہ ہی قروٹی مسکلی دریا سی درلوں میں پھینکا جائے۔

۱۰۔ تعلیم کی جائز، اور قطعی اداروں کی خود بخوبی کی حفاظت کی جائے، انھیں اپنی رہائی کے ماحول سے بھٹکانے کا کوئی بہتہ غور پر اپنا مطلوبہ کر رہ کر نہیں۔

۱۱۔ اپنے خادانہ اقدار کے حق میں دوسری غیر سرکاری بین الاقوامی دلوں اور تنظیموں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔

۱۲۔ معیری مسئلوں میں جن میں سب سے اہم قضیہ فلسطین ہے، غم و غصہ اور منصوبہ بندی کے ساتھ نکتہ نظر سے ملے، اس سے ملے میں ہمارا حضور ہے کہ:

۱۔ فلسطینی قوم کو بھٹانے اور ہمارا ان اتحاد کے ذریعے شہر بنانے کے منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے تمام اسرائیلی کوششوں کو کیا دھتکہ کر جائے، وہ فلسطینیوں کی ثابت قدمی، ان کے بہادرانہ اتحاد، اور شجاعانہ مزاحمت و تقویت پہنچائی جائے۔

۲۔ معصیت زدگان کی امداد، مزید مدد، دوسری امرت کی ایک مہم چلائی جائے اور ہر امداد منہ ملک و اس مہم میں حصہ لینے کا تکلف کیا جائے۔

۳۔ فلسطینیوں کے انسانی قضیہ ہونے پر آج کی جائے اور ماری اسلامی ماحول میں کو اس کے تیار کیا جائے۔

۴۔ فلسطینیوں کے ہر اہم کام پر دوغاش کرنے کے لئے ہر سے خدمات کئے جائیں،

کا نوئی ۱۰:۵:۱۰ ت اور بین الاقوامی قراردادوں سے استفادہ کیا جائے۔

- ۵۔ اس بات کی ہرگز اہمیت نہ دی جائے کہ امریکہ اس مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل میں تین تہائی فیصد گرنے کا بجز زبردستی اور نہ امریکی صوبوں پر اصرار کیا جائے۔
- ۶۔ غاصب یہودیوں اور فاشیوں کے مددگاروں کا دوبارہ انھیں پانچواں نمبر کے لئے سنجیدہ غور و فکر کیا جائے، بلکہ فوری طور پر عوامی پانچواں نمبر کو نافذ کر دیا جائے۔
- ۷۔ اس میدان میں اور خاص طور پر بین الاقوامی قراردادوں کی تنفیذ کے مطالبہ کے سلسلے میں تنظیم اسلامی کا غرض کے سیاسی کردار و زیادت سے زیادہ متوجہ رہنا چاہئے۔
- ۸۔ بین الاقوامی سطح پر رہنمائی کی ایک قیادت حاصل جائے تعریف و تکریم کی جائے اور اس کے اور ہر موضوعات کے درمیان تفریق کی جائے۔
- ۹۔ قسطنطنیہ مزاحمت کو نوئی تحفظ دیا جائے۔
- ۱۰۔ جنوبی افریقہ کے ذریعہ کا مغرب کے طرز پر غیر سرکاری تنظیموں کے امکانات اور صلاحیتوں سے غور و فکر اور سرگرم استفادہ کیا جائے۔



امین عالم اسلام کی حقیقی تصویر

مردم هم در یک مجلسین نهادی
بر حق و اطمینان و عدل و انصاف

اسلام آئن و سرمتی اور محبت و دوستی کا پیغام ہے۔ اس کی تعلیمات انسانیت کو رُخی اور خیر نکالی۔ سب پر عزتیں اس کے ہر جن موبے بائیں اخوت و برادری کی خوشبو پھونکتی ہے۔ انسانیت سے پوری دنیا نے آج بھی تو نہیں بے گناہانے آسمانی بھی مظلوم کوئی رہتی ہے۔ اگر صرف آ آئی نصرت کا جائزہ لیا جائے تو اس کی جھلک، اشکاف اللہ از میں مانتے آئے کی قربان کر کے میں انسانی جان و مال کے تحفظ کی ہر چیز کا قید و بند کی ہے۔ ائمہ کبار و مشہور باری تعالیٰ ہے: "لَا تَقْسِدُوا فِی الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِہَا" (یعنی زمین میں سہ سہارے کے بعد فساد نہ پانا)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین کے نفع میں زمین چھوڑنا نہیں ہے جس میں سلطان مارش ہوئی ہلاک اصل چیز صحت اور امن و سلامتی ہے جس پر فساد و فتنہ جنس انسان کی جہالت اور سرکشی سے ماریش ہوتا رہتا ہے۔ دوسری جگہ مرقاں کو یہ وارنہ: "وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوا مَالَهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ" (مفسدوں علیہ لعنہ اللہ من بعد میتہ) و یقظون ما أمر اللہ ان یؤصلوا و یصلوا فی الارض اولئک ہم الخاسرون" (وہ لوگوں جو اللہ سے کہتے تھے وہ آؤ توڑتے ہیں اور اللہ رب العزت نے جن کے ساتھ صبر و جہد کرنے کا حکم دیا ہے ان سے قطع رحمی کرتے ہیں)۔ زمین میں فساد پھیلانے میں وہی ہیں دنیا اور آخرت میں گھٹنے کا سودا کرنے والے)۔ علامہ

آپ کی رحمت اللہ علیہ دونوں المعانی ۱۰۰۰۱ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فإفسادهم باستدعاءهم إلى الكفر والتغريب فيه وحمل الناس عليه أو بإغوائهم إلى قطعهم الطريق على كمال من يريد الهدى إلى الله“ (یعنی ان کے فساد و فساد دینا یہ کہ وہ لوگوں کو کفر کی طرف بلاتے ہیں اور اس کو توفیق دینے سے روکتے ہیں۔) لوگوں کو اس پر مجبور کرتے ہیں یا ان کو اس میں پھنسا کر دیتے ہیں اور اس کی مدد کرنے کے لیے دیکھتے ہیں۔) اور یہ وہ معنی ہیں جن سے یہ آیت منطوق من عبور الشمس (۱۰۰۰۱) میں نظر آتی ہے۔ ”یضمون ای بانواع العی و الفساد و تاراد الخس و استعاضل من الحرب“ (یعنی وہ زمین میں ہونے والا فساد دینا دیتے ہیں وہ ظلم و تعدی کی مختلف قسموں کو اختیار کرتے ہیں۔) نیز آتش جنگ کو دہ دیتے ہیں۔) انسانی جان اس پر بھی محفوظ نہ رہتی اور یہ ضروری ہے۔ یہیں ہی واقعہ کسی مقرر کو اس کی جان و دھرم کے لئے اس کی ساقی کے لئے مراد ہے۔ قرآن کریم میں باطنی و ظاہری کے لئے مقرر کے لئے بعد فرمایا ہے۔

جس نے ایک انسان کو قتل کیا تو وہ دیکھو اور دیکھو اس کے قتل کے تحقق خیر الخلق کو حق کے ساتھ کسی کو قتل کیا یا اسے تو یہ شرعی حق کی وجہ سے پانچ سو روپیہ کی سزا دی گئی ہے۔ تو لا یضلوا

انفس انفسی حرم اللہ الا بالحق“ (یعنی قتل کرنا کتاب و ذکر و جتنے احکام کے خلاف کیا ہے مگر حق کے ساتھ)۔) اور ان لوگوں نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ اس میں دوسرے کے قتل کے قتل کی مراد ہے۔ نیز قتل کرنا اس آیت سے دوسرے قتل کی طرف انسان کا دھرم پانچ سو روپیہ کی سزا ہے۔ قتل باطنی نے اس میں بھی کیا ہے۔ ایت یہ نہیں کہ وہی عبد اللہ بن مسعود ہیں فرماتے ہیں کہ

”منه الزم حلفه“ فرمایا: ”ما یحل دم امرئ مسلم یشهد أن لا إله إلا الله وأن

محمدًا رسول الله“ (یعنی نہایت نفس بالانفس و المرءی نفس)

والشارح فلهذه الشواهد على محضها "لا معنى لمسلمين فيهم ولا ثواب في حركتهم ودينهم ايمان بكتابه

ہے حلال نہیں ہے مگر یہ کہ جب تین چیزوں میں سے ایک کا سر تکب ہو: جان کو جان کے بدلے، شادی شدہ زانی، اور عمدہ معنی کسی مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنے والا، اسلام میں خون کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے غصے میں چوری دنیا کا فتنہ ہو جائے اور بڑی بات نہیں ہے، قرآن شریف کی روایت ہے: "وَاللَّغِيَا لَهْوَنُ عَدُوِّ النَّفْسِ قَتَلَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ" (یعنی دنیا کا ختم ہو جائے اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کے خون بہانے سے زیادہ آسان ہے)۔

قرآن کریم کی نہ کوئی آیات اور نہ تدبیریں حقائق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے امن و سلامتی کو موثرہ کا جزو لایفک قرار دیا ہے کیونکہ اس کی خیر انسانیت نوازی اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر اُلٹی ہے، بھائی چارہ اور محبت و مودت اس کی سرشت میں ودیعت کی گئی ہے، آپسی تحقیقات کو بھڑانے، پڑوس اور دوسرے حق داروں کے حقوق کی ادائیگی کی پر زور دیکر فرمائی گئی ہے، خدا کی نگاہ میں وہی شخص محزون ہے جو اپنے ناک اور داتا سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کا پاس رکھنے والا ہو، جس قدر انسان اللہ سے ڈرے گا اسی قدر رکناووں سے اجتناب کرے گا۔

آج کل "دہشت گردی" کا لفظ بکثرت استعمال ہوتا ہے لیکن اب تک اس کا صحیح معنی و مفہوم نہ مندرجہ شہور پایا اور نہ حقیقی اطلاق عمل میں آیا، نئی دنیا کا یہ عجیب فلسفہ ہے کہ جس نے ذریعہ تعمیر انسانیت ہو، اور انجانات ہو، اور ہو، اس کو دہشت گردی کا ملہ جاتا ہے، لیکن جوانوں کو دہشت گردی کے گمات اتارنے والا ہے، اقلیتی طبقہ پر ظلم و ستم کو دور رکھنے والا ہے، وہ اس پسند ہے، دور حاضر میں قتل و غارتگری کی قسمیں و سو جوہ دور میں قتل و خونریزی کے جو واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ تین طرح کے ہیں:

۱۔ بے گناہوں کو قتل کرنا، ۲۔ ایک جگہ ہوئے ظلم کے بدلہ دوسری جگہ کے دُعا کا بدلہ

یہ ۳۰۔ اسے جامعہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے لئے غیر متعلق لوگوں پر غم نہ کرنا، بہت ہی ...
 مردی تعمیرات میں ۱۸۹۰ء۔

پہلی قسم کا اسلام روزانہ ہی سے کثرت ہے، انسانی جان کے تحفظ سے مسلمہ میں
 سابق الذکر ذرا دل فر آتی کافی ہیں، دوسری قسم کا تعلق ریشہ گردی اور انتہا پسندی سے ہوگا، کیونکہ
 آخرت میں کوئی تعلق کسی کا ذمہ وار نہیں ہوگا، سورہ نجم میں ہے: "لا تزد ذرورا وزر
 اعموی" (کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)، تیسری قسم بھی ریشہ گردی
 کے قبیلے سے ہے، اسے جامعہ کو ہموار کرنے کے لئے نظم کرنا، بے گناہوں کا قتل، جہازوں کا اغوا،
 سفروں کا قتل اور یہ فعال بنانا سب اسی ذمے میں آتا ہے، اسلام کا موقف اس سلسلہ میں بالکل
 واضح اور صریح ہے کہ ان ایسی حرکات کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں، تیسری قسم کے ضمن میں
 خود کشی و دستوں کا بھی مسئلہ ہے، لہذا اس کی وضاحت ضروری ہے کہ کتب احادیث میں خود کشی کی
 بہت خدمت و روزی ہے، اور خود کشی کرنے والے کو جہنمی قرار دیا گیا، غوثی کا لفظ ذات میں
 جیسے آتا ہے تین قسم کے کردہ سامنے آتے ہیں: ۱۔ ریشہ گرد تھیں، ۲۔ حکومت، ۳۔ تحریک
 آزادی، ریشہ گرد تھیں جو صلے کرتی ہیں ان کے پاس کوئی قانونی جواز نہیں ہوتا، شریعت کی رو
 سے وہ صحیح نہیں ہیں، حکومتیں کسی جنگ کے موقع پر کسی گھر کا کھمبے کو روکنے کے لئے خود کشی
 دستوں کا سہارا لیتی ہیں تو یہ جنگی حکمت عملی ہے، کسی کی شریعت اجازت دیتا ہے، جنگ عمار
 میں حضرت براہ من نازب کا حملہ جہنوں نے جب اہل عمارہ میں گھس کر جان دے دی اس کی بین
 دیکھیں ہے تحریکات آزادی کے افراد جب دشمنوں اور طاغیوں سے بہت پریشان ہو جاتے ہیں
 خود کشی فرمادیتے، دشمن کی طاقت کا جواب دیتے ہیں، انہیں کی ناز و صورت مان اس کی
 واضح مثال ہے، علامہ نے اس کو بھی جنگ سے قدامین و ادب پر منطبق کیا ہے۔

جہاد اور دہشت گردی کا فرق:

جہاد اور دہشت گردی دو متضاد چیزیں ہیں۔ دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے، جہاد بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انسانی جان کے اتمام، امن و امان کے قیام اور ملی سرکوبی اور حق کی حمایت و حفاظت کے لئے ارشاد باری: "وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كَلِمَةً تَلَفًا" (جو نہ پہلے سے) (جہاد بعد میں) (جہاد دہشت گردی، فتنہ و فساد، انتقام اور بد عنوانی، کافری اور بے گناہ، بے قصور انسانوں کے قتل کا ایک مجرمانہ و ممنوعہ فعل ہے۔

اب سوالنامہ کے جوابات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں:

۱۔ دہشت کے معنی "خوف و ہراس" کے ہیں عربی میں "تخويف" اور "ارهاب" سے یہ لفظ متعارف ہے، انگریزی میں اس کا متبادل لفظ Terror استعمال کیا جاتا ہے، علامہ رافیل اصفہانی نے "مفردات الفاظ القرآن" میں ص ۳۶۶ پر ارہاب کے معنی "مخافة مع تحویر و اضطراب" یعنی اضطراب و بے چینی کے ساتھ خوف و ہراس بیان کیا ہے، جبکہ محمد بن یعقوب محمد الدین الطبریزی نے "القاموس المحیط" ص ۶۷ پر ارہاب معنی احاطہ و تروعدہ یعنی ڈرانا اور دھمکاؤں لکھا ہے، صاحب تاج العروس نے "الازحاج و الغلیظ" یعنی پریشان رہنا اور ڈرانا سے تعبیر کیا ہے، عیسائی مستشرق الیاس الطوائف نے القاموس العسکری میں Terrorism سے اس کو لایا ہے، اس جگہ پیرا پانچواں مقالہ نگار نے ان الفاظ میں اس کی تشریف کی ہے:

A Systematic use of terror, or unpredictable violence against governments, public or individuals to attain a political objective.

(دہشت گردی نام ہے منصوبہ بند طریقہ سے خوف و ہراس پھیلانے اور تشدد کے

غیر متعلق طریقہ استعمال کیا، جن کا ارتکاب حکومتِ عمر یا افراد کے خلاف سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے کیا گیا ہو۔

شیخ محمد بن ہادی المدنی نے اپنی کتاب "الارهاب والادارہ علی الافراد والامم" میں لکھا ہے: "الارهاب کلمۃ مبنیٰ لھا معنی ذو صور متعدده بجمعھا البخافۃ والنرویج للآمنین وقد تجاوز البخافۃ والنرویج الی اذھاق الانفس الرینۃ واتلاف الاموال المعصومۃ و نہبھا وھنک الأعواض انعمومۃ و شق عصا الجماعۃ" (وہشت گردی نئی صورت پر مبنی ہے، مجموعی اعتبار سے اپنے کٹاؤں کو ڈرانا، دھمکانا ہے۔ اب تو یہ تعریف متعدی ہوئی ہے اور مختلف صورتیں پیدا ہوئی ہیں کہ بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا، محفوظ مال کو ضائع کرنا، عزت کو پامال کرنا اور جماعتی وحدت کو پرانندہ کرنا ہے۔)

قرآن کریم میں "رہب" سے مشتق تقریباً چھ الفاظ مختلف جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں جس سے سابق الفاظ کی کوئی تعریف ملتی ہے، خوف و ہراس کا نہ گزرا، نہ اسلام کا، نہ غلط فہمی، نہ تو سراپا رحمت و برکت ہے، نہ سوء اثر میں ہے: "لا یغلبہم الاہمۃ دھبہ"، سورہ قصص میں ہے: "جاء حکم من الوھب"، سورہ نساء میں ہے: "یدعوننا دھباً و رھباً"، سورہ انفال میں ہے: "تکرمون بہ عدو اللہ وعدوکم"، سورہ انعام میں ہے: "واسمہوہوہم"، سورہ بقرہ میں ہے: "انہای فادھوہ"، مجموعی طور پر ڈرنے اور ڈرانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، دور جدید کے مشہور محقق J.P. Sharma نے وہشت گردی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ: وہشت گردا یا شخص ہے جس کا قانون کے ذریعہ قائم شدہ حکومت کو مرعوب و مضطرب کرنے کی غرض سے یا عوام یا ان کے کسی طبقہ میں خوف و ہراس پھیلانے کے لئے ہمہ اہتمام و انتہا سے آتش گیر اشیا یا پھٹ پڑنے والی یا زیادہ یا گولی چلانے والے ہتھیار یا دوسرے قاتلانہ ہتھیار

زیرِ پٹی تیس یا چھ خطرناک وجہ کننا دہ کا استعمال کرتا ہے، جو کسی کی موت، کسی کے زخمی ہونے یا مال و اسباب کی تباہی یا قوم کی زندگی کی ضروریات کی ترسیل کے نظام کو ورہم برہم کرنے کا ذریعہ ہے" (ملاحظہ ہو: اسلام اور دہشت گردی، صفحہ ۱۸۰)۔

ایک قانون صحافی نے لکھا ہے کہ پرتشو واقعات کے بار بار اظہار سے خوف و ہراس پیدا کرنا دہشت گردی ہے۔

ان فقہیہ و جدید تعریف پر غور کرنے کے عالمی منظر نامہ پر ایک طائرانہ نگاہ مبنی ڈالی جائے تو یہ حقیقت ظہور من اخص ہوگی کہ کون دہشت گرد ہے اور کون امن پسند، صیغہ یا در ذرائع و بلاغ کی زبردستی نے حقائق پر تہہ بہ تہہ پردہ ڈال دیا ہے جس سے لوگوں کو کھٹکھٹ نہیں آتا بلکہ چشم بخت کو بھڑکرنے کی ضرورت ہے۔

۲- دہشت گردی کی سابقہ اللہ تعریف کے بموجب حکومتوں کا یہ رویہ دہشت گردی کے قبیل سے ہے، کیونکہ یہ صرف پریشان کرنے اور ہراس دلانے کے لئے ہوتا ہے، بالخصوص ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں دفعہ ۲۹ کے تحت جو حقوق برہم مذہب کے ماننے والوں کو دیئے گئے ہیں اسی کی خلاف ورزی تو مسلم ہے، اسی کے ساتھ قانونی بغاوت ہے لہذا وعدہ کا ایفادہ کرنا بہت بڑا گم نامہ ہے، دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے یہ امر قاتل جرم ٹھہرتا۔

۳- اگر کسی طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر حقوق کی حصول یابی کے لئے آواز اٹھانا حدیث نبوی "من دأى منكم منكر فليخبر به" (سنن ترمذی، مسلم شریف) کی رو سے واجب ہے، کیونکہ "فلیخبر به" جو پر دلالت کرتا ہے، نیز اگر اس پر آواز نہیں اٹھائی گئی تو ظالم گرد و کچھیر حق تلفی کا موقع ملے، لہذا اول و بل میں اس شر کا استعمال کرنا ضروری ہے کیونکہ فقہ کے اکثر مسائل میں جو مسائل متنبی انی ارتکاب الحرام ہیں ان کی بھی ممانعت ہے، دلیل دفعہ

عبدالغنیس کو حضور اکرم ﷺ کا مخصوص جسم کے برتنوں کے استعمال کرنے کی ممانعت ہے امام نووی نے ریاض الصالحین میں ابوداؤد و ترمذی و نسائی کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے، جو یحییٰ بن یحییٰ امام نووی صحیح سند سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الْمَسَّ إِذَا رَأَوْا الْعَظَامَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ أَوْ شُكَّ أَنْ يَهُمُّهُمْ الْفَقْدُ بِعَقَابِ اللَّهِ"، اور فرمایا گیا: "مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قَتَلَ دُونَ عَرَضِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" اسی طرح مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا سابق الذکر دہشت گردی کی تعریف سے خارج ہے کیونکہ یہ چین اسلام ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا مشہور ارشاد ہمارے لئے بیانہ نور ہے کہ "انصر اعداک ظاناً أو مظلوماً"، لہذا یہ عمل اس وجہ سے درست ہے، اور دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔

۴۔ مظلوموں کے اس گروہ سے بدل لینا سراسر خلاف شرع ہے، کیونکہ قرآنی آیت: "لَا تَنْزِلْ وَازِرَةً وَزَرَ انْهَوِ" (سورہ نجم، ۲۰) اسی کی عین دلیل ہے، بلکہ صلیب جنگوں میں عیسائی فلسطین، شام اور مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ امن و عافیت سے رہے، کیونکہ ان کا جذبات خود کوئی جرم نہیں تھا، اسی لئے وہ سرے سے بدل لینا از روئے شرع درست نہیں ہے۔

۵۔ دہشت گردی کے جو اب لوگوں کے سامنے آتے ہیں ان کے عمل کرنے کے لئے اسلام ہماری یہ ہدایت کرتا ہے کہ ہم اس کی چار سمیت اور شمولیت میں نظر رکھیں ہوئے ان مسائل کو حل کریں، کیونکہ اگر یہ معاشی مسئلہ ہے تو اسلامی معاشیات کی روشنی میں انجام پائے گا، اگر مزید بن محمد بن باقر المدائنی اپنی کتاب "باب و آثار علی الافراد" میں لکھتے ہیں: "انّ العلاج لداء الظواہب فی البلدان الاسلامیة اصحاب العقیلۃ السلیمة هو لوجی النابی الذی یحملہ یملقہ من یحق معناه ویحسن تبلیغہ وان الاطباء هم

ولاء الامر من العلماء الربانيين والحكام الصالحين ثم اعتمد بسعيه الصغير
والكبر الداحلي والمعارحي وأما علاج المازهاب في الدول الكافرة لمصدره
الذي ارتضوه لأنفسهم هو القوا بـ الوضعية التي ان حقت نب من دفع
الصور فلا بد ان يكون دا عوج ومن لم يرداد داء المازهاب في بلادهم كثره
والانتشار (۱) بہشت گردی جیسے مرض کے ازالہ کی صرف یہی شکل ہے کہ اگر یہ مرض ممالک
اسلامیہ میں ہے تو اس کا علاج صحیح عقیدہ ایمان والے ہیں جو وہی اسی کے معانی میں لکھ سکتے
ہیں اور یہی قوم کے غلامی و روحانی مرض کے طیب بھی ہیں، پھر معاشرہ پر ایسا نظر کر لی جائے کہ
اندرونی اور بیرونی، مچھوٹے اور بڑے پیمانہ پر مرض کو کیسے درست کیا جائے، غیر مسلم ممالک میں
وہشت گردی کے پھیلنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مصنوعی قوانین وضع کرنا اپنے آپ کو
پابند کر لیا ہے، ان قوانین کی وجہ سے جو مسائل حل بھی ہوتے ہیں تو اس کی ترقی دینی رہتی ہے اور
وہشت گردی رو مترقی رہتی ہے۔

۶۔ اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر تعدیا جائے تو اس کی مداخلت کرتا
پا جئے۔ حدیث میں آتا ہے: "عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله
أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه ماله. قال: أرأيت إن
قاتلني؟ قال: فقتله. قال: أرأيت إن قتلني؟ قال: فانت شهيد. قال: أرأيت إن
قتلته؟ قال: هو في النار" (مسلم ۲۰۹۳)۔

اس حدیث میں مداخلت کے حدود بھی بتائے گئے ہیں نیز صیغہ امر کے استعمال سے
وجوب کا ثبوت ملتا ہے، مزید حق یہ کہ عدالت کی تائید کے ساتھ میں ارشاد فرماتا ہے:
"إذا قاتل أحدكم فاحسب الواحد فإن الله حليق آذنه صورته" (مسلم: ۱)۔

اسلام گہوارہ امن

مولانا محمد رشید مدنی

مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ، چاندنی چوک، لاہور

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی نام ہے بے تصور اور معصوم افراد پر ظلم و ستم اور ان کو ہراساں و پریشان کرنے کا دہیاست کے خلاف چھیڑا گیا اسی مجرمانہ عمل کا جس کا مقصد کسی خاص آدمی، یا مخصوص فرقے، یا پھر عوام کے دماغ میں خوف بٹھانا ہو، یہ طاقت کے استعمال کا ایک طریقہ ہے جس کا مدعا اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا ہوگا ہے، اسی طرح کوئی بھی سخت اقدام جب اپنی جائز حد سے بڑھ کر فساد و فتنہ کا باعث ہو جائے اور اس کا کوئی اصلاحی مقصد واضح نہیں تو وہ بھی دہشت گردی کے ذیل میں آئے گا ایسی چیز ہوتی جو دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر دہشت گردی کرے دہشت گردی ہے۔

تہذیب اسلام ازل سے دہشت گردی اور ہر ظالمانہ حرکت کی سخت مذمت کرتا ہے، اسلام ایک نظریاتی مذہب ہے جس کی بنیاد توحید و رسالت اور آخرت پر ہے، اسلام میں اس کی کوئی منہاجش نہیں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کرے، اگر اسلام کا نام لے کر کوئی بھی مسلمان دہشت گردی کو راہ دیتا ہے اور اس منہاج کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ اسلام اور شریعت محمدی ﷺ سے بغاوت سمجھا جائے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ أَعْلَلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي

دے سکتا کہ دونوں دواہن خوف والے اور انہیں خوف زدہ کرتے ہیں، الغرض مقاصد اور منادات حاصل کرے، معاشرے میں کشیدگی اور کشاکش اسلام کو گوارہ نہیں، وہ ہر قسم کی کشاکش اور چیلنج شقم کرتے ہیں۔ پر مسلمان ماحول میں قرار کے درمیان الفت و محبت، نفوت و بھائی چارہ، اور فلاحی کاموں میں اشتراک و تعاون کے مواقع پیدا کرتا چاہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے بندے چوری بھوسوں کے ساتھ اپنی اور کائنات کی تخلیق کے مقاصد کی تکمیل میں بے روئے نوک مشغول ہوں۔ دنیا میں اخلاص اور اللہ ترسی کے ساتھ نیک اعمال کر کے آخرت کی کامیابی کا سامان کریں۔

اسلامی جہاد کی مثال یہ ہے کہ عالم اللہ کے سامنے بکھرے حق بلند کرنا کی ہمت پرانے خصوصیت ہے، اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے کی کوشش، ایمان کی خدمت ہے، اس لئے کہ لوگوں کو برائی سے منع اور اچھائی کی تلقین کرنا امت مسلمہ کا امتیازی کردار اور سنگی فریضہ ہے۔ یہ جہاد شریک کے خلاف تعمیر کی محاذ آرائی اور باطن کے ساتھ حق کی پیروی ہے، جس میں طاقت کا استعمال ہی تحریم سرگرمی کے لئے نہیں، صرف تعمیری مقاصد کے لئے ہوگا، یہ حق پسندی اور حق کوئی، دہشت گردی اور دہشت پسندی کے لئے نہیں مخری ہے، خواہ اس کا اور کیا ہوئی ہو، کرے کوئی جماعت کرے، یا کوئی قوم کرے۔

۲۔ بد شک و شرپ حکومتوں کے ہی غیر بدعت ساز اور ظالمانہ رویہ چمکی دہشت گردی کا طلاق ہوگا، کیونکہ دہشت گردی درحقیقت ہے تصور اور معروضہ افراد پر ظلم و ستم و ان کو براہ راست و پریشان کرنے کا نام ہے، خواہ یہ زندگی و سہنی افراد کی طرف سے ہو یا مردوں، جماعتوں اور حکومتوں کی جانب سے، دہشت گردی کے نقطہ میں سنگ دلی، بے رحمی، اور شہ شکاری کے مفایہ مضمر ہیں۔

۳۔ انہی مردوں کے ساتھ، اللہ کی راہ میں جاتی تھیں اور جہنم اور جہنم کے
 نگہبان تھے۔ کیونکہ وہ تمام انہوں کو جو حقوق دھو گئے ہیں ان سے ایسا
 حق یہ بھی ہے کہ، حکومت و قرونِ عظیم و بڑی کے خلاف عدالتِ حق قائم کرتے ہیں، ان
 کی طرف سے قرآن کریم کی یہ بات وضع و اشارہ کرتی ہے:

”لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظَلَمَ“ (نور: ۲۶)۔
 بات یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص برائی یا دوزخہ بیان کرے، اس کے لیے آدمی کے لیے یہ بات
 بولی ہو۔

اسلام میں کھلم کھافتہ اور افسانہ بنانے والے کا ہے، انہی کو نامِ سوء و پاہلوس
 ہے، تختِ افسانہ کے وہ وقت گھڑی گئی ہے، انہی کی حیثیت یہ ہے کہ ان کی تہذیب و تمدن جو
 اس وقت کا امین بناتا ہے وہ ان تمام لوگوں کے سامنے جو یہ اپنے حق کی خاطر اور دین کے لیے
 اس کے لیے اس طاقت کو استعمال کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کے بعد اپنی پہلی تقریر میں حدیثِ شاذہ میں ارشاد
 فرمایا تھا: ”اے لوگو! جب تک میں رادِ استقامت پر کھڑی رہوں آپ میرے ساتھ تھیں
 کرتے رہیں اور جب مجھ سے خطائی ہو تو آپ میری اصلاح کریں۔ جب تک میں اللہ اور
 رسول اللہ ﷺ کا قربہ نہ دار رہوں آپ بھی میری اصلاح کریں اور اگر میں اس راستے سے
 منحرف ہوں تو آپ بھی میری اصلاح سے دستِ کش ہو جائیں۔“

اور ائمہ علمائوں کی اچھی خاصی طاقت و قوت ہوتی ہے اور امتِ حق اور راہِ حق کے
 لیے جب یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تَقْبَلُوا لَهُنَّ شَهَادَةً حَتَّىٰ يُغْنِيَنَّ عَنْهُمْ شَهَادَةُ الْمُسْلِمِينَ“

اُخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُولُوا رَحِمَنا اللّٰهُ" (الحج: ۳۰-۳۱) (جن مسلمانوں کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، انہیں اب جنگ کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوتا رہا ہے، اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، جو لوگ اپنے گھروں سے حق اس لئے نکال دینے گئے کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔)

ترمذی، نسائی اور بیہقی وغیرہم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیے گئے تو یہ آیت، ذیل، حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ آیت سنی تو کہا کہ اب جنگ ہوئی، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جہاد سے یہ پہلی آیت نازل ہوئی تھی، لہذا کرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کم اور مشرکین کی تعداد زیادہ تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر کی تلقین کرتا رہا۔ بیحد احباب کی رات میں اس حدیث کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی، انہوں نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد جہاد چاہی کہ مکی میں مویہ و مشرکوں کو قتل کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے، ہجرت کے بعد رسول کریم ﷺ اور ہاجرین مدینہ میں جمع ہو گئے، اور ہاجرین اور انصار کی مجموعی تعداد سے مسلمانوں کی ایک چھیٹی طاقت وجود میں آئی، اور مدینہ ان کی چھاؤنی اور مسلمانوں کا، الاسلام بن گیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جہاد کو مشروع فرمایا۔

لہذا میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوا اور انہیں ان کے گھروں سے نکالائیں تو ان کا کوئی قصور نہیں تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے اس بات کا قیام نہ لیا تھا کہ ان کا رب صرف اللہ ہے۔ اسی لئے مدینہ آنے کے بعد جب ان کی ایک طاقت وجود میں آئی تو اللہ نے انہیں جہاد کی اجازت دے دی تاکہ ان پر جو ظلم ہوا تھا، ان کا بدلہ لے سکیں۔

۱۰۔ اگر نہیں (یعنی جاؤ اللہ کا نام لے کر) اللہ کی مدد چاہتے ہوئے اور اللہ کے رسول کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے، تو کسی شیخ غافی کو، کسی بچہ کو، کسی کم سن کو، اور کسی عورت کو، خیانت نہ کرو، اپنی قیمتیں جمع نہ کرو، اپنے معاملات ٹھیک رکھو، اور مسن سلوک کرو، اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ اور اس معجزہ کی بہت ساری روایات ہیں جن سے یہ بات متشہرح ہوتی ہے کہ: امام میں بے قصور اور ظلم میں شامل نہ ہونے والوں پر کسی طرح کی زیارتی روایتیں۔

۵۔ اگر نہیں دہشت گردی کسی مردہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی انصافی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو اس کے مدارک کے لئے اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ کسی بھی حکومت میں جسے ۱۰ لے تمام مردہوں کو ان کے معاشی یا سیاسی حقوق پر پورے طور پر فرائض کئے جائیں۔ اور کسی بھی مردہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی انصافی رد از رکھی جائے۔ اسلام یہ نوع کے ظلم و جور کے خلاف ہے، اور اس کی کسی بھی حالت میں اجازت نہیں دیتا اور اپنے ماننے والوں کو عدل و انصاف کا پابند بناتا ہے۔ وہ اس کی بنیاد پر پورے معاشرہ کی تعمیر جانتا ہے۔ مہذبہ اور وہ جگہ جہاں سیاسی یا معاشی یا انصافی کی وجہ سے دہشت گردی جنم لیتی ہے وہاں ہر طرح کا عدل و انصاف کا قیام عمل میں لایا جائے تو یہ فرض یا سالی اس ملک سے اور ہو سکتا ہے۔

اور جہاں طاقت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرنے کی خواہش کی بنا پر دہشت گردی جنم لیتی ہے تو اس کے مدارک کے تسلط میں اسلام کی ہدایت ہے کہ انٹرنیشنل دوسات سے لیں ہے تو حکومت بھی اس کے باوجود کے لئے اپنی تیار کردہ جارح رکھتی ہو، جتنی خاطر سے مضبوط ہوگی تو مخالف قوتیں جو سامنے ہیں ان پر بھی اور جو جی پروا ہیں ان پر بھی ہتھکڑیاں لگا کر اور وہ اس پر عمل آور ہو۔ نہ کی نعمت نہ کر سکیں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطٍ الْخَيْلِ نُرَاهُمْ فِي عُدُوِّ اللَّهِ وَعُدُوكُمْ (آخرین میں دونہم) لَنَا تَعْلَمُونَہم" اللہ معلوم، وما تَغْفِرُوا مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ سَبِيلُ اللَّهِ يَرْفَعُ إِلَيْكَ وَأَنْتُمْ لَا تَنْظُمُونَ" (الانفال: ۱۰) (اور اگر فردس کے مقابلے کے لئے ہر ممکن طاقت اور فوجی گھوڑوں کو تیار کرو، جن کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو مرعوبہ کر دے، اور دوسرے دشمنوں کو بھی جو ان کے علاوہ ہیں جنہیں تم نہیں مانتے ہو انہیں بھجواتے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی قربان کر دے وہ تمہیں پورا کا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں ہوگا)۔

۶۔ ہر انسان کا یہ فطری حق ہے کہ وہ اپنی جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور کسی طرف سے اس پر حملہ ہو تو اس کا دفاع کرے۔

افسانہ کا محرر اور خاندان اس کا اپنا ہے۔ اسے اپنی بیوی، بچوں، ماں باپ و افراد خاندان سے جذباتی لگاؤ و تعلق ہوتا ہے، لگہ بھاد وقت و رو اپنی جان عزیز سے کہیں زیادہ ان سے محبت و پیار کرتا ہے۔ اس پر ان کی اطلاق اور قانونی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ اس کا یہ حق ہے کہ انہیں ظلم و زیادتی کا شکار ہونے نہ دے اور ان پر کسی قسم کی بدست درازی یا حملہ ہو تو ان کا تحمیل و دفاع کرے، بعض صورتوں میں اپنا اور ملی خاندان کا دفاع تو دل پر واجب ہو جاتا ہے۔

دفاع کے اس حق کو دنیا کا ہر مذہب کا قانون تسلیم کرتا ہے، اسلام نے بھی اسے ایسے بنیادی حق کے طور پر مانا ہے۔ اس نے نہ صرف انسان کو اپنی جان و مال و عزت و آبرو اور اپنے خاندان کے دفاع کا پورا حق عطا کیا ہے۔ بلکہ مسلمان کی جان اس راہ میں چل جانے تو وہ شہادت کا مقام حاصل کرے گا۔ رسول کریم ﷺ کے متعدد فرمودات اور ارشادات میں اس کی چرکی وضاحت موجود ہے۔

حضرت سعید بن زیدؓ گئے۔ جس کہ میں نے رمول الخ علیہ السلامؓ کو مارا، فرماتے ہوئے
 مائ: "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون
 دمه فهو شهيد، ومن قتل دون همه فهو شهيد" (ترمذی: آداب الموت: باب ما جاء من
 فی دون ماله فهو شهيد) (یعنی جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے
 دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے وہ شہید
 ہے، اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔)

دفاع کے سلسلے میں دوسروں کی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱- دفاع کی ذمہ داری دراصل ریاست کی ہے کہ وہ شہریوں کی جان و مال پر عزت و
 برائی کی حفاظت کرے۔ کسی شہری یا شہریوں کے کسی فرد کو اپنے دفاع کی اس وقت ضرورت پیش
 آتی ہے جبہرہ چانگ صفہ ہو اور ریاست کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ یہ دو ایسا فرض
 ادا کرنے میں کوتاہی کرے، اس لئے ضروری ہے کہ جہاں انسان یہ دیکھے کہ اس کی جان و مال یا
 عزت و برکت کو خطرات لاحق ہیں، پہلے حکومت کو اس کی ذمہ داری یاد دلوائے اور اس کا تعاون
 حاصل کرنے کی کوشش کرے، لیکن اگر اس کا موقع نہ ہو یا حکومت کی طرف سے غفلت
 برقی جائے تو آدمی دفاع کا پورا حق رکھتا ہے۔

۲- دفاع میں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے گا کہ حفاظت کا کمرے کہ استدلال
 ہو۔ اگر حملہ آور صرف ڈرانے، ہتھکانے یا شوریچنے سے فرار کی رو اختیار کرے تو اسے زخمی
 کرنے یا قتل کرنے کی دشمنی نہیں ہوتی۔ اس کی جان اس وقت نہ جائے گی جب کہ اس کے سوا
 کوئی دوسری تدبیر کا روبرو نہ معلوم رہتی ہو۔

دفاع کا حق ایک تشبیہ شدہ حق ہے۔ اس سے سماج کے فرائض، دین و دنیا کے فرائض، جو سب

ہے کہ اس کی جان و مال یا عزت و شہرہ اور یہ وہی بچے کا حال ہے۔ کے رحم و کرم پر نہیں ہیں۔ وقت
 ضرورت اگر سے ریاست کی یا قریب سے کسی فرد کی مدد نہ بھی ملے تو وہ خود اپنے ملے رہتے ہیں
 باوجود اور اپنے خاندان کی فعالیت نہ رہتا ہے۔ ایسے مسکین نازے اور بھروسہ نہ رہتے ہیں اپنے
 اس حق کا استعمال کرتے ہیں تو انہما کی تعمیر پر بھی عمل کرتے ہیں اور ان کے خاندان کی بھی ضرورت
 روزی نہیں کرتا۔



اسلام اور عالمی امن

مہرۃ مہرۃ شیعہ قادی جرنیل

بلاشبہ اسلام جو رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں سے لئے آفریں پسندیدہ دین ہے کسی طرح کی ظلم و جارحیت کا برگز قائل نہیں بلکہ اودہشت سردی کی بھی کسی طرح ۲ نید نہیں کرتا جس میں بے گناہوں کے جان و مال کو نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن کچھ ایسے مفسدین پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنے کو تصمیں میں برعم خود شاری نہیں کریں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ ہم ہی مصلح ہیں۔ باقی دنیا مفسد اور ہم خدا کا سد باب کرنے والے ہیں۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا

إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ" (سورۃ بقرہ: ۱۱۰-۱۰۹)۔

امام غضب منہائی فدا کی تعریف یہ کرتے ہیں:

"الفساد عروج النسيء عن الاعتدال وبطاده المصالح" (تفسیر قرآن، ۶۳)

(اعتدال سے کسی چیز کا نکلنا ہی فساد ہے اور یہ اصلاح کی ضد ہے)۔

قرآن کریم نے برعم زد مصلحین کی نیت کو بھانپ لیا اور دو ٹوک الفاظوں میں فرمایا کہ

ان کو دنیا میں بھی جبر تا کہ نہ اٹلی ادارۂ قوت میں بھی وہ خدا کا سد باب نہ سکتی ہوں گے:

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ

يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلُّوا أَوْ لَفُطَّعَ أُنْفُسُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُصْرَوْا مِنَ الْأَرْضِ

فَالْكَ لِهَمْ خِزْي فِي الدُّنْيَا وَلِهَمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۳)۔

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں نہ دھچھلنے میں آتے رہتے ہیں ان کی سزا ایسی ہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں، یہ سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو ان کی رسولی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے)۔

صاحب جمل فرماتے ہیں کہ "یسعون فی الارض فساداً" پر مجاہدہ المسلمین کے معنی میں ہے، یعنی جو فساد پھیلانے والے ہیں وہی عو رب ہیں، کیونکہ اہل تحقیق کے نزدیک ردو ان اقروں کے درمیان "وَدُوّ تَقْرِیرِی" ہے اور اس لئے دوسرا فقرہ "یسعون فی الارض" پہلے فقرہ "الَّذین یحذرون اللہ ورسولہ" کی تشریح و تفسیر اور اس کی حرا متعدین کر رہا ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ مراد آیت ہا کی، یعنی نون اور دوا کوؤں کے گروہ سے ہے عام اس سے کہ وہ بہادر کافر ہو یا مسلمان، کیونکہ یہ گروہ جب اپنی اصلاح کا موند دھانے کے لئے نکلتا ہے تو پوری شان و شوکت کے ساتھ جن پر حمل کیا جائے وہ بیمارے مقابلہ کی تاب نہ لاتے۔

"ذهب اکثر المفسرین وعلیہ جملة الفقهاء إلی أنها نزلت فی قِطَاعِ الطریق" (اکثر مفسرین اور قاضی نقیب، اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت زانوز کے راستے میں نازل ہوئی ہے)۔

عاصیوں اور نافرمانوں نے بلکہ میں یہ رو و خصوصیت کے ساتھ محمد ربین کا مصداق ہوتا ہے، امام رازی فرماتے ہیں: "بتسار کل من کان عوصوفاً بعدہ المصلحة سواء کان کافراً أو مسلماناً" (ہر وہ شخص جس سے منفعہ ہو تو وہ کافر ہو یا مسلمان اس علم میں شامل ہے)۔

امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں: "ولہ یسمی بذلك کل عاص لہ تعالیٰ إذ

جس بھذہ المہزفۃ فی الامتاع واضہوز المہالبۃ فی اخذ الاموال و قطع الطریق" (اور اللہ کے ہر نافرمان کو محارب نہیں کہہ جائے گا کیونکہ وہ مالوں کے بیٹے اور راستہ کو منقطع کرنے اور لوگوں کو روکنے میں اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا) (غیر قرآنہ ۹۰۰)۔

یہاں محارب سے مراد معصیت اور مخالفت یا اللہ اور اس کے رسول کے لئے قانون کو توڑنا اور اس سے مقابلہ کرنا ہے، اس لغت نے یہی معنی لئے ہیں۔ المعصیۃ ای بمعصونہ (معصیت یعنی اس کی نافرمانی کرنا)۔

اب جو کوئی کسی رگزر یا کسی پر بلا مذہر صدر کرتا ہے، وہ پوری مرتعہ سمی فی الارض کا مرتعہ بنتا ہے اور یہی اللہ اور رسول سے محارب ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

"سمی قاطع الطریق محارباً باللہ لکون المہار معصماً علی اللہ تعالیٰ فالذی یزین ائمہ محارب لمن اعتمد علیہ فی تحصیل الأمن" (ذا کوں کو اللہ سے محارب کہنے والا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ مسافر نے اللہ پر اعتماد کیا تھا اور یہ رب اس کے امن کے بارے میں ہے لہذا محارب انہی سے امن کے حصول میں جنگ کر رہا ہے) (غیر قرآنہ ۹۰۰)۔

دہشت گردی کی تعریف:

پس معلوم ہوا کہ نظریہ ای یا اجتماعی یا تکنیکی مع پر کسی کے امن کو زائل کرنا یا جان و مال اور عزت کو لانا یہ دہشت گردی میں شمار ہوگا، گویا دہشت گردی کی تعریف یہ ہوئی کہ جس نے کسی کسی کی عزت و آبرو اور جان و مال کو خطرہ میں ڈالا وہ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والا اور آج کی اصطلاح میں دہشت گرد ہے۔ کیونکہ محاربہ اور فساد دونوں کے معنی میں قدر امتزاج ہے، امر لئے کہ جو حربی ہتھیار و عموماً فائرنگی ہتھیار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر حربی ہتھیار ہوتا ہے امن اسلامی

دہشت میں آئے تو اس کی جان اور مال سباحت ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کی طرف سے فساد کا امکان کوئی بہت ہے اور یہ ۱۰: ۱۵۹۵۔

۲۔ حکومت پر دہشت گردی کا اطلاق:

دہشت گردی کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں:

انفرادی دہشت گردی، اجتماعی دہشت گردی، حکومتی دہشت گردی۔

بعض وقت ذوقی حقوق کی پامالی اور محرومی کا احساس رد عمل پیدا کرتا ہے، اسی بنا پر رد عمل کو کچنے سے تشدید ہوتا ہے، اُن ان مسائل کو انصاف پسندی، عدلیہ تسمیری کے سانچے میں کیا جائے اور سمیت و بصیرت اور افہام و تفہیم و ملحوظ نگاہ رکھا جائے تو مسائل تشدد کی راجح اختیار نہ کریں، یہی مسائل کے حل کرنے کا دانشمندانہ طریقہ ہے لیکن وہی مسائل پر کنٹرول، انسانیت انٹرنیشنل اور کارکنان کی غلط پالیسیوں کے بنا پر بعض وقت اصحاب اقتدار کو کسی غریب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ حقوق کا مطالبہ کرنے والوں نے ہاتھ مارو اسلوک کی رواج اختیار کی جائے، اور عموماً یہ صورت حال اس وقت وجود میں آتی ہے جب کسی ملک کے عوام شہری حقوق کے خواہاں ہوتے ہیں اور اس باب اقتدار سے دہشت گردی قرار دے کر تشدد کے راستہ پر برقی رفتار سے سفر شروع کر دیتے ہیں۔

پس حکومت اور نوکر شاہی پر دہشت گردی کا اطلاق ہی نہیں ہوگا، بلکہ صلب دہلی سے دہشت گردی قرار دیے جائیں گے، اس لئے کہ یہ "الذین یحاذون اللہ ورسولہ" کے صحیح مصداق ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اقتدار مطالبہ کرنے والوں سے اسی لئے بغض رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام لیا جائیں اور قانون اور اللہ کی نفاذ کے معنی اور نوکشاں رہتے ہیں۔ نیز اس مطالبہ کو کچلنے کے لئے مہلک سے مہلک سبوتاہوں اور استعمال کرتے ہیں، اس قتل و غارتگری میں خود ان کے قوانین نوٹ جائیں، انہیں اس کی بالکل پروا نہیں، لہذا یہ "سعون فی الارض

فساد" میں بھی شمار ہوگا یہی حکومتوں پر بھی رہشت گردی کا اطلاق بالکل صحیح ہے۔

۳۔ احتجاج اور رد عمل:

"لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالنُّصُرَةِ" (نساء: ۷۵) (اللہ نہ

پھوڑ کر روئی کرے تو پند نہیں کرتا سوائے مظلوم کے)۔

بالضرورت اور بلا مصلحت شری کسی کی بدگوئی کسی حال میں جائز نہیں، مظلوم الیت اپنے دل کا بھار یک جہک کر نکال سکتا ہے، اور حاکم کے سامنے فریاد لے جاسکتا ہے۔ انسان کے طبی تقاضوں اور اضطراری اور نیم اضطراری ضرورتوں کا اس حد تک لحاظ کر شریعت اسلامی کے اور کس نے کیا۔

یہی احتجاج اور اظہار ناراضگی کے جوت کے لئے آیت والا بین دلیل ہے جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مظلوم کا عالم کے خلاف عدوائے احتجاج بلند کرنا درست ہے۔

عملی احتجاج کے جواز پر بھی ایک حدیث سے روشنی پڑتی ہے:

"جاء رجل إلى رسول الله ﷺ يشكوه جاره، قال: اخرج مناعك على الطريق، فطرحه فجعل الناس يعمرون ويلعنونه فجاء إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله ما لقيت من الناس، قال: وما لقيت منهم؟ قال: يلعنوني، قال: لعنك الله قبل الناس، فذل: إلى لا أعود، فجاء الذي شكاه إلى النبي ﷺ فقال: ارفع مناعك فقد آسيت" (بخاری ۱۷۵۸-۱۷۵۹)۔

(ایک صاحب دربار رسالہ میں چڑی کی شکایت لے کر پہنچے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دو چنانچہ ان صحابی نے ارشدِ نبوی کے مطابق یہاں سے گزر رہے تھے اور اس کے چڑیا پر لعنت بھیجتے جاتے، وہ چڑی حسودہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں قوموں کی طرف سے بڑی تکلیف سے دوچار ہوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تم کو لوگوں سے کیا تکلیف پہنچی؟ عرض کیا: لوگ مجھ پر لعنت کرتے ہیں، "آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے پہلے تم پر اللہ کی لعنت ہو چکی ہے، مجھے لگے کہ اب" اللہ میں ایسا نہیں کریں گا، اتنے ہی میں جن صاحب نے آپ ﷺ سے شکایت کی تھی وہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا سامان اٹھاؤ کہ تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔

پس معلوم ہوا کہ دوسرے کو نقصان پہنچانے بغیر اپنی تار و پسی اور فخری کے اعتبار سے لئے کسی ملاشی طریقے کو اختیار کیا جاسکتا ہے، نیز عصر ہی سیاست میں احتجاج جڑاؤ ایک سبب اور خود کام بھی احتجاج اور دھمکی کے طور پر ہیں، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں احتجاج واجب ہے۔

مظاہر کا غلط کے خلاف انمول خزانہ اور اہمیت ترویج کے ذریعے میں نہیں آتا، لہذا۔
 احتجاج مقصود ہوا کہ جو بھی سامنے آئے اسے ضرر پہنچانے کی غرض ہوا اور یہاں لڑنے پر توجہ نہیں دینی، کریم ﷺ فرماتے ہیں: "الابرحمہ اللہ من لا یرحمہ اللہ من" (مختار، ۱۰۰/۳۰۰) (جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا)۔

پس معلوم ہوا کہ احتجاج و دھمکی شریعت کے دائرے میں پابندی ہے، زمین اور جس نے نقصان نہ پایا ہو اپنے احتجاج میں اس پر دوبارہ نقصان مار دینا بیعت کے دائرے سے بہت نرا احتجاج کہہ کر خود درست نہیں۔

۴۔ بے قصور وہاں سے ظلم کا بدلہ لینا۔

اہل ایمان کو یہ کہہ کر لئے شریعت نے اہل عدل سے ہیں اور اہل افسوس کی پابندی بھی لازم قرار دینی ہے، بغیر اہل عدل کے وہ کہہ کر مجاہدات عامہ میں حصہ نہیں لے سکتے، چوت

نہرتے تو ایسے لوگوں سے مظلوم کے لئے بدلہ لینا جائز ہے۔ اور عورت شیخ فانی اور بچہ کو بچہ
 انتقام قتل کر کے کھجور کی بات دور یہ حرام ہوگا اور عند اللہ ظالموں میں گنہگار نہ جائے گا۔ اگر یہ لوگ
 صاحب رائے و ذی مرتبہ یا زوجوں سے دشمن کی مدد کرتے ہیں تو پھر ان سے بطور انتقام بدلہ لینا
 جائز ہوگا۔

”وَلَا تَقْتُلُوا امْرَأَةً رَمَتْ عَلَيْهَا رِمَاً وَلَا شَيْخًا قَنَاطًا وَلَا مَعْصُومًا وَلَا نَفْسًا لَّامِنَةً
 لِّمَبِيعٍ لِّلْقَتْلِ عِنْدَنَا هُوَ الْحَرَامُ وَلَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُمْ وَلِهَذَا لَا يَقْتُلُ بِلَا مَسِّ الشَّقِ
 وَالْمَقْطُوعِ الْيَسَنِ وَالْمَقْطُوعِ يَدِهِ وَرَجُلِهِ مِمَّنْ عَمِلَ وَالشَّافِعِيُّ يَخَالِفُنَا فِي
 الشَّيْخِ وَالْمَقْعَدِ وَالْأَعْمَى لِأَنَّ الْمَبِيعَ عِنْدَهُ الْكَفَرُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ عَابِدًا وَقَدْ صَحَّ
 أَنَّ نَفْسَ عَلَيْهِ السَّلَامِ نَهَى عَنِ قَتْلِ الصَّبِيَّانِ وَالْمُدَوَّارِ وَحِينَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ
 ﷺ امْرَأَةً مَقْتُولَةً قَالِ هَاهُ مَا كَانَتْ هَذِهِ تَغَالِلُ قَلْبُ قُتِلَتْ (المہذبہ ۱۵۶۱)۔

(عورت، بچہ، شیخ فانی اور پانچ اور اندر سے قتل نہ کرے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک
 جنگجو کو کسی قتل کرنا جائز ہے، چونکہ عورت (غیرہ سے جنگ کا قصد نہیں ہوتا) ای وجہ سے مہزون اور
 دایاں ہاتھ بائیں پیر یا بایاں ہاتھ دایاں پیر کہے ہوئے قتل کرنے کی اجازت نہیں، تاہم شافعی کے
 نزدیک شیخ فانی، پانچ اور اندر سے کہہ کر کسی بچہ قتل کرنا جائز ہے، اور یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ
 نے پھر اور عورتوں کو قتل نہ کرنے سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے جس وقت آپ مقتولہ عورت کو
 دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے نبی! نے تم میں سے اس کو قتل کیا اس کا قتل نہ کرنا جائز نہیں۔)

ان اصولی آراء کی روشنی میں مفہوم ہوگا کہ مظلوم کو ظلم کرنے والے نے روہ کے نہیں افراد
 کو بطور انتقام قتل کرنا یا ان سے بدلہ لینا جائز ہے جو ظالم کے کسی طرح کے زمین ہوں، انسانیت کی
 شکلوں میں اور ان کی تسمیہ نہیں کر جائے گی۔

۵- اسباب تدارک:

کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی، تصافی ہو رہی ہو تو ان اسباب کے تدارک کے لئے درج ذیل صورتیں اختیار کرنی چاہئے:

۱- حضرت ابوذرؓ سے یہ الفاظ حدیث منقول ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا مَالِكُ الْمَلِكِ وَمَلِكُ الْمَلُوكِ وَقُيُومُ الْمَلُوكِ بَدِي وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا أَطَاعُونِي حَوَّلْتُ قُلُوبَ مَلُوكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا عَصَوْنِي حَوَّلْتُ قُلُوبَ عَلَيْهِمْ بِالسَّخَطِ وَالشَّعْطِ فَسَامَوْهُمْ سَوَاءَ الْعَذَابِ فَلَا فَتُخَلُّوا أَنْفُسَكُمْ بِالْعُدَاءِ عَلَى الْمَلُوكِ وَلَكِنْ اشْغُلُوا أَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ أَكْفَكُم مَلُوكَكُمْ" (ترمذی: ۱۲۶۹)۔

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں، ملک الملک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں اور بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو ان کی طرف رست و شفقت سے متوجہ کرتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو ان کے خلاف ناراضی اور عداوت کے ساتھ متوجہ کرتا ہوں چنانچہ وہ انہیں بدترین دشمنیں پہنچاتے ہیں، لہذا تم بادشاہوں کو بددعا نہیں دینے میں مشغول نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو ذکر اور دعا و تضرع میں مشغول رکھو، میں تمہارے بادشاہوں کے معاملے میں تمہاری مدد کروں گا)۔

حدیث پاک سے ۱- باب تدارک میں سے ایک سبب یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی گروہ یا علاقہ والوں کے ساتھ معاشی، سیاسی اور علاقائی، تصافی ہو رہی ہو تو پہلا کام انہیں یہ کرنا ہے کہ اللہ رب العزت سے اپنی پریشانی، اذیت و غم کی درخواست کریں اور ذکر و اذکار، استغفار و تضرع و

بکثرت کریں، اس کے بغیر آگے کی کوئی بھی تدبیر کامیاب ہونے والی نہیں ہے۔

۲۔ منکر کو اپنی طاقت بھر دے کر کوشش کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ومن لم يستطع فليسانه ومن لم يستطع فليقلبه وذلك اضعف الایمان“ (مشکوٰۃ: ۳۰۲) (تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھتے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دالے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے نکیر کرے، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے)۔

۳۔ انصافی کسی بھی شکل میں ہو ظلم ہے اور ظلم منکر کی ایک بدترین شکل ہے، لہذا اس منکر کو مٹانے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، مثلاً اپنے سیاسی اور عوامی اثر و رسوخ کا استعمال کرے، اثر برداری چارہ جوئی سے عدالتی ہو تو عدالت سے چارہ جوئی کی جائے۔ اطراف کے بااثر افراد سے اس ظلم کو روکنے کی درخواست کی جائے اور ان سے بھی مالی یا سیاسی مدد حاصل کی جائے۔ سر تدارک میں جنگ و جدال کی نوبت آئے تو اس کی بھی تیاری اور ہمت کی جائے۔ حضرت تھاقوی نے اس طرح کی: انصافی کہہ کر ایک کے لئے یوں فتویٰ دیا ہے: ”ایمانانی ظلم کرنا جس میں جواز کا شبہ بھی نہ ہو بلکہ صریح ظلم ہو“ کا حکم یہ ہے کہ اپنے اپنے سے ظلم کا بئع کرے، اگرچہ حق کی نوبت آجائے اور صبر بھی جائز ہے جسے تقاضا اولیٰ ہے (ضمن الامان: ۱۰۶)۔

پس عبادات بالا سے معلوم ہوا کہ ۳۔ انصافی خواہ کسی شکل میں ہو اس کا تدارک کرنا واجب ہے اور اسباب تدارک میں دعا و ذکر، استغفار اور انہماق، تقسیم، سیاسی اثر و رسوخ، اطراف و علاقہ کے برادرانوں سے لے کر ”دعا و تعاون“ اور جنگ بھی ہے، ان میں سے حالات کے مطابق اسباب تدارک اختیار کرنا ضروری ہے۔

۶۔ غار کی شرعی حیثیت:

جنت و ماں اور ملت و آبرو کی حفاظت کے لئے جمہور دوسرے نرہ انسان کے حقوق کو کاٹ کر مٹانے کی کوشش کرنا یا جہاد کے درجہ میں ہے، اور اگر اس رسم میں خون بھی پڑے تو یہ شہادت ہے۔ اس اقدس **تہذیب** نے ارشاد فرمایا: **مَنْ قَتَلَ دُونَ عَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ**، اس قتل دون دمہ فہو شہید ومن قتل دون دینہ فہو شہید ومن قتل دون اعلیہ فہو شہید (ترمذی، ۶۹۱)۔

(جو اپنے ماس کی خدمت میں ماریا آئے وہ شہید ہے۔ اور اپنی جان کی حفاظت میں
 نہ آئے وہ شہید نہ، جو اپنے دین کی حفاظت میں نہ آئے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین و جان
 کی حفاظت میں نہ آئے وہ بھی شہید ہے)۔

اور شادی تھی۔ یہ امر کچھ ہر ہوا کہ جان رماں اور عزت و آبرو کی حفاظت نہ کہ مقتول پر راجب ہے، اور حفاظت کے تمام چارہ بھر بیٹھے شامل ہوتے تھے، اور ان کی حفاظت میں مارا جانے والا شہید بھی تہہ ذرا۔

”شہید من لہے المہر کون او وجد فی القعر کفہ وبہ افر و اقلہ
المسلمون ظلماً فیکفن ویصلی عنہ لانه فی معنی شہید : احمد (۱۰۲۰ : ۱۰۲۱)
از عمید : یہ ناس کو شہید بننے کے قابل یہ ہو، یہ میدان کا راز میں چلنا جائے اور سب پر نمرود اثر بھی
ہو یا۔ مسلموں نے ظلم کیا۔۔۔ ہمارے دو گنہگار یہ جانے کا اور نمرود راز و پرچی جانے کی کہ یہ شہید
احمد نے درج میں ہیں۔“

دفعہ اور جہاد میں فرق ہے، جہاد کے لئے کچھ شرطیں ہیں مثلاً ایسے ایسے کو یوں جہاد
جہاد کو انجام دے سکتے ہیں، یہ عجیب عالم ابن تہامہ لکھتے ہیں "وامر الجہاد موكول اسی
کلامہ واحسنہ" (صفحہ ۱۶۶)۔

(جہاد کا معاملہ اور اس کی رائے سے متعلق ہوگا)۔

اور امام المسلمین یا اس کی نائب سے مقرر نائب کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ در
یہ فرق شیعہ اور فرقہ ہے ہیں: "وَبِكْرَةُ الْعُرُوْهِ مِنْ عَسْرِ اَذْنِ الْاَکْبَرِ مِنْ
قَبِيْحَةِ (اثر) جہاد ہے۔ ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۷ء تا ۱۹۷۸ء تا ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۰ء
فوجی جہاد سے کیا کرنے اور دوسری جگہ کی فوجی جہاد پر کاربند۔

دوسری شرط بلکہ حقیقتاً تیسری شرط یہ ہے کہ جہاد میں قوم سے جو احسن و اسلام فی دعوت
رہی جائیگی ہے اور ۱۹۷۹ء کا یہ صورت میں جزیہ دینے پر آمادہ ہوئے ہوں، کیونکہ اصل مقصد یہ ثابت
نہ کہ جہاد جہاد ایک اور یہ دوسری ہے، نیز فقہاء احناف میں ماہرہ کھٹائی کے تو اس کو مزید وضاحت
سے سمجھائی جاتی ہے۔

"وَلَا يَحِلُّ لَنَا أَنْ نَفْزِلَ مِنْ دَاخِلِهِ لِدَعْوَةِ وَهَوْنِ اسْتِغْرَافِ زَعَمَاتِ
عُرْفًا وَغَوِيًّا نَكُنْ لَا شَكَّ أَنْ فِي مِلَادِ اللَّهِ مِنْ لَدُنْ شَعُوْرَ كَذِبِ الْبُلْغِ" (زبور)۔
۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۰ء

(جہاد میں وہ اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو سہرے لئے ان سے قرار جائز نہیں ہوگا۔
جہاد میں مشرق مغرب میں اسلام کو بکھڑا رکھنا ہے، انہیں ان میں شہر نہیں کہ خدا کی کائنات میں ایسے
ہو سکتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے جہاد اسلام کو حق شعور نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جہاد مشرق ہے، لے لے ایسے ائمہ نہیں اور دعوت اسلام کی ہو، خیر دینی سے
بھیر ان کے جہاد جہاد مشرق ہے ہوگا۔

دعا: "وَقَدْ" سے مشتق ہے، معنی: روئے والا۔ دعا کی صورت یہ ہوتی جو دعا

نہ۔ ہا ہے وہ چھے قلم کا نکار، نہ خواہ متیقنا یا اسکا نا، بجز دفاع کرتے۔ اور دفاع کا حکم غرض کر چکا
ہوں کہ، واجب ہے، مدافعت انفرادی اور اجتماعی، دوستی ہے۔ کسی حق مدافعت کے لئے شفی و میر
اور اجتماعی قوت ضروری نہیں، جس کی شریعت میں ہر وقت اجازت ہے۔

بہن مسلمانوں سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حسب حال امن اور عزت و آبرو خطر و امن
پڑ جائے تو وہ چہ اندازگی اور سر فیدی کی راہ اختیار کرنے کے بجائے مقدمہ در بھرا آپ اپنی حفاظت
کریں۔



دہشت گردی - اسلامی نقطہ نظر

سید محمد ترمین شاہ یاروی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اسلام مذہب امن ہے، اس کے نزدیک کسی کی بدن لینا بہت برا ظلم ہے اور سب سے بڑا جرم ہے، اسلام انسانوں کی زندگی کو بے حد اہم سمجھتا ہے، ارشاد باری ہے: "انہ من قتل نفساً بغير نفس أو فساد فی الارض فکأنما قتل الناس جميعاً ومن أحباها لمکانما أحبا الناس جميعاً" (سورہ بقرہ: ۱۷۰-۱۷۱)۔

(بات یہ ہے جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے یا بغیر زمین میں فساد پرانے کے قتل کر دیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی جان کو زندگی دلائی تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ کر دیا)۔

اس سے پتہ چلا کہ کئی بے گناہ کو مار دینا ساری انسانیت کا قتل ہے، اور کسی کو مارنے کی دھمکیوں سے بے گناہ کی جان بچانے کی کوشش کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

- ۱۔ اگر کوئی انسان کسی انسان کو مار دیتا ہے تو اسے بدلے میں قتل کر دیا جانے کا۔
- ۲۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلاتا ہے، ڈاکے ڈالتا ہے، مراٹوں، راستوں پر ٹھکوں، پھاڑوں یا کسی مقام پر بھی انسانوں کو قتل کرتا ہے، مال لوٹتا ہے، عورت لواتا ہے۔ تو اسے جوابی طور پر سزائے موت ہوئی، قرآن پاک نے "فساد فی الارض" (لوعذابنی زمین

میں فساد پھیلاتا اور بہت سے جرم قمار دیا ہے۔

”اِنَّا نَحْشَدُوْهُمُ الْاَرْضَ“ (۱۴۰) (اور زمین میں فساد نہ پھیلے گا) (فتح ایشاد)
 وہ بہت مشابہ ہے ”اَلْاَرْضُ نَحْشَدُوْهُمُ الْاَرْضَ“ (۱۴۱) (اور زمین میں فساد نہ پھیلے گا) (فتح ایشاد)
 اصرار ہو چکی تو پھر زمین میں فساد نہ پھیلے گا، مزید روش و رہائی ہے: ”وَيَسْبُوْنَ فِي الْاَرْضِ
 فَسَادًا“ (۱۴۲) (اور وہ زمین میں فساد پھیلنے لگتے ہیں)۔

اس سے واضح ہو گا کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی زمین کو انسان کا گہوارہ بنا کر چھوڑتا ہے، وہ کسی قسم
 کے فساد یا فتنے نہیں چھوڑتا اور خرابی حال و اوصاف سے روکتی ہے۔

اسلام و رحمت:

علم و فساد سے روکنے کے لئے قرآن پاک نے حال کو ضروری قرار دیا ہے،
 ایشاد پائی ہے: ”عَسَلُوْا“ (۱۴۳) (عسل یعنی عسل) (۱۴۴) (عسل یعنی عسل) (۱۴۵) (عسل یعنی عسل)
 قریب ہے، ان آیت کے بعد کہ حال و اوصاف حقوق اور پرہیز گاری ہے، مزید ملاحظہ
 ہو: ”اِذَا حُكِمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ“ (۱۴۶) (اور جب تم لوگوں میں
 فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو)۔

یہ زنی امر ہے کہ ملو، ان کو عدل سے فیصلہ کرنے میں عدل سے فیصلے نہیں ہر سنتے
 ہیں کہ شہادت صحیح کی جاتی جائے، اسی کے سہ سے ایشاد پائی ہے: ”وَأَقِمُوا الشَّهَادَةَ
 لِلّٰهِ“ (۱۴۷) (اللہ تعالیٰ کے لئے شہادت قائم کرو)۔

مزید ایشاد پائی ہے: ”اِنَّا نَكْنُفُوْا الشَّهَادَةَ وَمِنْ يَّكْنُفُوْا لِبَانِهِ اَنَّهُمْ قَسَمٌ“
 (۱۴۸) (اور تم اسی نہ چھپاؤ، تو کوئی چھپاتا ہے تو یقیناً ان کا دل ٹہکے رہے)۔

مترجم یا آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آئے کہ مسلمان مومن و مومنہ نہیں رہ سکتا۔

یہ کہہ بے گناہ کا قتل انسانیت کا قتل ہے۔ وہ کسی نئی عزت جتا نہیں نہ سکتا، وہ کسی گناہ نہیں
اوٹ سکتا۔ وہ کسی ٹوٹتی نہیں کر سکتا، وہ کسی کو مار نہیں سکتا، وہ کسی کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔

اگر وہ اقدار میں آتا ہے تو انصاف کرتا ہے، اقدار سے باہر آتا ہے تو انصاف سے
لے جک دو کرتا ہے، وہ ہر اس بات کی شہادت اپنے اوپر فرض سمجھتا ہے، جس کا اسے علم ہے، غور
فرمائیں، جس فرد، جس معاشرے اور جس حکومت میں یہ صفات ہوں کیا وہ دہشت گرد ہے؟ یہ تو
ایک مہذب معاشرے کے لئے بنیادی شرطیں ہیں، اسلام تو جبر و اکراہ کا بھی دشمن ہے۔

جبر و اکراہ اور اسلام:

اسلام جبر انہی کا مذہب تبدیل کرنے کا شدید مخالف ہے، ارشاد باری ہے:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (بقرہ: ۲۵۶) (دین میں کوئی جبر نہیں ہے)۔

آپ اپنی خواہش کے تحت کسی کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتے، حریر ارشاد باری ہے:

"أَفَأَنْتُمْ تَكْرَهُونَ أَنْ تَتَنَبَّهُوا حَتَّى يَسْمَعُوا كَلِمًا مِنْ رَبِّكُمْ" (آل عمران: ۶۴) (کیا آپ لوگوں کو

مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں)۔

جس مذہب میں جبر جرم ہے، انصاف کا بول بالا ہو، خدا کی بیعت کی ہو، قتل سب سے بڑا

جرم ہو، وہ دہشت گرد ہو سکتا ہے، ہنس اور ہرگز نہیں، تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ دور حاضر میں

غیر مسلم اقوام مسلمانوں پر اپنے حدود و قصاص کی تکمیل کے لئے دہشت گردی کا اہرام لگاتی ہیں یعنی

چور ہمیں چور کہہ رہا ہے، دھاریوں سے وہ خود دہشت گردی میں مبتلا ہیں وہ نیراسٹ ہیں، اور

بے گناہ ہوں یہ اہرام لگاتے ہیں۔

اسلام نے تو دہشت گردوں اور باغیوں کے لئے شدید سزائیں رکھی ہیں، ملاحظہ ہو:

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسُوا سَيفًا" (ان لوگوں کی سزا جو اللہ و رسول کے مقابل جھگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد

کئے لئے جھگڑا کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں اچھی طرح قتل کر دیا جائے، یا مضرب پر چڑھا دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے خلاف (تائیں ہاتھ بائیں پاؤں یا بایں ہاتھ اور بایں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے، یہ دنیا میں ان کے لئے رہائی ہے، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے (المائدہ: ۳۳)۔

راہی بات مسلمان ریاست میں غیر مسلموں سے ملوک کی توغھہ، بھڑاوش ہے۔

غیر مسلموں سے ملوک:

اسلام غیر مسلموں سے حسن ملوک کا قائل ہے، وہ انہیں اپنی حکومت میں مذہبی آزادی دیتا ہے، مکان کی آزادی دیتا ہے، تقسیم آزادی دیتا ہے، حتیٰ کہ ایسے کلمات کہنے پر بھی گرفت نہیں کرتا جن پر مسلمانوں کی گرفت ہوتی ہے۔

ہر چچے تھینا عظمیٰ کر چکے ہیں کہ غیر مسلموں کے دل میں وصیت کی جاسکتی ہے، انہیں صدقات دیئے جاسکتے ہیں، فدا و نقد کی صورت میں عوں، جنس کی صورت میں عوں، اور نقدی اجناس عوں، جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتے ہیں وہ مذہبی ہیں، مذہبی نہ گالی ہے اور مذہبی کوئی خراب لفظ، یہ ذمہ (ذمہ داری) سے بنا ہے، اس کا مطلب ہے ان کے مذہب، جان و مال اور ملک کی ذمہ دار مسلمان حکومت ہے، میدان کاروقی عظیم نے ایسے ذمہ کی ذمہ داری اٹھانے کا حکم دیا جو جرحہ کی وجہ سے تو فونی ٹیکس نہیں دے سکتا تھا، اس کی ذمہ داری کا مطلب اسے روٹی، کپڑا، اور مکان مہیا کرنا تھا۔

”اسلام نے تو یہاں تک رعایت دی کہ اگر غیر مسلم آپ سے جنگ لڑے قتل ہو گیا ہے تو اس کا مشر (مکمل بگاڑنا) نہیں کریں گے، انہیں دھوکہ نہیں دیں گے“ (امداد: ۱۵۲۰)۔

”اگر وہ مسلمانوں کا مال اپنے ملک میں لے جائیں تو یہ بڑا کرلیں اور مسلمان وہاں تلہ

پائیں تو یہ مال مسلمان قیمت دے کر واپس نہیں گئے“ (ہین ۲۷۶، ۵۲۰)۔

اگر ڈی ہے، جزیرہ (تحفظ کانٹیکس) نہیں دیتا یا کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے، یا بی عہد علیہ السلام کی حسرتی کرتا ہے، یا کسی مسلمان عورت سے بدکاری کرتا ہے تو پھر بھی وہ ڈی رہے گا (ہم ۱۲، ۵۱۳)۔

ان سب کے باوجود ابھی بھی ہم ہی مستوجب عذاب و عقاب ہیں، ابھی بھی ہم سے شکایت ہے۔

۔ خود کا نام جنوں دکھ دیا جنوں کا خرد

اسی فکر تہید اور ساقی تحریر نے بہت سے مسائل واضح کر دیے ہیں، اب سوالات کی طرف آتے ہیں:

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی یہ ہے کہ بلا وجہ کوئی فرد یا کچھ افراد قتل کرے، لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں، مالی لوٹنے لگ جائیں، جائیدادیں تباہ کرنے لگ جائیں، عصمت دری کرنے لگیں، یہ سب شہروں میں کریں، جمعوں میں کریں، گھروں میں کریں، شاہراہوں پر کریں، جنگلوں میں کریں، ہوائی جہازوں، بحری جہازوں، گاڑیوں یا کسی بھی اور مقام پر کریں، طریقہ واردات یہ ہو کہ ڈر اور خوف پھیلا دیں، اچانک فائرنگ کر کے، بم بلاست کر کے یا کسی بھی اور قسم کے خیر و تشدد سے کریں، تو یہ دہشت گردی ہوگی۔

دہشت پھیلا کر کوئی مقصد حاصل نہ کرے دہشت گردی ہے، اور اس کی حقیقت یہی ہے جو ابھی ہم دو پر عرض کر چکے ہیں۔

اب بات بالکل واضح ہے کہ اسلام تو اسے عہد پر کہہ کر ایسے ظالم لوگوں کو شہید سزا دیتا ہے، جس کا ذکر ہم اوپر کرتے ہیں، مزید برآں ہم لا پر واضح کر چکے ہیں کہ اسلام اس کی آشتی

اور محبت کا جذبہ ہے۔ وہ دہشت گردی کو منہ ڈنا جرحِ طعن کرنا ہے نہ اپنی بے دینی میں بے غرور و
 انداز سے پیش نظر مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ ان اسلام سرکارِ عظیم و دنیاوی ہے۔ یہ ان غرور
 سویرے جو ان لوگوں پر چل جائے گا کہ ان کا اسلام بڑا جڑ بٹھا۔

۲۔ حکومتوں نے قیام کا مقصد انصاف قائم کرنا، عوام کے مسائل کا حل رکھنا، ان کے
 مصالح کو برقرار رکھنا، ظلم سے لوگوں کو بچانا، دوزخ و ظلمت سے بچانا ہے۔ اگر حکومت خود ظلم شروع کر دے
 اور تمام حقیقت کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہ کرے اور ان کے ساتھ سیاسی و معاشی
 نا انصافی کرے اور ان کے دلچسپان کے تحفظ سے بھی پیوستگی کرے اور کسی بھتہ خوہ و بھتی
 نقصان بھی کرے یہ کرائے تو یہ سب فعلِ ظلم و تعدی ہیں، اور ظلم کا دوسرا نام دہشت گردی ہے۔
 ایسی حکومتیں انسانی نوعیت کا دہشت گرد ہیں، خود وہ مسلم حکومتیں ہوں یہ غیر مسلم حکومتیں
 ہوں۔ ایسی حکومتیں اپنے فرس سے بھی غفلت کے زمرے میں مرکب ہیں۔

اسلام نے تو ایسی حکومت کے ادکار ہانے سے بھی روک دیا ہے اگر مانتے کی ہمت
 و طاقت ہو، ارشادِ نبوی ہے:

”لَا تَبْرُمُوا بِمَعْصِيَةِ الْإِمَارَةِ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا تَسْمَعُوا إِلَّا أَنطَاعَةً“ (البقرہ)

۱۰۵-۱۰۶

(جب تم اسے نہ دیکھو نہ دیکھا جائے، جب حکومتِ کفر کا ٹھکانہ ہے تو چہ ان کی بات
 نہ سنی جائے اور نہ ہی اس کی اطاعت کی جائے گی)۔

پہ جو حکومت خود مجرم ہے ظلم سے، جتنا ہی گفتگو کی طلب و اہمیت اس کی رعایت
 لازم نہیں رہتی۔

۳۔ اگر حکومت کسی گروہ کے ساتھ ظلم و تعدی و برعکس کر رہی ہو تو اس کے خلاف

اجتہاد: وہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اسے افضل العباد قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کا ترجمہ ہے: ”سب سے پہلے ہمارا خدا کا نام سے سنے مگر حق کہنا ہے۔“

یہ حدیث تقریباً سب معتمد کتبوں میں موجود ہے، اس کی حدیث کا مفہوم یہ ہے: ”مشرک کو ہاتھ سے روکو، ایسا نہ کر مگر تو زبان سے روو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھو، مگر یہ سب سے لطیف ایمان ہے۔“

اگر آپ اس مسئلہ میں اردو کے جامعین تو یہ شہادت ہے، اپنی جان اپنے ماں اور اپنی عزت و ہر کی مخالفت میں موت اسلام کے نزدیک شہادت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد کو سب معتمد سب حدیث میں محدثین نے نقل کیا ہے۔

دینی بات یہ کہ ایسا عمل دہشت گردی تو نہیں؟ تو عرض ہے کہ دہشت گردی بے عزت دین کے تقاریر و غارت کا نام ہے، تفصیل اور پڑ جائیگی ہے، یہ عمل تو دہشت گردی کا رد عمل ہے، اور حق ظلمی ہے، حق ظلمی، مسام، دگر سب مذاہب اور مذہبیت دوست عادل حکومتوں کے ذریعہ نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے، سماجی تاریخ میں سیدہ فاطمہ حسین علیہ السلام، سیدہ فاطمہ احمد زین فضیل اور برصغیر میں حضرت محمد القادری نے طلب حقوق کے لئے چار ہتھیاروں سے لکھوائے۔ دہشت گردی کا راستہ اپنا، دوران حضرات نے جرأت و شہادت کی تھی، دینی حکام، ایسے دہشت گردی کے خلاف اُٹھ کر حق کہنا نہ تھا تو پھر ریاضی دہشت گردی بھی نہ ہونے میں نہیں آئے گی، لہذا اتحاد مقتدرت اسے ختم کرانے کے لئے جدوجہد لازم ہے۔

۴۔ اسلام پھر لینے کی اجازت صرف گمراہ سے دیتا ہے، اور اس سلسلہ میں یہ بھی حکم ہے کہ اس کے ظلم سے زائد جہاد نہ لیا جائے، مثلاً کسی نے اگر کسی فرد کی جانگ توڑی ہے تو اسلام اس کی دہانوں دھمکی توڑنے کی اجازت نہیں دیتا، اور ٹانگ کو روک دیتا ہے تو نہ فی اجازت بھی نہیں دیتا،

اُن کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے اس زیادتی کا بدلہ دینا ہوگا۔

اسلام تو غزوہ و ترز کا مذہب ہے، اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اسے معاف کر دینا بہتر ہے، اللہ کریم کے پاس اس کا بہت اجر ہے، اُنر جلد ہی لینا ہے تو وہ اس کی زیادتی کے مطابق ہوگا اس سے بڑا کہ نہیں۔

اب اگر کسی گروہ نے بدلہ لینے ہوئے اس گروہ سے ہٹ کر ان کے ہم مذہبوں یا ہم وطنوں یا ہم جنسوں یا ہم زبانوں کو مارنے کی زیادتی کی تو اسلام قلعا اس کی اجازت نہیں دیتا، اور بے گناہ کسی فرد کو مارنا اسلام کے نزدیک پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے، اور قرآن پاک سے حوالے سے ہمہ ذکر کرتے ہیں۔

قصاص لینے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ایسی احمقانہ کوششیں رک جاتی ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (البقرہ: ۱۷۵)
 (اور تمہارے لئے قصاص (بدلے) میں اے قتل والو! زندگی ہے تاکہ تم پر تعجب نہ ہو)۔
 لیکن اس بدلے میں زیادتی و تعدی کی اجازت نہیں، ارشادِ باری ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحَرُّ بِالْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى لِمَنْ عَفَى لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعُ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ“ (سورہ بقرہ: ۱۷۸) (ایماندارو! مقتولوں میں بدلہ تم پر لازم قرار دیا گیا ہے، آزاد سے بدلے ایسا آزاد و غلام کے بدلے ایسا غلام، اور عورت کے بدلے ایسی عورت، جسے بمعافی کی طرف سے چھو معافی مل جائے تو معروف طریقے سے پیروی اور حسن سلوک سے ادائیگی ہے)۔
 آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ زیادتی کی اجازت نہیں اور معافی کی تحسین کی تھی، مزید

ملاحظہ ہو:

"وَنُؤْتِيهِمْ أَزْوَاجًا مُّثَلًّا ۖ وَقَدْ خَلَقْنَاكَ خَلْقًا أُولَئِكَ أَصْنَافٌ خَيْرٌ مِّمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

۱۰۶) اور اگر تم بدل لو تو آقا جلد لا جتنی تمہیں تکلیف دینی تھی ہے۔ اور اگر تم صبر کرو (بدل نہ لو) تو یہ بات صبر کر کے دلوں سے ملے بہتر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بے گناہوں کو گناہ میں اور مجرموں کے دے میں قتل کرنا جرم ہے جس کی سزا جہنم تھی، اسلام ایسے فعل کی قطعاً حاکم نہیں دیتا۔

۵۔ ہمارے پر عرض کر آئے ہیں کہ موسمِ دہشت گردی کے تحت خلاف ہے، اور وہ دہشت گردوں کو تختِ سزا نہیں بھیجتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ فنی حرکات اور قسم دہشت گردی وغیرہ کا قانونی گرفت سے اسلحہ جواب دیتا ہے۔

مکر اسلام طر اجا ہر مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے اس نے اسباب و علل کی تلاش کر دی ہے، اور پھر وہ ان اسباب کو ختم کرنے پر توجہ دیتا ہے، مثلاً دہشت گردانہ حربہ کے ہاتھ سے ملک کی حرکات کرتے ہیں تو اسلام ان کی طر استوں کا بندوبست کرتا ہے، دیت و مال سے ان کی مدد کرتا ہے، دہشت گردی کا کوئی اور سبب ہے تو اسے دہش گرد کے لئے کوشش کرتا ہے، دہشت گردی کے لئے دہشت گردی کا سبب ہو سکے، مختلف غفلتوں میں جم ہوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہر دور سے نیک و صالحین کا دشمن ہے، جب بدی اسی شخص کی ہوگی تو بدکار کیسے وجود پذیر ہوگا۔

جہاں وہ ہے گمراہی میں وہشت کروں سے مدد کروں کا نیت درگاہ تو نے کاشم دیا ہے، فحش، مانس اور ضلکی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ:

”لو اجتمع اعدائون فبشر بعضهم القتل والاحد: وكان بعضهم

وَأَكُنْ لِلرُّدَى حَكِيمًا، اعْزِيزْ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ وَدُنَيْكَ لِلْآخِرَةِ، بِرَحْمَةِ

اعارية سواء بشئ بعضهم القليل أو لم يباشروا فيقام الواحد عليهم جميعاً

فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا، میرا دشمن ہے، اور جو اپنی جان بچا لے، وہ میرا دشمن ہے، جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا، وہ شہید ہے، جو گھر والوں کی حفاظت کرتے رہا، وہ شہید ہے، امام ترمذی نے فرمایا: سند ایہ حدیث حسن ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کے تحفظ میں رہا جانے والا شہید ہے، مزید وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث بھی سامنے رکھیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو:

”وروی مسلم عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! أرأيت إن جاء رجل يريد أحد مالي؟ قال: لا تعطه مالك. قال: أرأيت إن قاتلني؟ قال: قتله. قال: أرأيت إن قتلني؟ قال: وقتلته. قال: أرأيت إن قتلته؟ قال: فهو في النار“ (المسلم: ۱۶۱۰)

(امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ کی رائے کیا ہے اگر ایک آدمی آپ کے گھر میں داخل ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا مال ہے، اس نے عرض کیا: اور جو مجھ سے لڑنے لگ جائے تو آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس سے لڑائی کر، اس نے عرض کیا: اور جو مجھے قتل کر دے؟ فرمایا: چر تو شہید ہے، اس نے عرض کیا: اور اگر میں اسے مار دوں تو پھر آپ کا ارشاد کیا ہے؟ ارشاد ہوا: خود چر جہنمی ہے۔)

ان احادیث کو سامنے رکھ کر فقہاء نے جو آراء دیے ہیں، امام الحرمین کی کتاب سے مدد کر کے اس طرح کی توضیحات کی ہیں:

”اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص پر جھگڑا کرے تاکہ اس کا مال اس کے لئے یا اسے قتل کر دے، اور واقعہ شہ کا ہو، جہاں مدد ملتی ہے، یا صحرا کا، جہاں مدد ملنی نہیں ہوتی، یا صحرا میں کسی کے گھر والوں کی ہشامت کا، اور وقت ہوتا ہے، اختیار ہے کہ

ان مجرم کو زخمی کروے اور مسلمانوں سے مار چاہے یا فوج سے مدد طلب کرے، اگر وہ زخمی ہو کر باز آگیا، چھوڑ کے چلا گیا تو اب اس سے مزید قاتل کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ باز نہیں آیا پھر بھی مال بیٹے یا قتل کرنے یا اس کے گھر و اموال میں سے کسی کو قتل کرنے یا اس کے حرم میں داخل ہونے (بیوی، بیٹی، بہن، ماں، کسی محرم عورت، نوکر، بی، لونڈی یا بچے) کے لئے آگئے یا حیا گھر سے باہر چھو کیدار کو قتل کر دیا تاکہ اندر جا کر بدکاری کا ارتکاب کرے یا ان خواہن میں سے کسی کو جبراً لٹھائے جائے تو اب خاندان کے سربراہ پر واجب ہے کہ جتنی قوت ہو اس سے خاتون کا دفاع کرے، اور ہر قسم کا اسلحہ استعمال کرے، اگر وہ صرف ضرب، چھڑ، لاشی، اسلحہ یا کسی اور سے دفاع کر سکتا ہے تو اس حالت میں اسے مارنا ضروری و لازم ہے، ہمارے رتے وقت چلکی بار میں سی اسے قتل کرنے کی نیت نہ کرے، بلکہ ایسے مقامات پر مارے کہ وہ (زخمی ہو) مرے نہیں، اگر اس نے اپنی جان بچانے، مال یا عزت کا تحفظ کرتے ہوئے اسے مارا اور زبردستی کرنے والا مر گیا تو اب اسی شخص پر نہ قصاص ہے نہ بدلہ ہے نہ دیت ہے، نہ کفارہ ہے، نہ سی قیامت کے دن کوئی منہا ہے اور نہ ہی حاکم کی طرف سے کوئی تعزیر ہے، (اس ظالم و ستم) کا خون رائیگاں ہے، اگر دفاع کرنے والا مظلوم اس چور ظالم کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو غیبید ہے اور فی سبیل اللہ عز و جل مجاہد کا ثواب ہے۔

اس حوالہ اقتباس سے بات واضح ہو گئی کہ ایسی حالت میں غلام و جہبہ ہے، الحمد للہ سب سوالات کے جوابات جتنی توسیع ہو گئے فقیر ان دنوں بہت طویل ہے یہ دہری میں یہ قز برشات مذہبی فریضہ سمجھ کر مختصرات تحریر کر دی ہیں، اللہ کریم اس جہد مقل کو قبولیت کے شرف سے نوازیں۔



اسلام میں امن و سلامتی

مولانا محمد معنی دہلوی آفریدی

فہرست پیر ۱۰۰۰ء

۱- دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت:

بے قصور، بے خطا، بے جرم اور معصوم افراد اور گروہ کو ہر اسالی و پریشانی کو کرنا، لوگوں پر
وہمات دلی اور ترہدستی کرنا، ناجائز مقاصد کی تکمیل کے لئے ظلم و ستم کرنا، ہیبت بھیلانا اور ستانا،
خافیت و غرور کے عمل ہونے پر دوسروں کے اذکار پر قبضہ کرنا اور ظلم کرنا ہر جرم ہے، جس کی
حرمت قرآن و حدیث اور احکام سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اولیٰ تو کتوا الی
الظہین ظلموا انفسکم الذار و مالکم من دون اللہ من اولیاء نہ لا معصرون" ۱۰۰

یور: ۱۱۴

(اور مت تمہارے جان و مال میں ہر قسم کی آگاہی اور کوئی نہیں تمہارا مدد سے

مواہدہ گارہ، تمہیں مدد نہ پاؤ گے)۔

عدالت میں ہے:

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میرے بندے میں سے اپنے اوپر ظلم و ستم کرنا فرمایا ہے اور ہر

لوگوں کے درمیان بھی ظلم و ستم کرنا، یہ ہے البتہ تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، اس سے

ساتھ مدد و مساوات کا سلوک نہیں کرتیں، بلکہ بعض طبقہ کے ساتھ سیاتی و سفاکی، انصافی رو دکھی جاتی ہے، اور انہی قوانین کی جان و دل کے تحفظ میں کبھی دانستہ کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ وہ طبقہ جلدی و مالی نقصان سے دوچار ہو تو اس صورت میں اگر مسلمان کی حکومت سے مقابلہ کرنے میں یقیناً کامیابی کی امید ہو تو ذلت کی حکومت کا مقابلہ کرنا چاہئے، ورنہ صبر کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

۴۔ مظلوم ضیعے کا احتجاج کرنا اور اپنی ناراضگی ایوان حکومت تک پہنچانا جو مزہ ہے:

اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر شرعی نقطہ نظر سے احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے اور مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا کسی بھی حال میں و مشیت ترمذی کے دائرہ میں نہیں آئے گا، جمہوری ملک میں مسلمانوں (اور غیر مسلموں) کے لئے اپنے حقوق کے حصول اور تحفظ کی غرض سے جمہوری طریقہ پر احتجاج کے تمام جائز مسائل نو اختیار کرنا درست ہے، ان میں ایجنڈیشن کرنا، جرتال کرنا وغیرہ داخل ہے، البتہ تشدد و تعدی کا راستہ اختیار کرنا جس سے کسی فرد یا گروہ کی یا عوامی املاک کو نقصان پہنچے، مسافروں کو تکلیف ہو، راستے بند ہو جائیں، جائز نہیں، کیونکہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم احتجاج کے طور پر کسی کا گھر اور سامان جلادیں، یا نایادتی تو حکومت کی ہوا اور ہموار کو ضرر پہنچائیں یہ عقل مندی کی بات نہیں ہے، چلک و عوام یا حکومت و سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا اور جلانا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔ احتجاج اور ناراضگی کے اظہار کے لئے اپنی آواز ایوان حکومت تک پہنچانا شرعی حدود میں رہ کر بلا تذبذب و ہرجال جائز و مباح ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن جلد دوم میں یوں

رقم طراز ہیں:

”ان آیات میں سے پہلی آیت اور دوسری آیت دنیا سے ظلمہ جوڑنے کے منانے کا ایک
 قانون ہے۔ ظلمہ عام دنیا کے قوانین کی طرح نہیں جس کی حیثیت صرف آمروں ہوتی ہے۔ بعد
 تر فیصلہ و ترجیح کے اندر کا ایک قانون ہے جس میں ایک طرف تو اس کی چار باتیں دی گئی
 ہیں کہ اس شخص پر ان کا حکم کرے تو ظلمہ اس کے ظلمہ کی شکایت۔ یہ آیت ہم سے مت میں چارہ ہوتی
 کرنا ملتا ہے۔ جو میں ہم۔ انصاف کا تقاضا اور اس کا ایک اور امر کا ایک اور ہے۔ ظلمہ اس کے ساتھ
 ایک چیز بھی ہے۔ جس کی آیت میں مذکور ہے ”یعنی اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا
 بدلہ لے سکتے ہو، مگر شرط یہ ہے کہ جتنا ظلم و تعدی الیہ لے کر ہے۔ ہم اس سے زیادہ کرتے ہیں۔
 یہ ہے کہ نہ تو ظلم ہو جو بڑے اس کا کہ اس سے یہ ہے کہ ظلم نہ ہو۔ جس میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ ظلم
 کا بدلہ۔ انصاف سے ہی کیا جاتا ہے۔ اس نے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ نہ کرے
 مگر جہاں اور عدالت کو دیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ ظلم اور اس کے ساتھ معاشرہ کا قرآنی اصول
 اور میں یہ نہ تھا کہ ایک طرف یہ اور نے اتنے کا حق دے کر اس کے انصاف کا بہترین قانون
 بنادیا۔ دوسری طرف مظلوم کو اس کی حلقہ کی تعلیم دے۔ یہ ظلم و تعدی پر آدھ کیا جس کا لازمی نتیجہ وہ
 ہے جس کو قرآن کریم نے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”یعنی جس شخص کے اور تہا دے جو میانہ رفتی
 قسمی اس میں نہ عمل سے وہ برابر شخص اور اس میں جو نے کا انصاف اور ان ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔

۳۔ غیر مجرمین سے بدلہ لینا چاہئے نہیں ہے :

ان آیات عہد نامہ کی طرف سے ظلم دیا جاتی ہیں اس میں اس وجہ کے لئے افراد شریک ہوتے ہیں
 - ظلمہ میں ظلمہ لے لے کر وہ ان دونوں سے بدلہ لینا چاہئے نہیں ہے۔ جو کہ قصور دونوں ہے۔ جو
 ان میں سے کسی میں شامل نہ ہو۔

”اور ان کو عذر دے۔ کہ ”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِيْنَ" (سورۃ الاحزاب: ۱۹) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بولتا ہے
 جس قسم سے "اور کسی پر زیادتی مت کرو، کبھی اللہ تعالیٰ تم پر زیادتی کرنے والا نہ ہو"۔
 نیز فرمایا: "لَمَنْ اَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ
 وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ" (سورۃ الاحزاب: ۱۹) (پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم
 اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے
 پرہیزگاروں کے)۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بات افرشتہ ہوئی کہ غیر مجرمین اور غیر مقتولین سے بدلہ
 لینا اور ان کو جان سے مار ڈالنا قطعاً جائز نہیں، اور اگر کسی مسلمان نے اس کی خلاف ورزی کرنے
 کو بہتہ سمجھی تو پھر خدا تعالیٰ مجرم قرار پائے گا۔

اسی قسم کے سوال کے جواب نمبر ۴۶۳ کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ
 تحریر فرماتے ہیں: "مجرموں کو قتل کرنا یا ان سے انتقام لینا تو صحیح ہے، مگر اصل مجرم مرقار نہ
 ہو جس کو ان کے عوض میں ۱۱۰ سے بڑے بڑوں پر حملہ کرنا اور انہیں مار مار کر کھج نہیں ہے" انکس
 افعی ۱۳۶۰۔

راحت و خوشی میں شکر کرنا اور مصائب و آلام میں صبر کرنا اسوۂ حسنہ ہے:
 "عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَمَّا لَأَمْرُ الْمُؤْمِنِ اِنْ اَمْرُهُ
 كَلَهُ لَهٗ حَبِيرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ اِلَّا بِحَصْلِ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ مَرَأَةٌ شَكْرًا فَكَانَ حَبِيرًا
 لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مَرَأَةٌ صَبْرًا فَكَانَ حَبِيرًا لَّهٗ" (مسند احمد: ۱۳/۲۰۰) کہ جو شخص
 خدا کی نعمت سے شکر کرے وہ حبیروں کے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن بندہ کا
 معاملہ بھی عجیب و غریب ہے کہ اس کا ہر معاملہ اس کے واسطے خیر ہی خیر ہے، یہ بات ممکن بندہ
 کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو راحت و خوشی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے

اور یہ امی کے لئے خیر ہے، اور بائرا سے مصائب اور غم پہنچتے ہیں تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے سراسر خیر ہے۔

ہر انسان کو زندگی میں دو ٹیسٹیں پیش آتی ہیں، پہلی خلاف طبع احوال پیش آتے ہیں، اور دوسری موافق طبع، کبھی بے خوشگوار اور دل شکن امور سے واسطہ پڑتا ہے اور کبھی خوشگوار اور مسرت خیز حالات سے، پہلی ہندو مصائب و بلیات سے دوچار ہونا طول و مکھوان ہوتا ہے اور اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پستخانہ زندگی کے سارے بھول مر جھانٹے ہیں اور کبھی راحت و آرام کی حیات آفرین ہوائیں پا کر مر جھانٹے بھول اچانک شکست و شاداب ہو جاتے ہیں، غرض ہر شخص ان دونوں حالات سے دوچار ہونا رہتا ہے، بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کے اوپر یہ احوال آتے رہتے ہیں، جس بھی شکر و سہر کرنے کی ضرورت ہے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی زندگی طے کرتے رہیں، ہماری تہذیب اور اسلامی تعلیم یہی ہے، غیر بھرمین و مارا سمجھ نہیں ہے۔

۵۔ وہشت گردی دراصل محرومی اور نا انصافی کی کوکھ سے جنم لیتی ہے:

جہاں بھی وہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں امی کے کچھ بنیادی اسباب و محرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی یا سماجی یا نئی مذہبی نا انصافی یا کسی گروہ سے اندہ طاقت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کر لینے کی خواہش، ان اسباب و مسائل کے تدارک اور استیصال کے لئے اسلام نے ہدایت و اصول دیئے ہیں، اگر ان کے مطابق پوری انسانیت عمل پیرا ہو تو یہ وہشت گردی خود بخود پوری دنیا سے ختم ہو جائے گی۔ اب ہم دونوں شتوں کے انکسار الگ الگ بیان کریں گے:

۱۔ کسی گروہ کا دوسرے گروہ کے ساتھ وہشت گردی کرنا: شریعت مطہرہ نے پانچ چیزوں کی حفاظت و صیانت کی بنا پر قتال کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ پوری دنیا سے

دہشت گردی کا تعریفیت و تاہم جو بے وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۱- تحفظ ۲- این ۳- تحفظ جان ۳- تحفظ عقل و شعور ۴- تحفظ نسب ۵- تحفظ مال (اموال و اہمیت) ۶- تحفظ ۷-

تحفظ ۸- این: عمومی اصول سے مطابق ملک میں رہنے والے تمام شہریوں و مسلم خدائی اور فطری آزادی حاصل ہوتی ہے۔

تحفظ جان: کسی بھی حکومت میں ہر انسان و حرکت و ملک کی آزادی ہوتی ہے لیکن کوئی ایک یا چند افراد اس کی آزادی میں ملک میں خونریزی و دہشت گردی شروع کر دیں تو حکومت کے لئے جائزہ نہ رہی ہوگا کہ وہ ایسے لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرے۔ مگر لوگوں کی حفاظت جان کا انتظام کرے۔

تحفظ عقل و شعور: اس دنیا میں ہر انسان و جانے پہننے کی آزادی ہے، یہ ایک عمومی قاعدہ ہے جس ملک و قوم کا ہر فرد مستفید ہوتا ہے، مگر کوئی اس آزادی کا غلط استعمال کرے اور شراب، بیرون یا دیگر منشیات کا استعمال شروع کر دے تو ایسی کسی بھی چیز کے کارہ بار پر پابندی لگانے کا حکومت کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ اگر یہ تاحی کارروائی نہ کی جائے تو پورا معاشرہ و نسل کا ایسا ہی ہو جائے گا کہ ملک و جماعت کا سارا نظام و رہبر و مردم بزم ہو جائے گا جس میں اچھے عقل و شعور اور گہرے اور اے تمیز والے لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

تحفظ نسب: جنسی معاملات میں باہمی رضا مندی سے کوئی بھی مشروع عقد و بیان انسان کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی اس باب میں بے راہروی کا مرتب ہو اور غیر شرعی و غیر قانونی طریقوں میں جنسی تسکین کا سامان تلاش کرے تو حکومت کے لئے اجازت ہوگی کہ وہ ایسے لوگوں پر حد نہ جاری کرے انسانی نسل کا تحفظ کرے ورنہ حال و مر اس نسل میں تیز مشکل ہو جائے گی۔

تحفظ مال: دولت کمانے کی بھی ہر انسان کو پوری آزادی ہے لیکن اگر کوئی شخص اس میں غلط راستے اختیار کرے، مثلاً لوٹ مار، چوری، دھوکے راستے سے دولت کمانے کی کوشش کرے

نہرے سے ہر طرح کی طاقت کا استعمال کر کے روکا جائے، اور دوبارہ آنے کو اس نے ساتھ
 قتل نہ کرے، جسم سید کر دیا جائے تاکہ چوری دنیا کے لوگ سکون و یمن کی زندگی گزار سکیں۔

انام بخاری وغیرہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق ۱۰۰ھ اور ۱۰۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کے نزدیک ۹۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ تمہاری بیوی
 و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہاری بیوی سے کہنا کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور یہ تمہاری بیوی ہے
 تمہیں سب سے "خوفی نسبت" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ تمہیں مظلوم کی بددعا سے بچنا
 مطلب یہ ہے کہ تم ایک حلقے کے حاکم بن کر رہا رہے ہو، وہ تمہیں کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرنا
 کیونکہ مظلوم کی وہ اور اللہ کے درمیان دلی پروا حالت نہیں ہے دو قول ہو رہے ہیں، اس بارے
 اللہ بڑا ۹۴-۹۵ھ)۔

بلکہ سند محمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی
 ہے: "دعوة المظلوم مستجابة وإن كان فاجراً فعجوزہ علی نفسه" (مظلوم کی دعا
 قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ فاجر ہو تو اس کی بدکاری کا وبال اس کی ذات پر ہے)۔ یعنی نفس و ثبوت
 کے باوجود ظالم کے حق میں اس کی بددعا قبول ہوتی ہے۔ اور سند احمد میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک
 روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: "دعوة المظلوم مستجابة وإن كان كافراً
 ليس دوماً حجاب" (مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہی ہو، اس کے لئے
 کوئی دوام نہیں ہے) (مسند احمد، ج ۱، ص ۱۰۸، ح ۱۰۸۱۱)۔

ان روایت کی تشریحات و توضیحات کی روشنی میں یہ بات راز روشنی کی صراطِ عین
 ہوئی کہ دہشت سُرائی، دہشت پسندی، دہشت زدگی، دہشت انگیزی، "تنگ وادی"، "گروادی"
 کے جہاں جہاں پہنچنے کے امکانات نہ ہوتے تھے ہر مہمراہ و منڈل پر ابتداء ہی سے روک نگاہی
 ہے، یہ مذہب اسام کی حمایت کی اعلیٰ دلیل ہے اور جناب ﷺ کی علیٰ طریق کی دلیل ہے۔

کسی گروہ کا حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کر لینا:

جس کسی گروہ کے اندر طاقت و قوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کر لینے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ ایک تشکیل شدہ حکومت کی دہشت گردی کے ذریعہ اعانت سے اعانت بجا دیتا ہے، فکریں اور عوام اس کی بنا پر ریستانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو دہشت گردوں کا یہ کارہ اطرید شرعاً اسرقلہ ائمہ ام ہے۔

۶- حفاظت خود اختیاری شریعت کی نظر میں:

جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے حملہ آور سے رونا اور ان کے صوبوں کو کام نہانے کی کوشش کرنا یقیناً جہد کے درجہ میں ہے، اور اگر اس رواد میں جان چلی جائے تو یہ شہادت ہے۔

”عن معبد بن زہد قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: من قتل دون حالہ فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد“ (ترمذی، ۱۰۶۲) (حضرت سعید بن زید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔)

خالصاً دہشت گردوں کے خلاف جہاد صرف جائز ملک مطلوب ہے، اور بعض حالات میں واجب ہے، لیکن اس کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں، جن میں ایک بنیادی شرط ایسے امیر کا موجود ہونا ہے جو حکم جہاد کو انجام دے سکے، چنانچہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: جہاد کا

معاہدہ نام اور اس کی رائے سے متعلق ہے: ”وذلك لان امور الجهاد موكول بامر الامام
واعتقاده ويزعم الوعية طاعته لمعايراه من ذلك“ اور علامہ ابو الحق شیرازی کا بیان
ہے کہ امام المسلمین یا اس کی جانب سے مقرر نائب کے بغیر جہاد مکروہ ہے (دوسرے اھم
۱۶، ۳۱، ۳۶)۔

۱۔ اہل فتنہ افراد کی فعل بھی ہے اور اجتماعی بھی، کہیں حق ۱۔ فتنہ کے مستعد بن کر نے کئے
نئے امیر اور اجتماعی قوت ضروری نہیں، اس لئے مناسب ہوگا کہ اس کو جہاد کا عنوان نہ دیا جائے
بلکہ ”حفاظت خود اختیاری“ کی تعبیر و تفسیر مناسب ہے، جس کی شریعت میں ہر وقت جائز ہے
اور جس کو دنیا کے تمام مذاہب قوانین نے انسان کا ضروری اور فطری حق تسلیم کیا ہے۔

مسلمانوں کو یہ کہنا چاہئے کہ جب جان و مال اور عزت و آبرو خطر میں پڑ جائے تو
وہ سپر انڈازی و سرخیزگی کی راہ اختیار کرنے کے بجائے معذور و محرمی! مکان آپ اپنی حفاظت
کریں۔

بہر حال جان و مال اور عزت و آبرو کوئی دہشت گرد حملہ کرے تو حتی المقدور شرعی تدابیر
نظر سے اہل فتنہ واجب ہے۔



ظلم و جارحیت اور اسلمی موقف

میر : نئی ۔ مقلد

.....

[illegible]

نہر میں ظلم و ہذا دیت کے ذریعہ میں آتے ہیں، اور ان کے حق کا محاسبہ ہے، چنانچہ اللہ جل جلالہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمِنْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَذَلِكَ قَتَلْنَا النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا" (سورہ بقرہ، ۲۴۴)۔

(اور جس نے کسی انسان کو خون سے جلا یا زمین میں فساد پھیلانے کے واسطے قتل کر دیا، اس نے گویا تمام انسان کو قتل کیا، اور جس نے کسی انسان کو زندہ کر دیا، اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا)۔

لہذا اسلامی نظامِ نظام سے دیت، انسانی حق و تعریف یہ ہوگی کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے دوسروں پر ظلم و تعدی اور جور و ستم نہ کرنا۔

۲۔ اگر بعض اوقات حکومتیں ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں کریں اور بعض طبقات کے ساتھ جہشی و معاشی نا انصافی روا رکھتی ہیں، اور ان کے جان و مال کے تحفظ میں دانت و تازی سے کام لیتی ہیں، اور کافر کی کٹ پاؤں اور کھنکھریں کرتی ہیں، ان سے اس طبقہ کے لوگ ہان و مان و فغان مٹانے کے لیے ہتھیاروں کو یقیناً حکومتوں کے ذریعہ مستعد اور تیار کر دیتے ہیں، اور ان کے کھانے پینے کے لیے یہ تو اسی درجہ کی دہشت گردی ہے، اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور دنیا میں سننے والے دیگر قوموں کے نقطہ نظر سے بھی اس نے کہ مرام نے اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا تقاضا کیا ہے، چنانچہ اللہ جل جلالہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَرَكُوا الْأَلْمَنَاتِ إِلَىٰ أَنْفُسِهِمْ، وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ، إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" (نساء، ۵۹)۔
(بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم دیتے ہیں کہ اپنی اموال کو ان کے حقوق پہنچایا کرو، اور جب

لوگوں کے درمیان تغیر یا کر تو عدل و انصاف کے ساتھ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم کو جس بات
 کی نصیحت کرتے ہیں وہ بہت اچھی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں امانت سے مراد تمام ذمہ داریاں اور بعد حقوق و ادب ہیں، ان میں
 حسب صحت زید بن الخطاب کے عہد کے بھی داخل ہیں، حضرت امام احمد نے حضرت
 ابو جہل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من ولى من أمور المسلمين شيئاً فأمر عليهم أخذاً معافاة فعليه لعة
 الله، لا يقبل منه صرفاً ولا عدلاً حتى يدخله جهنم“ (ابن ماجہ ۳۰۷۰) (جس شخص کو
 مسلمانوں کا یہ کام یا چیز اس نے ولی عہد کی شخصیت رکھتے ہوئے دیا اس پر پابند
 کی امانت ہے، نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل، یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی طبقہ کے ساتھ سیاسی و معاشی و اخلاقی رخصت یا رخصت
 ہے، جلد حق والے کو حق دینا حکومت کا فرض ہے، محض سیاسی وجود کے بنا پر کسی اقتدار کو حق نہ دینا
 شرعاً جائز نہیں ہے، جلد ایسے حکام ان وجوہات کی بنا پر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

سرمخانی بھی پر جو تہذیب کی بنی ہوئی ہیں کسی طبقہ و ہائی وائی نقصان پہنچانے کے لئے وہ
 بالکل جائز نہیں ہیں، حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ ملک کے تمام باشندے عدل و انصاف پر
 قائم رہیں اور محکمات سے انصاف اور غرضی قنونی و مشاہداتی جیسے ملک میں سے والے تمام لوگوں
 کی حفاظت کرے اور ان کے مال کی اور ان کے آزادی حفاظت کرے، اسی طرح ان پر ولی عظم
 یا یہ سے آکر کرے یہ ملک کے کسی دوسرے باشندے ملک کے کسی کسی باشندے یا ہائی وائی
 نقصان پہنچانا جائز نہیں، ان کی اس سے حفاظت کرے، اسی طرح ملک کے باشندوں سے براہیں
 کو دور کرے، اور ان کو بھلائی پر آمادہ کرے، ان کو ولی عہدیت ان کاموں و ادب نہیں دیتی ہے یہ
 انجام دیتی ہے مگر مختلف طبقات کے درمیان امتیاز کرتی ہے، تو یہ خدا اور اس کے رسول سے معمولی

مخالفت ہے، اور ہم اس سے پہلے دہشت گردی کی تعریف کر چکے ہیں کہ دہشت گردی خدا اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے کسی پر ظلم کرنے کا نام دہشت گردی ہے، اور سوال میں جو باتیں مذکور ہیں ان پر دہشت گردی کی تعریف مابقی آتی ہے۔

لہذا اگر حکومتیں اپنے ملک میں ایسے والے تمام طبقے کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں کرتیں، پان کے جان و مال کے تحفظ میں دانت کوتاہی سے کام لیتی یا سرکار کی سطح پر ایسی تدبیریں کرتی ہیں جس کی وجہ سے اس طبقہ کو جانی و مالی نقصان پہنچے تو حکومت کے اس منصفانہ رویہ پر دہشت گردی کا اطلاق ہوگا، بلکہ یا علی و رجب کی دہشت گردی کہی جائے گی۔

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ اللہ کی روارکھی جاتی ہو تو اس پر احتجاج اور رد عمل کے اختیار کے جائز ہونے کا وجہ اسباب ہونے میں کچھ تفصیل سے جو مندرجہ ذیل ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَلَسْتَ تَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْغَيْرِ وَيَعْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" (آل عمران: ۷۰) (اور تم میں ایک جماعت ایسی ہو: خود دہشت گردی سے کہ جو لوگوں کو خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں)۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچکی بات کہنے اور بُرائی سے روکنے) پر قادر ہو، یعنی قرآن سے نالاب نمان رکھتا ہو کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی مستند یا ضرر لاحق نہ ہوگا تو ایسے شخص کے لئے جب کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ نا انصافی روارکھی جاتی ہو تو اس پر احتجاج کرنا واجب ہے، اور جو شخص معنی نہ کر کے مخالفت تو دور نہ ہو تو اس پر اس صورت میں احتجاج واجب نہیں ہے، مگر احتجاج کرنا ناجز ہے، اور اگر ہمت کر کے احتجاج کرے تو اس پر ثواب ملے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دینا چاہئے، اور اگر

قد رشتہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اثر پہنچی نہ ہو سکے تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔ (المسلمون ج ۱)۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نا انصافی پر احتجاج اور رد و نمائش کا اظہار بقدر استطاعت واجب ہے ورنہ خاموشی بہتر ہے، اصل میں جرم ماننے میں ٹہنی ٹہن اٹھانے کا طریقہ مختلف رہا ہے، اس زمانے میں ٹہنی ٹہن اٹھانے کا طریقہ احتجاج اور نمائش کا اظہار کرنا ہے۔ کسی پر کسی وقت احتجاج اور رد و نمائش کا اظہار واجب بھی ہے، اور کبھی کمالات کے اعتبار سے اور حیثیت کے لحاظ سے جائز ہے۔

مظلوموں کا ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں ہے، بلکہ یہ دہشت گردی کا مقابلہ ہے، دنیا میں کوئی مذہب نہیں جس نے ظالم سے نہروڑ نہ ہونے کو ظلم اور دہشت کا نام دیا ہو، ہندو مت میں گورو پانچو کی جنگ مشہور ہے اور اس موقع پر پنجاب سرحد کی نے اور جن کو جو اپنے پیش دینے دے آج بھی پختہ میں مشہور ہے، اس میں یہ بیخام ہے کہ اپنے جائز حق کے لئے کھڑا ہونا اور نا انصافی کے خلاف سین پر ہونا دہشت گردی نہیں، بلکہ ایک متحدہ جہاد ہے، قرآن مجید نے بھی لطیف تعبیر میں کہا ہے کہ کسی بڑی بات کو کھلے عام کرنا خدا کو پسند نہیں لیکن جو شخص مظلوم اور قہر رسیدہ ہو اس کو یقیناً احتجاج کا حق حاصل ہے: "لا یحب اللہ الجہود بالیسوء من القول الہ من ظلم" (البقرہ: ۱۳۸) اس طرح دنیا میں اپنے حق وصول کرنے کے لئے کڑنے کو کوئی دہشت گردی نہیں کہتا ہے، اور اگر کوئی کہتا ہے تو وہ اس کی اخلاقی دہشت گردی ہے، اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فمن اعتدی علیکم فاعندوا علیہ بمعزل ما اعتدی علیکم و اتقوا اللہ" (البقرہ: ۱۹۰) جو تم پر رست درازی کرے تم بھی اس پر دست درازی کرو، البتہ اللہ سے ڈرتے رہو، جب اسٹم اٹھا کہیں مظلوموں کو ظالمین کے خلاف کھڑے ہونے کی اجازت دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کس کی ایجازت درکار ہے۔ لہذا کسی مردود یا ملحد

کے ساتھ انصاف کی صورت میں تفصیل پا۔ گئے مطابق کسی پر کسی وقت واجب ہے اور کسی جائز ہے۔ اس میں منہجوں کا نظام نے خلاف جو کچھ واجب ہے وہ اس میں نہیں آتا ہے۔

۴۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ ایک شخص کے جرم کا بدلہ اسی طبقے کے دوسرے ان لوگوں سے لیا جائے جو اس جرم میں شامل نہ رہے ہوں، اور کچھ بحرین کی وجہ سے بے قصور لوگوں کو قتل کیا جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ وَالْإِثْمِ وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ وَالْإِثْمِ" (النور: ۲۴) "وہ لوگ جو فتنہ اور گناہ کے لئے دعوے کرتے ہیں، اور جن کو وہ فتنہ اور گناہ کے لئے دعوے کرتے ہیں، ان لوگوں سے برابر کا بدلہ لینے کا حق ہے، پسندوں نے ظلم کیا ہے اور یہ حق بھی مطلق نہیں ہے، نظام کے علاوہ اس سے مذہبی، سائنسی یا نفسی اعتبار سے دوسرے کسی دوسرے فرد سے نہ کاہلہ نہیں رہ جائے گا، اسے ظلم و تعدی کی یہ شکل کسی نہ کسی شکل میں پیشہ دہی ہے اور تاریخ کے عہد میں تو اس کا دائرہ بڑھتا رہا ہے، عربوں میں بھی اسلام سے قبل اس کی ایک صورت "خمار" کی تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص قتل ہو جائے تو قاتل کے قبیلہ سے کسی بھی فرد سے مقتول کے قبیلہ کا کوئی فرد اس کا بدلہ لے سکتا تھا، اس میں اکثرہ پیشہ دہی نے تباہی ماری ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمادی، زمانہ جاہلیت نے سارے فرائض اب کا اعدام ہیں، پہلا نظام جسے میں کا اعدام قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے، دوسرے خاندان کے دہوہ پیتے پیتے بچے کو قتل کر دیا، سارے خاندان کا تھا، اسی خوف کرنا ہیوں (ابوہادی، ج ۲، ص ۱۰۳) خلاصہ کا یہ ہے کہ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم اور تعدی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہیں تو مظلوموں نے اسے ظلم کرنے والے طبقہ کے ان لوگوں سے جدا لینا جائز نہیں ہے جو دہوہ اس ظلم میں شامل نہ ہوں۔

۶۔ اگر کسی مرد یا فرد کی جان و مال باغی سے تیار ہو کر تہذیباً جائے توحفی ائمہ سے نہ گنت
 ہو جب ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

"وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ
 فقال يا رسول الله: أرايت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه مالك.
 قال: أرايت إن قاتلني؟ قال: فته، قال: أرايت إن قتلني؟ قال: فانت شهيد.
 قال: أرايت إن قتنته؟ قال: هو في النار! (تفسير ترمذی ص ۳۰۰) (ایک شخص رسول اللہ
 ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے یہ مٹوا دیئے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے
 مال کو لینا چاہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے مال کو اس صورت دو، پھر اس شخص سے کہہ
 دیا: آپ تمہیں نہیں کرتے ہیں۔ وہ سمجھ کر قتل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اس
 سے قتال کرو، پھر اس شخص نے کہا: آپ کیا کان کرتے ہیں اگر وہ مجھ کو قتل کر دے؟ آپ ﷺ
 نے فرمایا: تم شہید ہو گے، پھر اس نے کہا: اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ
 جہنم میں ہو گا۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت سعید بن زیدؓ سے منقول ہے: "عن
 سعيد بن زيد قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو
 شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد! (تہذیب
 ص ۳۰۰) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید
 ہے، اسی طرح جو اپنے نفس کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنے تئیں کی
 حفاظت میں قتل ہو وہ شہید ہے۔"

لہذا اگر کسی فرد کی جان و مال، عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے اور وہ شخص اس کی نہ رہفت

نہیں اور اس کی وجہ سے قتل کیا جائے تو وہ شہید میں شمار کیا جائے گا۔ فقہین ان تہیوں میں سے ہے: "اد
 حیف الہلاک ولا یر دفع الہلاک واجب جانی طریق یسکن" (۱۰۶۰)۔ اس
 سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اوپر سے بلائیت کو دفع کرنے کا انسان کو اختیار ہے، چاہے اس
 کے لئے کوئی بھی طریق ممکن ہو، مگر یہ کہ وہ حملہ آور ہے کہ قہر زنی جان و خود کو قتل کرے، یا یہ ہے
 کہ قاتل شخص کو قتل کر ڈالو تو اس کے لئے غیر کو قتل کرنے سے اور اپنے آپ کو قتل کرنے سے منع
 کیا جائے اور اس پر صبر کرنا چاہئے، اور اگر اس کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تو شہید ہوگا۔

اسی طرح اگر مسلمانوں کو دشمنوں نے غیر کیا اور اس بات کا یقین ہو کہ اگر ہم حملہ
 کریں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے تو بھی حملہ کرنا صحیح ہے، اس لئے کہ جس کی غیبت ہر جگہ میں ملتی
 ہے کہ آپ ﷺ کو شریکین تہا نے غزوہ احد میں غیبت کیا تھا اور آپ ﷺ نے اگر نہ چلے جاتے تو ہر گرام
 تھے، ان سب کا تہا نے ان شریکین پر حملہ کیا، جنہوں نے آپ ﷺ کو غیبت کیا تھا، اور آپ
 ﷺ نے ان کی تحریف فرمائی:

"فکم فی شرح الشیر انه لا بأس ان یحمل الرجل وحده وان طر انه
 یقتل اذا کان یضغ شیناً یقتل او یخرج او یخرج ففعل ذلک جمعة من
 الصحابة بن ہدی رسول اللہ ﷺ یوم احد ومدحہم عنی ذلک۔"

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین
 یقاتلونکم ولا تعصوا" (سورہ انفک: ۱۱۱) اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے
 ہیں مگر نہ پاؤں نہ کرو۔

یہ دعا کی جنگ کی صورت ہے، حملہ آور جان پر یا مال پر یا دین پر حملہ کرے تو ان سے لڑنا
 چاہئے، اسی طرح دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُرُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ“ (زمرہ: ۲۵) (اے ایمان والو! جب تمہاری کسی جماعت سے نہ بھینے ہو جائے تو ثابت قدم ہو جاؤ اور اللہ کا خوب ذکر کرو شاید تم کا میاب ہو جاؤ گے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی گروہ کسی کی جان و مال، عزت و آبرو پر حملہ کرے تو مسلمان کو چاہئے کہ اس سے مقابلہ کرے اور اللہ کا ذکر کرے، انشاء اللہ، اس کو کامیابی سے ہمکنار کرے گا بلکہ اوپر نہ کو رہا! تفصیل کی روشنی میں ائمہ کرام کو دیا فرمائی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کی ممانعت حق المقدور واجب ہوگی مگر چاہئے کہ نتیجے میں انسان کی جان مل جائے۔



ملوک نہ کی جائے اور ان کے متعہات کو فیصلہ نہ دئے دیے جائے اور ان کے جان و مال کی تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہ محسوس کی جائے۔ مذہب اسلام نہ ان کے لئے لڑتا ہے اور مخالفت کرتا ہے۔

۲۔ اس معاملہ کا جواب یہ ہے کہ ان پر بھی دہشت گردی کا طریق ہو گا۔

۳۔ اگر کسی گروہ اور طبقہ کے ساتھ انصافی رہا رکھی جاتی ہے تو ان پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار کا قانون کے دائرہ میں رہ کر واجب ہے۔

اور ظلم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا باہیں صورتہ اپنا دفاع کیا جائے اور اپنے واجبی حق حاصل کیا جائے دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آئے گا، اور دفاع میں قانونی لڑائی لڑی جائے تاکہ بغاوت کے دائرہ میں نہ آنے پائے۔

۴۔ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو اس صورت میں مظلوموں کو ظالمین سے بدلہ لینا اس طرح سے جائز ہے کہ عدالت کے ذریعہ قانونی چارہ جوئی کریں اور مظلوموں کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ قتل و قاتل اور دہریہ کا بازار گرم کریں پھر تو جائز نہیں کی جانب سے فتنہ شروع ہو کر اس کا سلسلہ انتہائی ہو جائے گا اور اسلام نے فتنہ پروری کو قتل سے بڑھ کر اور اس سے اشد بتایا ہے۔ پس اسلام تو فتنہ پروری کی نفی کرتا ہے اور اس کی روک تھام کرتا ہے۔ یہ ظلم کا بدلہ صرف عدالت کے ذریعہ قانونی چارہ جوئی ہے۔

۵۔ اگر دہشت گردی کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی، انصافی کے سبب پیدا ہوئی ہے تو اس کے تدارک کے اسباب کے تعلق سے جبکہ کہ مسلمان ہونے کے ظالم ہو، اسلام نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب تک وہ نہ پڑھتے ہوں یعنی صوبہ و مومن ہوں تو ان سے بغاوت جائز نہیں ہے، اور ان کے خلاف تھیڑا اٹھانے پر روک لگائی ہے، اور قتل و قاتل پر پابندی لگائی ہے۔ اور یہ بھی

ہدایت دی ہے کہ عوام یا گمراہ پر پھر کرنا لازم ہے، اور ظالم حاکم پر چمکانا لازم ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی روایت ہے:

”عن عوف بن مالک الانصاف عن رسول الله ﷺ قال: غدا
 اتعنكم الذين تجبرنهم ويحبونكم وعضلون عليهم وعضلون عنكم وشرار
 اتعنكم الذين يبعضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويبغضونكم قال: قلنا: يا رسول
 الله! فلا تنزل عنهم اى بالسيف او بالقتال عد ذلك، قال لا، ما اقاموا فيكم
 الصلوة بنا من دل عيه دال فزناه ياتى نبأ من عصيه الله فيكوه ما ياتى من
 معصية الله ولا ينزع يدا من طاعة“۔

اور بخاری کی روایت ہے: ”عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال: إن السلطان
 ظل الله في الأرض، من يأوى إليه كل مظلوم من عباده فإنا عدل كان ما لأجور
 على الرعية الشكر، وإن أجاد كان عليه الأجر وعلى الرعية الصبر“۔

ان قولوں سے اشارہ ہوا کہ اگر ظالم حاکم غیر مسلم ہے تو مسلموں کے حقوق اور سلام
 کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے مذاکرے کے لئے موجود رہیں جس جوہر بقیے رائج ہیں اس کو اختیار
 کیا جاسکتا ہے، مثلاً احتجاجی جلسے، دھرنا اور حاکم کو میوزیم پیش کرنا اور پھر مجبور ہو کر اپنے اور
 اسلام اور مذہبی حور کے دفاع کے لئے اور اپنا جان و حق لینے کے لئے حکومت اور حاکم سے
 خبردار کرنا ہوا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اطلاع سرکار کو پہلے دے کر چاہئے کیونکہ حق کی موجود و دنیا
 میں حق کما نہیں ہے بلکہ پایا جاتا ہے جیسے کہ آگے دن کا مشاہدہ ہے۔

۶ اگر کسی گمراہ یا فاجر کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو ان کے دفاع کی شرعی
 حیثیت یہ ہے کہ حتیٰ المقدور بدعت ۱۰ واجب ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ فرمایا:

”میں قتل دون مالہ فہو شہید“ (جو شخص اپنے مال کی وجہ سے قتل ہو جائے وہ شہید ہوتا ہے)۔ اور اس کی دوسری حدیث میں ہے: ”عن اسی ہریرہ قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ارايت ان جاء رجل يريد ائحد مالي قال فلا تعطه مالک، قال ارايت ان قلتي؟ قال فالت شہید“ (ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بتائیں کہ اگر کوئی شخص ارادہ کرتا ہے کہ مال کے چھین لینے کا تو میں کیا کروں؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تم اپنا مال اس دنیا پر چھوڑ چکا: آپ بتائیں کہ اگر میرا مال چھیننے کے لئے وہ مجھ سے قتل کرے تب میں کیا کروں؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تم بھی اس سے قتل کرو لیکن مال دنیا پر چھوڑ چکا کہ اگر وہ مجھ کو قتل کر دے تو میں کیا کروں؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تم شہید ہو گے۔ پھر پوچھا: آپ بتائیں اگر میں اس کو قتل کر دوں تو کیا عہم ہوگا؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: وہ جہنم میں ہوگا)۔

اور عذراق بن سلیم کی روایت میں سنائی میں ہے: ”جاء رجل الى النبي ﷺ فقال ائبما الرجل ياتني فیريد مالي، قال ذكره بالله، قال فان لم يدكر؟ قال فاستعي عليه بمن حولک من المسلمین، قال فان لم یکن حولی ائحد من المسلمین؟ قال فاستعن علیه بالسطان، قال فان ماى السطان عسی؟ قال فائتل دون مالک حتى نکون من شهداء الاخرة، او نضع مالک، کذا فی عمدة القاری“ (ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا پھر کہا کہ کوئی شخص میرے پاس میرا مال چھیننے کے ارادہ سے آتا ہے تو میں کیا کروں؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: فریاد اس واقعہ پر یا اللہ! اللہ سے فرماؤ، اس نے کہا: اگر وہ اللہ کو یاد نہ کرے تب کیا کروں؟ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: فریاد اپنے ارد گرد کے مسلمانوں سے اس پر مدد مانگو، اس نے کہا: اگر کوئی مسلمان نہ ہو تو کیا

اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنسو پور کسی گھر میں رات میں پوری کرنے کے لئے داخل ہو پھر گھر سے پوری کر کے نکلا پھر مالک مکان نے اس کا پیچھا کیا پھر اس کو قتل کر دیا تو مالک مکان پر تھوڑا جب نہ ہوگا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہر آبادی میں یا جنگل و میدان میں جس کے مافیہ فیصلہ کا ارادہ کیا یا دایاں یا بائیں کی آبروریزی کا ارادہ کیا یا کسی دوسری آبروریزی کا ارادہ کیا تو اس سے قبل قیامت ہے اس سے بات کرنے اور اس سے فریاد کرنے۔ پس اگر وہ جائز ہے تو اب اس سے قتال اور نزاعی کرنا جائز نہیں، پھر اگر اپنے اور اپنے قتل سے باز نہ آئے تو اب اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ اپنی جان اور اپنے مال کی طرف سے دفاع کرے اور اس کو قتل کر دے، پھر جب باز نہ آئے تو اس سے قتال و نزاعی کرے پس اس کو قتل کر دے۔ الغرض اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف سے دفعہ کرنا واجب ہے، اور اس دفعہ میں اگر ظالم کو قتل کر دیا جائے تو جائز ہے۔ دفعہ دفعہ کے مدد و ہمدرد چڑیل ہیں واللہ سے ڈرنے کی تعین کرنا۔ پھر اپنے اور دوسرے مسلمانوں سے مدد طلب کرنا، پھر حاکم سے مدد طلب کرنا، پھر قتل و زانیہ کرنا، پھر قتل کر دینا۔

یا اس سے پہلے بات کرنا یا فریاد کرنا اور نہ، نے بلکہ آتے ہوئے قتل کر دینا، مال کے نزدیک عزت و مال کو کھینچنے کو قتل کر دینا۔



دہشت گردی کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

مدرسہ اسلامیہ، لاہور
پیش کش: علامہ محمد رفیع، مولانا محمد رفیع

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف:

خیال رہے کہ "دہشت گردی" آج موجودہ زبان، ورژن اور حال کا عرف ہے۔ کوئی لغوی اور کتابی زبان نہیں اور نہ فقہی اصطلاح ہے کہ اس کی متعین تعریف پائی جائے۔ عرف رائج میں اس کی کوئی واضح اور متعین تعریف نہیں، شواہد اس خطہ کو جس نے دہشت گردی اور شیعہ دہشت گردی کی صحیح تعریف نہ کر سکا، آپ کو معلوم ہوگا کہ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کئے جو ان کے لئے دہشت گردی کو جب قرار دیا۔ اور تمام ملک کے سربراہ بیہ کر دہشت گردی کی تعریف میں مختلف فتوایں سے تعبیر کرنے لگے تو کوئی ایسی تعریف پر سب کا اتفاق سے نہ ہو سکا وہاں یہ ایک ایسا نقطہ ہے جسے یورپ نے اپنے ہوائے فکر کے خلاف کام پر اطلاق کرنا شروع کیا ہے۔ جو بھی اس یورپ اور امریکہ کے نزدیک خلاف دہشت گردی کے نظم میں خطہ اور نظم دہشت گردی ہے، وہ تو قرآن اصرار پے عمل کرنے والے، حدود شرعیہ کی پابندی کرنے والے، دین میں غلامی، کلمہ اللہ کو پھیلاتے والے، نظم و انضام کو دور کرنے والے، خدا اور رسول کی تعلیم دینے اور ان کے احکامات کو عمل میں لانے والے غرض یہ کہ جو ان کے نظم و انضام کے خلاف ہو دہشت گردی ہے۔

یورپ و امریکہ نے اولاً پھر اس کی اتباع میں تمام کافروں نے اسلام پر اجتماع سے محفل و
دہشت گردی قرار دیا ہے، جن کا اولین مصداق جہاد اسلام ہے۔

دہشت گردی کا اصل مفہوم:

’حق ظلم کرنا، ناحق کسی کے مال و جان کو برباد و ہلاک کرنا، جس جان کو شریعت نے
مکفوف و محترم بنایا ہو اس کو بوجہ علت جو ان کے ہلاک و برباد کرنا، یہ ہے دہشت گردی کا اصل مفہوم جو
علم و ہمدردی کے مترادف ہے۔

آج کل اس کا مفہوم تغیر طور پر کسی کی جان و مال کو ہلاک و برباد کرنا ہے۔

۲۔ حکومت اگر اپنے ملک میں بسنے والے تمام افراد و طبقات کے ساتھ علم و انصافی
کرتے یہ سرکاری طور پر ایسی تدبیریں کریں جس سے وہ طبقہ جانی و مالی نقصان سے بچا رہے ہو تو
اس غیر متعینانہ اور غلامانہ رویہ کو دہشت گردی سے موجودہ عرف کے مطابق تعبیر نہیں کریں گے۔
چونکہ اس کے مفہوم میں دو چیزیں اساسی ہیں، خفیہ ساز و مارا، طور پر اپنے مقابلے کے پورا نہ ہونے
پر جان اور مال کو نقصان پہنچانا، خواہ ابتداً اس کا اثر انفرادی اعتبار سے ہے، مضمونوں، آپ قصور اس
کو ہوتا ہو، مرمعاً ل اور انجیم کے اعتبار سے متقابل حکومت یا سربراہ پر ہوتا ہو، اس سے حکومت کی
نا انصافی جو بالکل واضح اور مکمل کھلا ہو اسے ظلم اور نا انصافی سے تو مراد سمجھا گیا جائے مگر عرف
موجودہ کے اعتبار سے دہشت گردی سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ اگر کروڑ یا طبقہ کے ساتھ نا انصافی کی جاتی ہے، ان کے جائز حقوق چھینے جاتے
ہیں تو اس پر احتجاج کرنا اور اس پر رد عمل کا اظہار یا شیعہ اس مظلوم کا قانونی جمہوری انصافی حق سے
جو جائز ہے۔ اور بعض مبالغوں پر مصالح اور حال سے نئے اختیار سے واجب بھی ہو جاتا ہے۔ اور بھی

بالا البتہ اضرائل کے طور پر اور اس احتیاج جس سے خود اس کا ظالمانہ حرکت اور رویہ ثابت ہونے لگے مثلاً توڑ پھوڑ، راستہ چاہ کرنا، حکومت کے احکام کو نقصان پہنچانا، اس کی جائز اجازت نہیں ہو سکتی۔ اب اس احتیاج کے شیئوں بشمول: ۱- جائزہ ۲- واجبہ اور ۳- ممنوعہ کی تشریح درج ذیل ہے:

جائزہ ہونے کی دلیل مقرر تھی۔

واجب۔ اگر احتیاج نہ کرے گا تو ظالم کا ظلم بڑھتا رہے گا، اور اس کی ظالمانہ حرکت اور بربریت معصوموں کو محروم توں بچوں کو اور پھر سے، خول کو پلیمت میں لے لے گی، اور اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی ظلم دینا انسانی کی بدولت جائز ہے، اور اس کا ظلم ان بدن احتیال سے آگے گزرتا ہوگا، اور احتیاج سے فائدہ ہونے کا امکان ہو ضرر کا احتمال نہ ہو تو ظالم کے خلاف احتیاج کرنا اور ظلم سے باز رکھنا واجب اور لازم ہو جاتا ہے کہ منکر پر تکبر کرنا اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کی سعی کرنا انظر اوایا ابتعا وایب ہے۔

ممنوع۔ احتیاج ممنوع اسی وقت ہو جاتا ہے جب کہ ضرر کا احتمال غالب ہو، احتیاج کرنے پر جان و مال کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، پر امن نہ ہو کر پر فخر بن جانے کا یقین غالب ہو، احتیاج مطلقاً حکومتی اعتبار سے منع ہو کہ کرنے کی صورت میں دولت و دوسرائی و مال کے ضیاع کا اندیشہ ہو، نفع کے مقابلہ میں ضرر زائد ہو تو پھر اس کی اجازت نہ ہوگی، فقہاء و کرام کے یہاں قاعدہ مسلمہ ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے: "درہ المقاصد اولی من جلب المصلح"۔ "اگر ایذا تعارضت مفسدہ و مصلحہ یقدم دفع المفسدہ علی جلب المصلحہ" (اگر نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہو تو دفع ضرر اور فساد کا اعتبار مقدم ہوگا نفع پر) (قواعد فقہیہ مجموعہ ص ۵۷)۔

اسی طرح قاعدہ "الضرر لا یزال بالضرر" (نقصان کو نقصان کر کے دور نہیں

نہیں پائے گا، خواہ وہ کون ہو۔

پس معظوم ہوا کہ اس انتہائی جملہ، بطور مثال، ایک کے قصبات کا، ششہ ہر خمیرہ نہ
نہیں پائے گا اور نہ اس کی اجازت ہوگی۔

۳۔ اس سوال کے جواب میں ذکر تفصیل ہے۔ ایک صورت یہ ہے۔ انفرادی اور شخص طور
پر ظامرات کی تلاوت پر کاؤ ہوا ہو تو ایسی صورت میں نہ تم یا محسن غائم کے علاوہ آپ تصور اور مثال نہ
ہوئے ہوائے افروار سے برکت نہ لیا جائے گا اور نہ حسب صورت و انتظامات ان سے انتقام
لایا جائے گا، خواہ وہ اپنی پارٹی، اسی جماعت و راہی جتنے سے ہوں اور اس کی دلیل و دھندلہ ہے
جو وفاداری اسلام اور ایمان، جس سے ہے:

”أحدنا به أمه مبررة عن رسول الله ﷺ“ وقال رسول الله ﷺ:
نزل نبي من الأنبياء تحت شجرة فلدغته نملة فأمر به جهاره فأخرج من تحتها
وأمر به فأحرقت بالنار. قال: فأوحى الله إليه فهلا نملة واحدة! سرمد ۲۲۰
ان دو آپ ﷺ نے فرمایا: معذرت انبیاء۔ سر سے کسی بی کا پڑا کسی درخت سے نیچے ہوا،
خوشیوں میں سے ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، اس پر نبیوں نے تمام چیونٹی کو پھلانے کا حکم دیا تو اللہ
پاک نے وہی کبھی نہایت چیونٹی کی وجہ سے سب کو کیوں ہلاک کیا، یعنی اللہ پاک نے قرآن کی
وجہ سے بولی نہ جس نے جرم نہیں کیا، نہ کوئی دوا، نہ چنچہ، نہ دوا، نہ شراب، نہ سحر، نہ سم، نہ
چیز: ”فهل عافيت نملة واحدة هي التي هرك لانيها بالحبة وأما غيرها
فليس فيها حنابة“ (ایک چیونٹی کو سزا کیوں نہ دی جس نے جرم کیا، دوسرے کو کیوں، اس کا تو
کوئی جرم نہ تھا)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی عقد، پارٹی، جماعت یا فرد کوئی جانب سے ظلم اور زیادتی

اور قتل و غارتگری ہو رہی ہے تو اس پارتی کے جو بھی افراد ظلم اور بوجہ فساد کریں گے ان سے توبہ کرو اور انتقام لیا جائے گا اور اس پارتی اور گروہ کے دوسرے افراد کو حسب استطاعت انتقام اور مرزا میں شریک کیا جائے گا، پارتی اور جھگڑے دوسرے افراد جو اس واقعہ میں شریک نہ ہوں اور اس فعل کے مرتکب نہ ہوں تو وہ پارتی کے مشورہ میں سے اس کا معاون مالی یا اخلاقی شہرانی رہتا ہے، وہ اس حرکت میں ممکن اور مددگار ہیں، خدا کا بھی شریک ہیں، اور کلام و قہر ہے کہ تاس اور ڈاکو زنی کے مصلحت کو بھی مرزا میں شریک کیا جائے گا، چونکہ پارتی کے ایک فرد کو دوسرے فرد سے تقریر ملتی ہے۔

درمختار کی عبارت: "و تجرى الاحكام المذكورة على الكل بعامة بعضهم الاخذ والفعل والامانة" کے تحت حاشیائی عبارت اور تفسیر منطوق ہے: "ولم يجزاء اخذاً وهي تتحقق بان يكون البعض" (۱۱۵: ۲)۔

حاشیائی کی اس عبارت سے مستفاد ہوا کہ گروہ دوسرے افراد میں نہیں مگر اس کے لئے دو محرک باعث اور تقویت کا سبب ہیں، ایک علت یہاں پانی جاری ہے اس نے اس کا مصلحتی مہر کا دفاع کرتی ہے، اس کے جرم کو چھپاتی ہے، اس اور مقدمہ میں نہیں بننے دیتی، اپنے جرم افراد بری کرنے کی کوشش کرتی ہے، ہند اس پارتی اور جماعت کے دوسرے افراد جو اس اذیت سے حامل ہیں ان سے انتقام لیا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور اور زمانے کے مصالح اور سیاست میں سے یہ بات سے کہ جب حسب قدرت اس کا انتقام مہر کے علاوہ دوسرے افراد سے لیا جائے گا تو چونکہ ان کے مذہب اور جماعت کے ہیں اس کی وجہ سے کہ مہاراجہ نے ان سے انتقام نہ لے لیں، یہ فعل ان کو باز رکھے گا، اور "بعضیہ انہاء بعض جو خش قطعی سے ثابت ہے ان کے دوسرے افراد سے انتقام لینے کے لئے رک مورخ کا سبب بنے گا۔

آخر میں سے دوسرے افراد سے جو لڑ لیا جائے گا جو قتل اور لٹاؤ اس طرح خفیہ اور خزانہ
 ہجر سے کریم کے پوری قوم کا وسیع حال ہو جائے گا اور اصل کا حق اور مباشر کا سرانجام اور ان کی
 تربیت نہ ہو سکتی، اور جب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل غافل اور سرکش اور مباشر سے ہی
 انتقام لیں گے تو وہ قتل اور فساد میں جری ہو جائیں گے اور اصل مباشر روپوش یا خفیہ کر دیئے جاتے
 رہیں گے۔

تیسری ایک صورت یہ ہے کہ میں فرمے نے خساہ قتل و غارتگری اور ظلم و ستمانی کا
 معاملہ کیا اس کا دوسرے فرمے نے ساتھ نہیں دیا، بلکہ اس کی نہ مست کی، ان کا تعاون نہیں کیا،
 انہوں نے مسلمانوں سے ساتھ جھڑپی ہی کا۔ عالمہ نہیں لیا بعد ان کی ہدوی، جان کی خدمت کی،
 تو اگرچہ یہ مذہب ظہر میں ان کے ساتھ ہیں اور "الکفر حلة واحدة" ہے مگر چونکہ اس قدرت
 اور فعل میں شریک نہیں لہذا ان کے افراد سے جملہ نہیں لیا جائے گا، اور اس کی اصل آپ ﷺ کا
 وہ فعل ہے جو آپ ﷺ نے کافر قوسوں سے طغیانہ بردہ کیا تھا، جیسا کہ قبیلہ خزاعہ سے اسی
 طریقہ پر جو آپ ﷺ کے بعض قبیلوں سے جس نے بعد میں بد مہدی اور غدار بنی۔

اسی طرح قرآن کی سورہ ممتحنہ کی آیت: "لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ
 يُضْلِلُواكُمْ فِي الدِّينِ الْغُلُوبِ" آپ اس کی تعبیر اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ ظالم فرمے نے قتل
 و زبردست کر کے غلو کیا، پناہ عہد امان تو نہ ڈالا لہذا اس سے سب وسعت جملہ اور عمارت جائز ہو گیا،
 اور دوسری جماعت عہد امان پر باقی رہی لہذا اس کا خون محترم رہا، اس مسئلہ میں ذرا تفصیل ہے
 جس کا تعلق دارالامامہ اور دارالامان کے جزئیاتی مسائل سے متعلق ہے، جس کا ذکر یہاں طوالت
 کے خوف سے چھوڑ دیا جائے گا۔

۵۔ دہشت کا تہ ارب اس کے مختلف دہاب و ذرائع ہیں جن سے دن و رات کا جاسوسیت،

الملاح (م۔ سابق) (اس کے قبضہ ہونے کے لئے ایک دوسرے قید یعنی استطاعت کا ہونا ضروری ہے اور اس کے وہ ادب ہونے کے لئے اختیار پر کار ہونا شرط ہے) حرمت کے وقت بھی حرمت ہوئی و یہ اس شعر ہوگا تاہم حتی المقدور قابل اور حرمت کرنا مستحسن ہے۔ ا۔ اسی طرح یہاں دج شہادت ہے، اس فعل کو ہی نفسہ فہو شہید۔

✽ ✽ ✽

اسلامی موقف اور دہشت گردی

مفت نوری احمدی

علیہ السلام

دہشت گردی مختلف افراد و جماعتوں کی حکمتوں کی طرف سے کسی انسان پر ظلم و ستم اور
 ان کی پارحان سرگرمیوں کو کہتے ہیں جس سے انسانی جان و مال اور اس کے دین و خلیہ و نوحہ و الحق
 ہو۔ دہشت گردی کے ضمن میں تشدد، خوف و ہراس، زیادہ تر سنی، مہاجرین اور ان کی جان کے
 خالق کے جانے کی دھمکیاں بھی شامل ہیں، اسی طرح دہشت گردی میں کسی کو خوفزدہ کرنا، ڈاکو رشتہ کی
 واردات، شدت پسندانہ سرگرمیاں اور لوٹ مار کی وہ تمام شکلیں دہشت گردی میں شامل جاتی ہیں
 جو بحرین سے انفرادی یا اجتماعی طور پر مزید آہل اور اس متعدد کے لئے لوگوں میں بحرین کا رعب
 اور بد نظری پیدا کرے، جس سے جان و مال و امن و سلامتی، انسانی زندگی اور اس کی آزادی کو
 خطر لاحق ہو، اسی طرح معاشرہ اور سوسائٹیز میں ایسی فضا پیدا کرے جس سے لوگوں میں بے چینی یا
 توڑ پھوڑ کرنے، فتنہ و فساد، اطلاق و جانے والی، قومی اسباب و مسائل، قومی، نسلی اور طبعی وسائل
 کی تباہی کا خطرہ ہو۔

تاہم یہ روئے زمین پر فتنہ و فساد کی تمام دھمکیاں دہشت گردی کے دائرہ میں آتی ہیں
 جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں شدت کے ساتھ مسلمانوں کو منع کیا ہے، ارشاد الہی
 ہے: "وَلَا يُلْغِ الْفَسَادُ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ" (سورہ بقرہ، ۲۷) (اور

زمین میں لٹا دیا۔ یہ تو وہ بادشاہ تھا جس نے وہاں کو پسند نہیں کیا تھا اور اسے ایک ایسی ہی
 ملکہ

۲۲۔ ملکہوں کا اپنے حب میں لٹنے والے بہت سے سرخوشوں میں وہ بھی تھی۔ وہ سب نے
 کربلا میں شہادت کے ساتھ سبائی و شوقی لٹائی گئیں۔ ان کے دل و جان ان کے پاس
 نے محفوظ میں لٹا کر رکھ لی ہوئی سرکاری۔ ان کی موت کوئی سے اور ان کی دہشت بریں و متعدد
 انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ حنفی و فلاحی دہشت گردی: جیسے سب تعلیم یافتہ انور و راجہ و انور میں
 تحریر ہے۔

۲۔ مذہبی دہشت گردی: ان کی سرکار کا اپنے ملک میں بننے والی کسی مذہبی اقلیت کی
 محبت کا اور مذہبی مقامات کو خطرات و تھکنے فراہم کرنا۔ اور مذہبی بلوئوں اور انتہا پسندوں کو
 دہشت گردانہ کارروائیاں کرنے کی کھلی چھوٹ دے دینا۔ یہ بھی سرکاری دہشت گردی کے
 دائرے میں آتا ہے۔

سرکاری دہشت گردی کی کھلی ہوئی مثال کجرات کا جیسے تک فساد ہے، جہاں مسلمانوں
 کی جان و مال، املاک و جائیداد اور عزت و آبرو کی تباہی و بربادی کے لئے ہر ممکن سہجہ
 بلکہ کسی بھی چیز تک مسلمانوں کے نام و درمکان ٹھہرائے گئے تھے، گاڑیوں کے ٹھہرات
 ٹوٹ گئے تھے، اور مینوں تک مودی سرکار اور اس کے کارندے ٹوٹ مار، تشدد اور آبروریزی
 کا نشانہ بن گئے، چتے رہے اور مرکزی سرکار بھی تشریفاتی بن رہی بلکہ وزیر داخلہ وزیر علی سہری کی
 تقریب کرتے رہے یہاں تک کہ صوبائی سرکار کو ٹھہرنا چاہت دے دی گئی، یہ سرکاری دہشت گردی
 کی ایک کھلی ہوئی مثال ہے۔

میں انسانی سطح پر نہ کار کی ہر شے انسانی کا مظاہرہ وغیرہ کے دائرہ میں آتی ہے۔ یعنی
جیسے اور یہاں سے اسرائیلی حکومت اور یہ کہ فلسطینیوں کے ساتھ جس طرح کے معاملے ہو رہے
رہے ہوتے ہیں وہ سب نہ کار کی ہر شے انسانی کے دائرہ میں آتی ہے۔

۳۔ کسی جگہ کے ساتھ انسانی کی متعدد صورتیں ہیں۔۔۔ انسانی انسانی کی ایک صورت
یہ ہے کہ حکومت کی خاص جگہ کے جائز حقوق اور اس میں شامل ہوتے ہیں انسانی اور انسانی
پانی، وہاں غیر انسانی بنیادوں سے محروم رہے۔۔۔ انسانیوں میں باوجود صلاحیت کے
محض انسانی یا مذہبی تعصب کی بنا پر آبادی کے تناسب سے واقع فراہم نہ کرے، ان کے جائز
حقوق سے محروم رکھے، ایسی انسانیوں پر احتجاج کرنا جائز ہے، واجب نہیں۔ اللہ کے رسول
ﷺ نے اس قسم کی انسانی اور منصب کے سلسلہ کی ترغیبات کے بارے میں ارشاد فرمایا:
"إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ مَعْدَى أَثَرَهُ فَاصْرُوا حَتَّى تَلْقَوْهُ عَلَى الْحَوِصِ" انکی
مسلم ۱۱۷۱ء۔

اجتہاد کی مجلس کے جواز کے باوجود مسلمانوں کی اجتماعی مصالح کا قضا یہ ہے۔۔۔ یہاں
حکومت عملی کے ساتھ اپنے جائز حقوق کی تکمیل میں سستی نہ کریں۔۔۔ انسانیوں میں جو ان کی
جائز شکلیں ہیں اسے روک رکھیں۔

انسانی کی دوسری شکل کسی فرد کے جان و مال اور عزت و آبرو پر قاعدہ ہے اور اس کی
بدترین شکل انسانیت کی صورت میں اس طرح کے مظالم پیش آنے پر ہوتا ہے۔۔۔ انسانیوں کے۔۔۔
ایسے ظالموں کا ظلم کے خلاف جدوجہد اور جدوجہد انسانیوں کے دائرہ میں نہیں آتا اور اسلام
نے ظلم کو جوڑے اٹھانے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

"انصر احاک طالماً أو مظلوماً، فالو یا رسول اللہ! ہذا نصرہ"

مظلوماً فكيف نصره طالعه؟ قال: لأخذ فرق يديه ۱۱۰ و ۱۲۰ صحیح البخاری ص ۱۰۲ ہجری۔
 ہندوستان جیسے ملک میں مسلم اقلیت چاہے جہاں کہیں آباد ہو فسادات و مظالم کے
 خلاف اس کے لئے آواز اٹھانا ضروری ہے، اس لئے کہ فساد کرنے والی جماعت کا تعلق چاہے
 ملک سے ہے۔ اس لئے پورے ملک کے مسلمان مثلاً بہادر چڑھتے ہیں، لہذا اپنے دشمن کے
 لئے ضروری ہے کہ دوسرے علاقہ میں ہونے والے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے
 میں دریغ نہ کریں۔

۴۔ مظلومین کے لئے یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ وہ ظالمین کے گرد و گے ان لوگوں کو نشانہ
 بنائیں جو بے قصور ہیں اور اس ظلم میں شامل نہیں ہیں۔

فرہن بادی تعالیٰ ہے: "ولا یجوز منکھ شآن قوم علی ان لا تعدلوا، اعدلوا
 هو اقرب للتقویٰ" (مرد، ص ۱۶۷)۔

دوسری جگہ القدر بے عزت کا ارشاد ہے:

"ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً فلا یسرف فی القتل إنه
 کان منصوراً" (مرد، ص ۱۶۷)۔

"فلا یسرف فی القتل" سے بالکل واضح ہے کہ مقتول کے ورثہ کے لئے انتقام
 میں حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، مفسرین نے واضح طور پر لکھا ہے کہ قاتل کو چھوڑ کر اس کے
 بدلے اس کے کسی رشتہ دار کو قتل کرنا "یسرف فی القتل" ہے۔ لہذا ضروری یہ ہے کہ مظلوم عدالت
 جذبات سے مشغول نہ ہو کر غیر ظالم کو نشانہ نہ بنائیں ورنہ یہ اسلامی عدل کے خلاف ہوگا۔

۵۔ انسانی مسائل و مشکلات کے حل میں عدل و انصاف سے تجاوز، عین الاقراء کی تعلقات
 میں طاقت کا استعمال، زور و زبردستی کا طریقہ، بہت ساری چٹانوں اور جنگ و جدل کا سبب ہے،

دین اسلام جہاں پوری قوت و شدت کے ساتھ ظلم و زیادتی کو منع کرتا ہے، تشدد اور دہشت گردی کو حرام قرار دیتا ہے، وہیں عدل و انصاف، مفود و رگدہ، باہمی محبت و شہید، عام انسانوں کے درمیان تعلقات اور آہنی رواداری پر بھی چرادرز دیتا ہے وہ علامتِ مذہبی ہے۔

اسلام کا نظامِ مذہب، مساوات، احترامِ انسانیت اور عدم اعتدال، علیٰ بغیر کا بنیادی اصول و دہشت گردی کے خاتمے میں بنیادی رول ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن نے "اعدلوا هو اقرب لطغوی" کا حکم اس موقع پر بھی دیا ہے جبکہ معاملہ اپنے دشمن سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی برہدگی اور نسل کشی کو چاہے اس کا تعلق کسی مذہب و ملت سے ہو نہ سوئم قرار دیا ہے: "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورہ بقرہ: ۲۰۶)۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے سرکشی سے بچنے کا حکم دیا ہے: "ولا تعصوا ابن الله لا يحب المعتدين" (بقرہ: ۱۲۰)، اسی طرح انسانیت کے احترام کا سبق اسی آیت میں دیا: "ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر" (اسراء: ۷۰)۔

مزید برآں یہ کہ اللہ رب العزت نے اہل اے نبی پاک ﷺ کو ماری دنیا کے لئے رحمت بنا بھیجا ہے: "وما أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" (سورہ انعام: ۱۰)۔

آئیے انسان کا دوسرے انسان کی جانب سے عزت و احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت و حمایت کی جائے، اس لئے کہ اسلامی شریعت نے اس کی جان و مال کو معصوم قرار دیا ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کو بھی اسلامی نظامِ حکومت میں مکمل تحفظ فراہم کیا ہے، اعلیٰ مہلت میں غیر مسلم پوری طرح مامون رہے اس کے لئے بھی وہی قانون ہوگا جو ایک مسلمان کے لئے ہوگا، اور اس کو بھی وہی سزا ملے گی جس کا مستحق مسلمان ہوگا (اسلامک لٹریچر، المان، کربلا)۔

۶۔ شریعت نے جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کے دفاع کی مجرمانہ اجازت دی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں اسے واجب قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں بہت ہی واضح دلیل یہ حدیث ہے: "مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فُهِيَ شَهِيدٌ وَمَنْ قَتَلَ دُونَ نَفْسِهِ فُهِيَ شَهِيدٌ وَمَنْ قَتَلَ دُونَ عَرَضِهِ فُهِيَ شَهِيدٌ" (مکرم: کتاب الجنان)۔

دفاع میں جان بھی عزیز چیز کو قربان کرنا اس کی اہمیت پر واضح دلیل ہے۔ اگر انفرادی طور پر کسی کے مال کو چھیننے یا لوٹنے کی کوشش کی جائے اور وہ مال دے کر اپنی جان بچا سکتا ہو تو اس صورت میں اگرچہ مال دے کر جان بچالینے کی گنجائش ہے لیکن دفاع کی اجازت بھی ہے۔ اور اگر ایسا آدمی دفاع کرنے میں مر جائے تو وہ شہید ہوگا۔ لیکن اگر کسی شخص کی جان و مال عزت و آبرو پر حملہ ہو تو اس صورت میں اپنا دفاع حتی المقدور واجب ہے۔ البتہ ممانعت سے حدود شریعت میں متعین ہیں اور وہ یہ کہ "الْاِخْفَ فَاِلاِخْفَ" کے اصول پر عمل کیا جائے۔ اگر ممانعت زبانی گفتگو اور لوگوں کی مدد و تعاون سے ہو جائے تو وہ دفع پر ضرب حرام ہوگا۔ اور اگر ممانعت ہاتھ پائی سے ممکن ہو تو کوڑے کا استعمال حرام ہوگا۔ اور اگر ممانعت کوڑے سے ہی جاسکتی ہو تو انہی کا استعمال ممنوع ہوگا۔ اور اگر ممانعت حملہ آور کے کسی حصہ کو کاٹ کر کی جاسکتی ہو تو اس کا قتل حرام ہوگا۔ اور اگر ممانعت صرف قتل کرنے ہی سے ہو سکتی ہو تو دفع کے لئے اس صورت میں قتل کرنا مباح ہوگا۔ اور اگر حملہ آور تلواریں کے ذریعہ حملہ کرتا ہے تو دفع کے لئے اول مرحلہ ہی میں قتل کرنا مباح ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قتل کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ الغرض دفع الْاِخْفَ فَاِلاِخْفَ کے اصول پر کار فرما ہے۔

اور اگر کسی گروہ کی جان و مال اور عزت و آبرو پر دوسرا بڑا گروہ حملہ کرے، جیسا کہ فرقہ وارانہ قتلوات کے موقع پر دیکھا جاتا ہے تو اس صورت میں جملہ مسلمانوں پر اجتماعی

و اہمیت و اہمیت ہے، اور اگر غیر یہ جتنا یہ مسلمانوں پر ان 'تعمیم' مسئلہ کوں ناقص، ان تہجہ و خاری طور
 پر انتہائی ملوث و قی ہے، اگرچہ فقہی مہارت میں ان دو خوب نے الفہ سے تعہد نہیں کیا جاسکتا۔



امن و سلامتی اور اسلام

Abstract

المجلس

۱۔ بہشت نوردی: مختلف افراد یا جماعتوں یا حکومتوں کی طرف سے کسی انسان پر غم و ماتم اور جارحانہ سرگرمیوں کو کہتے ہیں۔ جس سے انسانی جان و مال اور اس کے دین و عقیدہ و خطرہ و لاحق ہو، و بہشت نوردی کے ضمن میں تشدد، خوف و ہراس، ایذا و سالی، بلا سبب قتل اور انسانی جان کے ضائع کئے جانے کی وحشیاں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح دشمنی میں کسی کو فروزدہ کرنا، ڈاکوہ بڑی کی واردات۔ تشدد پسند اندر سرگرمیاں اور لوٹ مار کی دو تمام شکلیں بہشت نوردی میں شمار کی جاسکتی ہیں جو بھرتن سے انفرادی یا اجتماعی طور پر سرزد ہوں اور اس مقصد کے لئے لوگوں میں بھرتن کا رعب و دہ بے طارنی ہو جائے، جس سے جان و مالی، امن و سلامتی، انسانی زندگی اور اس کی آزادی کو خطرہ لاحق ہو، اسی طرح معاشرہ اور سوسائٹیز میں ایسی فضا پیدا کرنا جس سے لوگوں میں بے چینی یا تو بیچور کر کے فتنہ و فساد، املاک و جائیدادیں یا قومی اسباب و وسائل، قومی نفع بخش اور معنوی و مادی وسائل کی تباہی کا خطرہ ہو۔

یہ ہے: "بشت کردی فی اسلامی نقطہ نظر سے تعریف جسے اسلام فقہ اکیڈمی مدہ کرمہ کے ماہرین اجلاس میں جو سال ۱۴۲۶ھ میں مکہ کرمہ میں منعقد ہوا تھا، متفقہ طور پر پیش کیا گیا تھا، جسے "ہان مکہ المکرمہ" کے زیر عنوان شائع کیا گیا تعریف کا عربی متن یوں ہے:

”الذہاب هو الصدور الذي يمارسه أفراد أو جماعات أو دول، بغيا على الإنسان، دينه و دمه و عقله و ماله و عرضه، ويشمل صوف التخويف والأذى والتهديد والقتل بغیر حق و ما ينصل بصور الحراية و اخافة السبيل وقطع الطريق و كل فعل من أفعال العنف أو التهديد، يقع تنفيذه لمشروع إجرامي، فردى أو جماعى، ويهدف إلى إلقاء الرعب بين الناس، و ترويعهم بإيذائهم أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر و من صنوفه إلحاق الضرر بدليّة أو بأحد المرافق والأعلاك العامة أو الخاصة، أو تعريض أحد الموارد الوطنية أو الطبيعية للخطر، فكل هذا من صور الفساد فى الأرض التى نهى الله سبحانه و تعالى المسلمين عنها فى قوله: ”ولما تبغ الفساد فى الأرض إن الله لا يحب المفسدين“ (الفصل: ٤٤) (تجوید: ١٠٨) ”و ما من الصدور“ من اربع بقى البقرة (١٢٠) (ترجمہ: ١٣٠)۔

۲۔ نکلوتوں کا اپنے ملک میں بسنے والوں اور دوسرے کے مختلف طبقات کے درمیان عدل و مساوات کا سلوک نہ کرنا، بعض طبقات کے ساتھ یہی وعدہ شکنی و منافقانہ خیانتی کردار، کہنا اور ان کے جان و مال کے تحفظ میں و شہ کوبائی کرنا، فعلی ہوئی سرکاری و بہشت گردی اور حکومتی غنہ گردی ہے۔

۳۔ کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ منافقانہ خیانتی کردار و صورتیں ہیں۔ حکومت سمجھی یا نہ سمجھی کی یہ صورت اپنائی ہے کہ وہ کسی خاص طبقہ کے جائز حقوق اور کرنے میں تساہل برتنی ہو، مثلاً عدالتی سترائی اور مسامحات، برائى و پائی جھٹیلیزى و بیادى سبکدوشى سے محروم رکھے یا ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے ملازمت کے مواقع نہ فراہم کرے، ترم تر حلايتوں اور ملازمتوں کے وجود و ایسا

محض نہ ہی دُکھ ہی تعصب کی بڑ پر سیاہی ہے، ایسی : انصافوں پر امتحان کرنا، مہمان ہے۔
 وَاَنْتُمْ خَوْرٌ مِّنْهُ لَئِنْ اَنْتُمْ اَنْصَفْتُمْ اَوْ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ سَبِّ كُنْ اَمَّا سَبِّ تَرْجُوْتُمْ لَكُمْ دَارٌ
 میں نہ جا بہ کر وہ کونسا تعصب کرتے ہوئے نہ دیا:

”اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ مَعْدٰى النُّوْرَ لاصْبِرُوْا حَتّٰى تَخْرُجُوْا عَنْ الْحَوْصِ“ (زکریٰ
 ص ۱۳۰، ۱۳۱)

اصحابی روئے کے جواز کے ساتھ مسلمانوں نے انہماک مصداق نہ تھا نہ یہ ہے کہ بیان
 نصرت ملی اپنے لئے دئے اپنے جاننا قوتوں کی حسرتیابی کے لئے اور شریعت میں نہ اس صہوتی
 ملک میں جو جس کی جائز صہوتیں مردوں میں ان پر عمل ہے انہوں۔

انصاف کی نہ دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کسی مرد یا جماعت کی جان و مال اور عزت و
 آبرو پر جس کا جائز ہے اور اس کی بدترین شکلیں نسل کشی، قتل و غارت گری، پادشاهی، ایسی صورت میں
 مارے، بٹا، بھج، اغوا پر اپنا دینی رخ کرنا تو واجب ہے اور یہ جہاد، ایم اور مضمین کا: قاتل دوسرے
 لوگوں کے لئے جو ان کی حدود میں آتا ہے۔

مظلومین کا ظلم کے خلاف انھوں نے جہاد بشت کر دی ہے: اور میں نہیں جہاد۔
 ”اَلْمَنْ اَعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدٰى عَلَيْكُمْ“ (ہود
 ۱۲، ۱۳)

اسلام نے مظلوم و غیر مظلوم دونوں کو ہی ظالم کو اس سے نصرت سے روکنے اور باز رکھنے پر
 ابھرایا ہے: ”اِنْ يَنْتَهِبُوا مَالَكُمْ فَاتَّخِذُوْهُمُ اَعْدٰى“

”اَصْرَ اَحَاكِمَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، فَالُوْا بِاَرْسُوْلِ اللّٰهِ، هٰذَا نَصْرُ
 مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَصْرُ ظَالِمًا؟“ (تاج ذوق بدیع: ص ۱۲۰، ۱۲۱)

۴۔ اگر یہ بتدین ہو کہ ظلم زیادتی ہو جس میں اس طبقے پر اور اگر یہ بتدین
 اپنی صورت میں مطلوب ہو اور ظلم کرنے والے کو وہ اس کو اس سے بدل لینا چاہتے ہیں
 جو یہ تصور ہیں اور اس ظلم میں خود شام نہیں ہیں۔ فرمان داری عوامی ہے: **اولاً بحکمکم**
شأن قوم علی أن لا تعدلوا، اعدلوا هو أقرب للتقویٰ (۱۹۰۰ء)۔

دورانی بدامنی قیامت ہے: **ومن فتن مطلوب ما فقد جعل لولیه سلطان**
فلا یسرف فی القتل اینه کان مصوراً (۱۹۰۰ء)۔

ایک غزوہ میں ایک بد بھینگی بونٹی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا: وہاں وہ بونٹی اس شخص
 ہیں "اسی جیسے عرض کیا کہ وہاں ایک مقتول عورت کی لاش پڑی ہوئی ہے اسی پر بھینچے ہوئی ہے تو
 آپ ﷺ نے فرمایا: **ما كانت هذه لقتال** (یہ تو قاتل میں شریعت تھی) پھر اسے اس کی قتل
 کیا، اور اس غزوہ میں مقدمہ نے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو انھیں مہاجرین اور انھیں
المقدمة خالد بن الولید لعن رجلاً فقال قل لحالد ل تعقل امرؤ ولما
عسی (۱۹۰۰ء) اولی روایہ "لا تفتنوا شحاً قابلاً ول طعلاً صعباً
ولاً امرؤاً" (۱۹۰۰ء)۔

اسلام ہی اس وقت تک بھی غزوہوں، بے بسوں اور چاروں پر چھوڑنے کی اجازت
 نہیں دیتا۔

اسی جیسے اس سوال کے جواب میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
 کفایت المطلق میں فتویٰ چھریں فرمایا ہے:
 "مجرموں کو قتل کرنا یا ان سے انتقام لینا صحیح ہے مگر اس مجرم کو قتل نہ کریں تو
 ان کے عوض میں دوسرے بے گناہوں پر مقدمہ اور انھیں مہاجرین نہیں" (۱۹۰۰ء)۔

۵۔ انسانی مسائل، مشکلات کے حل میں عدل و انصاف سے تجاوز اور بین قومی تعلقات میں غفلت کو شامل اور نزدیک کا طریقہ بہت ساری باتفاقوں اور بحث و جدل کا سبب ہے۔ دین اسلام جہاں پوری قرب و مشورت کے ساتھ علم و زیادتی کو منع کرتا ہے، تنہا اور بہشت کمرانی کو حرام قرار دیتا ہے، وہیں محل و انصاف، حق و برکت و بائیکاٹ و تنہا، حرام نہیں کے درمیان تعلقات اور انسانی رویہ پر بھی زور دیتا ہے۔ ان کے درمیان فرقہ بندی ہے۔

اسلام کا نظام عدل و مساوات اور غیر دین پر اعتقاد اور اسی طرح سے احترام اور نہایت کا اصول، اور عدم تعاون علی الاثم والعدوان اور بہت سے دیگر ایسے اصولی و ضابطہ اسلام میں موجود ہیں جن پر عمل کرنا ہی انسان کو دین سے بہشت بروٹی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

”وَلَا يَجْرِمُكَ شَأْنُ نَفْسٍ عَلَى أَنْ تَعْدِلُوا، اْعْدِلُوا، هُوَ قُرْبٌ لِّتَقْوَىٰ“
 کے اندر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ بھی عدل و انصاف کو حکمت ہے۔ کفار و کفار کے خلاف جہاد کشتی کی باؤی اور کشتی چاہے کسی قوم و ملت اور فرقہ کی ہو اسے مذہم قرار دینے پر آمادگی ہے۔
 ”وَاِذَا قُلِي سَعَىٰ فِي الْاَرْضِ بِعَدْوِيْهَا وَيَهْمُكَ الْحَرِثُ وَالسَّبَلُ وَاللَّهُ نَا يَحِبُّ اَلْعَفْوَ“ (۲۰۹ بقرہ)۔

پس حق اللہ تعالیٰ نے کشتی اور عدوان اور زیادتی سے منع فرمادیا ہے۔ ”وَلَا تَعْدُوا“
 ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِبُّوا الْعَدُوِّ“ (۱۰۹ بقرہ) احرام نہایت کا اصولوں میں سے ایک ہے۔ ”وَلَا تَحِبُّوا
 كَرَمًا بَنِي آدَمَ وَحِمْلَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ“ (۱۰۹ بقرہ) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سارے جہاں کے لوگوں کے لئے باعث رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (۲۱۰ بقرہ)۔

ایک انسان کا دوسرے انسان کی طرف سے عزت و احترام کا فقدان یہ ہے کہ اس کی حفاظت و حمایت کی جائے وہی وجہ سے اسلامی شریعت نے ان کی جان و مال کو معصوم قرار دیا ہے۔ اسلامی حکومت میں ایک غیر مسلم کی جان و مال کی حفاظت و مسابقت نے لئے وہی تو آئین نافذ ہوتے ہیں جو آئین مسلمان کے لئے اور سزا بھی اس کو وہی ہے۔ بیچائے گی جو مسلمان مجرم کو بھی وہی جہاں سے (بیان حکم انکسارہ دفعہ ۱۱، سہادی ۱)۔

۶۔ شریعت نے جان و مال اور عزت و تہ پر حملہ کے دفاع کی بھرپور اہانت دی ہے۔
 دفاع عن النفس: مجبور فقہاء (امام ابو حنیفہ، شافعیہ اور مالکیہ) کے نزدیک واجب ہے، ڈاکٹر و برزلی کہتے ہیں: ”فہجب عنی المحدثی علیہ ان یدافع عن نفسه فی رایی امی حبیفة والمالکیة والشافیة“ ”ثانیہ واجب دفاع کے اس صورت میں قاتل میں جبکہ حملہ آور کا فر یا جانور ہو، اور حملہ آور کے مسلمان ہونے کی صورت میں مستثنیٰ کے جواز یکہ سنون ہونے کے قاتل میں بریل روایت ابو داؤد ”مکی عبور ابی ادم“ ”بجی قاتل و بائیل (مقدمہ سہادی ۲، ۳، ۴)۔“

قائمین وجوب کے دلائل یہ ہیں:

- ۱۔ ”قوله تعالى: ولا تفلحوا یا یدیکم الی التہلکة“ (۲۰، ۲۱)۔
- ۲۔ ”لقاتلو النبی تبخی حسی نفی: انی امو اللہ“ (جز ۱، ۱۰)۔
- ۳۔ ”فمن اعتدی علیکم فاعتلوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم“ (۲۰، ۲۱)۔
- ۴۔ ”و جزاء سبہ سبہ مثلھا“ (شرعی، ۱۰)۔

اور ان کی دلیل عقل یہ ہے کہ انسان کو بحالت اضغراء حرم چیز کھا کر بھی جان کی حفاظت کرنی واجب ہے تو قاتل کی صورت میں بھی اپنے جان کی ممانعت واجب ہوگی۔

اسلام اور امن عالم

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم
دہلی

۱- اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت :

جنت میں دہشت کا معنی خوف و جہش اور دہشت لہریں کو معنی خوف ہمارے پیر، ہے، عربی میں اس کے لئے "ارهاب" اور توحید کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے: "رعب تحذره افعال عطف كالقنن والفاء المنصحات او فحريه" اور دہشت کا معنی ہے: "ان يبدوا انى الارهاب بامتن او انقاء المنصحات او التحرب لالامه سطة و لغو بعض اخرى" (مؤید ابن سیر، ص ۱۶۸)۔

یعنی وہ خوف اور اس پر تہدید و تشدد کے بغیر صرف کار و عمل کی فسادت ہے، اس کا استعمال اور تحریک کا یہی ہے جب پیرا ہو۔

دہشت گردی کے معنی میں ہے: "یاتی فی ذات کے حصول کے لئے اور قیام الحالت کے لئے اور دوسرے کو ترغیب دینے کے لئے کہ وہ خود بھی ایسا کرے۔"

موجودہ دور کی طاقتور حکومتیں اس کا حلقہ کار تمام قیام و قیامات اور ملکات اور مہم پر کرتی ہیں جو ان کی "مصلحت" کے مطابق ہو یا اس کی ضرورت "مصلحت" سے متعلق ہو۔ اس سے قطعاً ترغیب و تہدید کے حقوق و مطالبات بھی کوئی شے نہیں۔

مگر اسلام جو تمام بنی نوع انسان کے لئے جدیت و درست ہے، اور اس کا قائل ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے، اُن بے تعلیٰ کل ذی حق حقد، اور وہ اپنی تعلیمات کو قبول کرنے میں کسی طرح کے جبر و اکراہ کا قائل نہیں۔ جس کی تعلیم یہ ہے کہ ”الذہب المنصہحۃ النون فیہ“ خواہی کا نام ہے اور اس نے ہر شخص کو جان، مال، عزت، اور دین کی حفاظت اور اس کی طرف سے دفاع کا حق دیا ہے، اس لئے مذکورہ دہشت گردی کی تعریف اس کے نزدیک درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہر شخص اور جماعت کی اپنی مصیبتیں ہوتی ہیں خواہ جائز ہوں یا ناجائز۔

اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ:

”کسی حکومت، جماعت یا فرد کی جانب سے وہ ناحق جارحانہ سرگرمیاں جن سے کسی انسانی جان و مال، عزت اور دین و عقیدہ کو خطرہ لاحق ہو۔“

۴۔ حکومتیں جو اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں کرتیں، بلکہ بعض طبقات کے ساتھ سیاسی و معاشی نا انصافی روا رکھتی ہیں، اور ان کے جان و مال کے تحفظ میں بھی دہشت گردی سے کام لیتی ہیں، یا سرکاری سطح پر ایسا تدبیریں کرتی ہیں کہ وہ طبقہ جانی و مالی نقصان سے دوچار ہو تو اس غیر متعادل اور نا انصافی پر علی الاطلاق دہشت گردی کا اطلاق درست نہیں معلوم ہوتا۔

اسے حکومت کی اپرہاسی، اور جنگی حقوق میں کوتاہی، حق تلفی اور ظلم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، البتہ ان مذکورہ ساری حالتوں میں تشدد، جانی و مالی ضیاع کی دھمکی، خوف، ہراس بھی شامل ہو تو اس پر دہشت گردی کا اطلاق کیا جائے گا۔

۳۔ کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ نا انصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر حقوق اور عمل کا اعتبار ”جزاء سبۃ بسبۃ مظلہا“ (شری: ۵۰) اور ”وان علیکم فعدوا بضمیل ما عوفیم بہ

ولس صبرتم لہو خیر للصابون" (نہج: ۱۲۹) نیز قاعدہ فقہیہ "الظہور بزمان" کے تحت جائز ہوگا جب تک کہ اپنے حق کے حصول کے لئے شریعت اسلامیہ کے دائرہ میں نہ ہو۔
 طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، اور اس حد کو ملحوظ رکھا جائے گا کہ مظلوم نہ مل سکتا ہے۔

ان فی حقوق سنی عالمی منظور کی دفعہ (۷) میں ہے:

"قانون کی تفریق سب برابر ہیں، اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے تحت رہنا چاہئے۔ اسی دھان کے ذریعہ تفریق کی جائے یا جس کو تفریق کے لئے ترجیح دی جائے اس سے سب برابر کے پناؤ کے حق دار ہیں۔"

اور دفعہ (۸) میں ہے:

"ہر شخص کو ان افعال کے خلاف جرمی دستور یا قانون میں دیئے ہوئے غیر وی حقوق کو تلف کرنے سے روکا جائے گا۔ اس سے متاثر طریقہ پر چارہ جوئی کرنے کا پورا حق ہے (اور ترجمہ جاری کردہ انسٹی ٹیوٹ آف آئیٹیکلیم اسٹڈیز)۔ اور مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آئے گا: "وہن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولہ سلطاناً فلا یسرف لہی القتل" (انہ کان منصوراً) (بی: برائیل: ۳۲)۔

نیز ابو بصیر اور ابو جندل کے واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں ہوگا۔ "قال الحافظ: وفي قصة أبي بصير من الفوائد، جواز قتل المشرک المعتقدی غیلة، ولا بعد ما وقع من أبي بصير غدر أو الخیانت، بل لم یشرک۔ کاتل جائز ہے، اور ابو بصیر نے جو کچھ کیا، دہشت گردی، عہد شکنی میں شمار نہیں ہوگا، اس لئے کہ انہوں نے اپنے نفس اور دین کی طرف سے دفاع کیا، اور اسکی صورت میں قصاص یا دیت نہیں ہوگی (قیامی: ۳۵۱، کتاب: ۵)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فمن اعتدی علیکم فاعتصموا علیہ بمثل ما اعتدی

عليكم وانفوا الله واعلموا ان الله مع الصّٰطين" (بقرہ ۱۸۳)۔ (اور جو تم پر زیادتی کرے۔۔۔ تم بھی اس کا بدلہ دے۔ اسی کے مثل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے)۔

اس کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں: "عموم منقلب علیہ اما بالحب شرۃ ان امکن واما بالحکم"۔ ۱۰ تفسیر قرطبی ۲/۲۶۱۔

یعنی یہ حکم عام ہے اور متعلق علیہ ہے وہ تو مظلوم خود پر نہ لے کر ممکن ہو، یہ نفع و حکام سے ذریعہ آگے کی عبادت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن نے بدلے دینے کو آخر چاہا (عدوان) سے قصیر کیا ہے مگر یہ عداوت مبارک ہے۔

۳۔ کسی طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریعہ ہوں تو مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے جو معتد بے تصور ہیں اور اس ظلم میں شامل نہیں ہیں بدلہ لینا جائز نہیں۔

"وفاعلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین" (البقرہ: ۱۹۰) (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان سے اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور اللہ سے تجاوز مت کرو اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے حبش اسامہ یا زید بن ابی سفیان کو رو آگے کے وقت جو نصیحت فرمائی تھی حبش نظر رکھنے کے قابل ہے:

"لما تخونوا ولا تعدوا ولا تمنوا ولا تقتلوا طفلاً ولا شیخاً کبیراً ولا امرأۃ ولا تمقروا محلاً ولا تحرقوه ولا تقطعوا شجرۃ منمّرة ولا تدسّوا شاة ولا بغروا ولا یعیروا بالکلاکل ، وسوف تمرون بأقوام قد فرغوا انفسهم فی

الصوامع فدعوهم وما فرغوا أنفسهم له" (دیکھو! خیانت مت کرنا، مہر یعنی مت کرنا، اور ملکہ (متولین کے) نہ کان و غیرہ کان) مت کرنا، اور نہ ہی کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل کرنا، اور نہ بغاوت کو تباہ کرنا یا آگ لگانا، اور نہ کسی پھلدار درخت کو کاٹنا، اور بکری، گائے یا اونٹ کو باقاعدہ ذبح مت کرنا مگر کھانے کے لئے، اور تیار انگڑ، کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے نہ جنہوں نے اپنے آپ کو برا دکھایا، وہیں تک محدود کر لیا ہے ان سے چھینر بھار مت کرنا۔) البتہ اگر اس جہد کے دوسرے افراد اس ظلم میں معاون ہوں تو وہ بھی ظالم ہی صنف میں شمار ہوں گے۔

۵- دہشت گردی کے اسباب کا مدارک:

دہشت گردی کے خاتمہ اور اس کے اسباب کو زخمی کرنے کے لئے مثبت اور منفی دونوں طریقے استعمال کئے جاسکتے ہیں مثبت طریقے میں درج ذیل باتیں آئیں گی:

۱- ایمان باللہ والیوم الآخر:

اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ کوئی بھی انسان کھلے طور پر بالکھپ "زاد نہیں ہے، بلکہ وہ کسی کے سامنے جواہر ہے، اور ایک دن اسے اپنی سرری حرکت کا حساب دینا ہے:

"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جاره، ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم صغفه، ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل حبه" او لیسکت!۔

۲- انسانی جان و مال کا احترام:

اس بات کا شعور و احساس کہ تمام انسان ایک ہی آدمی کی اولاد ہیں، اور ان کی عزت و احترام

ہیں، "إِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" (النور: ۳۱) "اور یہ کہ کسی بھی انسان کی جان کا قتل پر کسی نوع انسانی کا قتل ہے" (اس قتل نفساً بغیر نفسِ اَوْ فساد فی الارض لکنانہما قتل الناس جميعاً ومن احياها فکانہما احیا الناس جميعاً) (النور: ۳۲)۔

درمختل طریقہ میں حدود و تعزیرات آئی ہیں، جن کا جزائیم کے اندر دس آیات مؤثر کر رہے ہیں، خاص طور سے اسلامی حدود و تعزیرات جو عظیم و باریکی سے محفوظ ہیں۔

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حِكْمَةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (البقرة: ۱۷۹) "ایما جزاء، اللعین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا یصلوا ان یقطع انہمہم وازجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم عزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم" (النور: ۳۳)۔

۱۔ اگر کسی مرد یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حمل کیا جائے تو اس مرد یا فرد کو شرعی طور پر دوزخ کا حق حاصل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی دس گناہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوزخ کی نیت کیا کہ اسے اللہ کے رسول کو کسی شخص پر ہمالی (قاتل) جتنا چاہے (تو میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو ہمالی مت لینے دو، اس نے پوچھا: اگر وہ شخص اس کی خاطر مجھ سے قتال کرے تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اس سے قتال کرو، اس نے پوچھا: اگر وہ شخص نے مجھے قتل کر دیا تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم شہید ہو گئے، اس نے پوچھا: اگر میں نے اسے قتل کر دیا تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہو لی النار" (سجسم)۔

آیت دوسری حدیث میں جان و مال، آبرو اور دین کے قاتل میں قتل ہونے والے کو بھی شہید کہا گیا ہے۔

حق مدافعت کے حدود کے لئے یہ حدیث پیش نظر رکھی جائے گی جسے ابن خلدون نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ایک آدمی میرا میرا مال لیرا پتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ذکرہ جالہ“ اسے اللہ سے ادا دے دے، کبریا۔ سمجھاؤ: انہوں نے پوچھا کہ اگر وہ اس پر بھی باز نہ آئے تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ارد گرد کے مسلمانوں سے مدد لو، انہوں نے پوچھا: اگر میرے قریب پاس میں کوئی مسلمان نہ ہو تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے طرف حکومت سے مدد لو (عدالت سے چارہ جوئی کرو)، انہوں نے پوچھا: ”فان فای السلطان عسی“؟ مگر اس دور میں تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے مال کی حفاظت میں قتال کرو یہاں تک کہ تم متحمل ہو کر آخرت کے شہداء میں سے ہو جاؤ۔ یا اپنا مال بچو (رج نمبر ۲۸۳ بحوالہ سابق) ”فان فای السلطان عسی“ یہ یہودیوں کی دور حاضر میں کچھ میں آج ہے کہ عدالت یا تھانے اور کوٹوالی میں تعاون، مدد اور انصاف مل سکے۔ اور چونکہ مال کی حفاظت اور مرنے کی خاطر قتل ہونے میں ہرج و مرج ہے، لہذا یہ مدافعت مستحب ہوگی۔



اسلام امن و سلامتی کا گہوارہ

مولانا محمد امجد علی

پرنسپل

اسلام ایک برپا امن و سلامتی کا گہوارہ ہے اس کی تعلیمات، اس کا فلسفہ زندگی اور اس کے اصول و ضوابط سب کے سب ظلم و بربریت، انتہا پسندی اور وحشت گردی کے خلاف ہیں، اسلامی تاریخ و تہذیب اور تعلیم کی روشنی میں اسلام ہی درحقیقت امن کا اصل علمبردار اور آئینہ دار ہے۔ مذہب اسلام امن و سلامتی کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے بنیادی ضرورت قرار دیتا ہے، اور اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کے جان و مال پر حملہ کرے، اسلام نے بنیادی طور پر تصور کسی انسانی جان کے ضیاع و قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ جبکہ کسی جان کی تحفظ و حمایت اور زندگی کے بچاؤ کو پوری انسانیت کی حمایت اور بچاؤ قرار دیا ہے، اسلام نے ظلم و ستم، قتل و غارتگری اور وحشت و حیوانیت پر نہ صرف کبیر کی جگہ سے قابل نفرت اور مروت زدہ بلکہ جرم قرار دیا۔

قرآن پاک جس عظیم ترین ہستی پر نازل ہوا خود اس کا فرمان ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسری یعنی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائے تو خود اس (غیر مسلم) کی قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف اس غیر مسلم کی طرف سے سزا دی جائے گی۔ کیا غیر اسلام کے اس واضح فرمان کے بعد بھی اس پر دیکھنے پر یقین کرنے کی گنجائش رہتی ہے کہ اسلام کبھی دکانہ مذہب ہے، اسلام ابرہہ و انوف

ایک دوسرے کی ضد ہیں، جہاں اسلام ہو گا تشدد وہاں کفر اقل نہیں ہو سکتا، اسلام تشدد کے مقابلہ کے لئے سب سے طاقتور ہتھیار ہے، حضور اکریم ﷺ ہر روز جب تہجد کے وقت یہ زمرہ جوتے تو فرماتے:

”اب اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان آج بھی میں اہل ایمان میں ہیں“ لہذا دنیا کے جس خطہ میں اور جہاں جہاں مسلم اور غیر مسلم فی جہاں آ رہی ہیں رہتے ہیں وہ اعلیٰ و سوانہی زندگی میں اسی شہادت رسالت کی روشنی میں ایک دوسرے کے ساتھی اور رفیق ہیں، وہ شریعت اسلامیہ کی راہ سے امن و سلامتی اور اہم دو دیکھو دوسرے کے معاجد میں بندھے ہوئے ہیں۔

دراصل اسلام بنیادی طور پر امن و سلامتی کی دعوت دیتا ہے، جنگ پر صلح کو فوقیت دیتا

ہے۔

دہشت گردی کی تعریف:

دہشت گردی کی کوئی مسلمہ اور متحدہ تعریف اب تک متعین نہیں کی جاسکی ہے، اور نہ ہی اس کے حدود متعین کئے جاسکے ہیں، چونکہ دہشت گردی کی اصطلاح کشادہ اور وسیع المہم ہے۔ اس لئے اس کی بہت سی تاویلیں اور متعدد تعبیریں کی جاسکتی ہیں۔ محفوتوں اور نسلوں، معائنات و اغراض، قوموں اور مذاہب اور عقولوں اور فکروں کے اختلاف سے دہشت گردی کے بہت سے معنی و مفہوم متعین کئے جاسکتے ہیں، تاہم حالیہ سطر پر یہ اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے کہ فتنہ ساز اپنے سیاسی مخالفین کے تشدد اور غم و غصہ کے اظہار کو دہشت گردی قرار دیتی ہے۔ اور اس سے مخالفین حکومت کی خفی یا فتنی کارروائیوں کو سرکاری دہشت گردی کا نام دیتے ہیں، گویا عکس اس جذبہ عملی طور پر امن و بات پر مشفق ہے کہ منتخب یا مسمر حکومت کے خلاف کوئی بھی تشدد، احتجاج اور مظاہرہ دہشت گردی ہے۔

بہر صورت دہشت گردی کے معنی و مفہوم کی معقول اور سمجھوں کے لئے قابل قبول تعینات
 اور حد بندی کے حوالہ سے خاصی پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ میں
 دہشت گردی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”دہشت گردی صحیح معانی میں بے قصور
 اور معصوم افراد کو غیر احتیاطی طور پر اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ایسی جارحانہ کارروائی اور ظلم
 و ستم کا نشانہ بنانے کا نام ہے جس سے وہ ہراساں و خوف زدہ ہو جائیں۔ ایسا فرد قوم اور تنظیم کی
 طرف سے بھی ہوتا ہے اور ادارہ اور ملک کی طرف سے بھی۔ یعنی کسی فرد، جماعت، قوم یا ملک
 ادارہ کا دہشت گردی ہے جس کا مقصد عام افراد کو معمولی طور پر اور اپنے حق تلف و خصوصاً
 طور پر دہشت میں ڈال کر اپنی غرض و مطلب کا حصول ہو (جوان، ۲۰۱۸: ۱۰)۔“

۲۔ حکومت کے خالصانہ سلوک پر دہشت گردی کا اطلاق:

دہشت گردی جو اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات سے ملے ساتھ عدل و انصاف کا سونہ
 نہ کرے۔ بلکہ بعض طبقات کے ساتھ سیاسی و معاشی و انصافی رد و رکھے اور اس طبقے کی جان و مال
 کے تحفظ میں دانت کوہی سے کام لے، یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں اور کوششیں چاہیں۔ وہ
 طبقہ ملی و جانی نقصان سے دوچار ہو تو ایسی حکومت اور ان کے اس غیر منصفانہ و رذیلانہ رویہ پر
 بھی دہشت گردی کا اطلاق ہوگا۔

کیونکہ بے قصور و معصوم افراد کو سناٹا، ان کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک نہ کرنا،
 سیاسی و معاشی و انصافی رد و رکھنا اور دانت کوہی سے کام لے کر ان کے تحفظ میں کوئی خواہش یا جانب
 سے ہو یا حکومت کی طرف سے، یہ سب دہشت گردی کے ہی زمرے میں آتے ہیں۔

۳۔ حکومت کے غیر منصفانہ سلوک کے خلاف احتجاج:

اگر حکومت وقت کسی گمراہی یا جہت کے ساتھ انسانی روادار تھی ہے تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار بذریعہ عیس بلکہ جمہوری اور انسانی حدود میں۔ وگرنہ ایسا ہی ہے دستور و قانون کے تحت تسلیم کے لئے جائز حقوق دور میں کرنے کے لئے جہ و جد کرنا جائز ہے۔ جمہوری تصور میں اپنے جائز حقوق کے حوالے سے جو ضرریتے محو کر دیتے ہیں ان میں استعصال نیا کام ملتا ہے بشرطیکہ وہ طریقے شرعی اعتبار سے دائرہ جواز میں آتے ہوں اور جو ضرریتے برسر غیر اسلامی ہوں ان کا اختیار کرنا جائز نہیں۔ یہ دانش ہے کہ مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دینیت اور دنیا کے دائرہ میں نہیں آتا ہے۔

۴۔ بے قصور افراد سے ظلم کا بدلہ لینا:

اگر کسی ایک طرفتی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس خطہ کے تمام افراد شریک نہ ہوں تو مظلوموں کو ظلم کرنے والے فرد سے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے جو بے قصور ہوں اور جو خود ان ظلم میں شریک نہ ہوں۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں چاہے فرد کا معاملہ ہو یا جماعت کا محض مذہبی و دنیوی و اجتماعی کی بنیاد پر غیر متعلق افراد کو دوسرے حملے کے ذریعہ اور قہراً دینا جائز نہیں ہے۔ ایک کے حملے کے لئے دوسرے کو ذمہ دار دینا قطعاً انسانی اور زیادتی ہے۔

البتہ ظلم و بربریت کے خلاف اور مظلوموں کی حمایت کے لئے ممکن ہونا طریقہ اپنایا جاسکتا ہے اس لئے اسلام نے جنگ کے دوران بھی بچوں، عورتوں، بوڑھوں، عبادت میں مصروف اور جنگ کے لئے ذرا بھی افراد سے عرض کرنے سے پہلے سے روک تھام کی یہ نیت سے متعدد مقامات پر جس طرف توجہ دینی ہے کہ جنگ سے غیر متعلق بڑے والے اور بوڑھوں اور ان جنگ

”کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے“: قاتلوا ہی سبب اللہ الذین یقاتلونکم“ (ہد ۵۰۰)۔
 پیغمبرِ رحمت ﷺ نے صراحتاً غیر متعلق افراد کو قتل کرنے سے منع کیا: ”لَا تَقْتُلُوا شَيْعًا فَإِنَّا
 وَطَفْلًا صَغِيرًا وَامْرَأَةً“ (بوراؤ: ۱۰۲)۔ یعنی کمزور بوزھ، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ
 کرو گے۔

فقہائے اسلام تو کمزوروں، عورتوں، بچوں، مجرموں کو جنگ کے دوران قتل کی نیت
 تک کو نہ جانے کہتے ہیں، عبادتِ خدا اور مالکِ ملک رہنے والے راہب وغیرہ کو بھی قتل سے منع کیا
 ہے۔ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے اہم سمجھنے والے ہیں: ”اسیر انبیرا نفسا نقل کی ہے۔“

ساتھ ہی اسلام نے عام جاہِ کاری کی سخت مذمت کرتے ہوئے اس کی مخالفت کی ہے۔
 آج کی مہذب دنیا میں بھی ہر برس جنگ دشمنوں کی ہر چیز اور غیر متعلق افراد کو بھی جاہِ کاری کا نشانہ نہ
 بنایا جاتا ہے، لیکن اسلام اسے بدعتی اور فساد گرد قرار دیتا ہے۔

اسلام تو اس حد تک امن پسند اور صلح پسند ہے کہ جنگ سے بھاگتے ہوئے لڑائے کا
 تعاقب کرنے سے روکتا ہے، فتحِ عمر کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس کی خاص بدعت قرار دی
 تھی، تنبیہات کے لئے بدعتِ الجحیم، نسل ۱۱ اوطار جلد ۸، زاد المعاد جلد ۳، فتح القدر، فتح الباری
 جلد ۷ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ دہشت گردی کے تدارک کے لئے اسلامی ہدایات:

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دہشت گردی کے کچھ نہ کچھ بنیادی اسباب و
 محرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے سرحدی معاشرتی یا سیاسی نا انصافی، ان اسباب کے تدارک کے
 لئے اسلام کی ہدایات و نصاب ہمیں گونہایت اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں:
 ۱۔ اسلامی نظریہ کی روش سے ایک انسان، بحیثیت انسان شرف و کرم کے مقام پر کھڑا

ہے، اس شرف و فطرت میں اومین و کافر سب برابر ہیں، اس لئے کسی انسان کو جو مصر سے مرز ہے، فطرت و تربیت کے لحاظ سے نہ دیا جائے۔

۲۔ کسی بھی بیعت کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک اور اس کی تہ میں دشمنی نہ کی جائے۔ یہ کسی قوم کے ساتھ صحابی اور یہ کسی ناصحابی قوم کو نہ رہنا چاہئے۔

۳۔ مظلوم چاہے کس مذہب کا ہو اس کے ساتھ قیورانی سلوک برتا کر منصفانہ نہایت اور انصاف کے خلاف ہے، لہذا فرد ہو یا حکومت چاہے ایک کے لئے عدلی و انصافی اور مساوات ضروری ہے۔

۴۔ اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنے والے غیر مسلم باشندوں کی مذہبی و معاشی تعلیم کے زوالی کے ساتھ جان و مال کے تحفظ کی یقینی ضمانت اسلام فراہم کرتا ہے۔

۵۔ مذہب اسلام نے انسانی زندگی کی حرمت و اتالی حیرت دی ہے کہ ایک شخص کے نفس کو پوری اہمیت کے نفس کے مترادف قرار دیتا ہے۔

۶۔ اگر کسی انسان تک میں غیر مسلم اقلیت کا وجود ہو، مگر اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا پورا بظاہر نگہ کیا ہے۔

۷۔ اسی طرح نئی زندگی سے متعلق مومنات میں نہیں اپنے مذہب پر پھنسے ہوئے ہیں۔

۸۔ مذہب اسلام نے صرف ظلم و تعدی سے روکتا ہے بلکہ ظلم کے جوہر میں بھی دوسرے فریق کے بارے میں عدل و انصاف سے متجاہز ہو جانے کو نہایت گہرا کرتا ہے۔

۹۔ مذہب اسلام عقائد کے لئے بھی مہذب اور مادیانہ اصول و قواعد کو تحریر کرتا ہے، جو افراد و قوموں کے پاس ہے۔

۱۰- مذہب: امام غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہدایت دیتا ہے اور پوری
 انسانیت کو اللہ کا کبریا قرار دیتا ہے۔

۲- جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت اور حدود:

غمر لکھی کر وہ یا فروعی جان و مال اور عزت و آبرو پر قصہ ہو خواہ یہ تعدی حکومت وقت کی
 طرف سے ہو یہ دہشت گرد اور فرقہ پرست تنظیموں اور ترغیبات کی طرف سے۔ اس کے خلاف اور
 سد باب کے لئے کھڑا ہوا اور اس کے اسناد دینے والے حتی المقدور دشمنی کرنا امت مسلمہ کے
 فرض نہیں ہیں۔ یہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے سب معاملات میں قتل و پرواشت کی تعلیم دی
 ہے، غمر لکھی، یہ ہے کہ گویا: اشت کرنے کی تعلیم نہیں دی جو دین اسلام کے مٹانے اور اسلام کے سوا
 دوسرا نظام مندر کرنے کے لئے کیا جائے۔ اس نے حقیقی کے ساتھ نظریہ کہ جو کوئی تمہاری امت کی
 حقوق چھینے کی کوشش کرے یا تم پر ظلم و ستم نہ جانے تمہاری جائز ملکیتوں سے تم کو غصب کرے،
 تمہیں اپنے دین و ایمان کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکنے، تمہاری حق باتی نظام و دین ہم
 پر ہم کرنے پاتے تو اس وقت اس کے مقابلے میں اور ان کے سد باب میں یہ کوشش ضروری نہ ہو بلکہ
 اپنی پوری طاقت اس کے اس ظلم کو رفع کرنے میں صرف کر دو۔

"وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقْتُلُواكُمْ وَلَمَّا قَتَلْتُمُوهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ
 الْمُعْتَدِينَ" الخ (توبہ: ۵۰) اور "أَذِّنْ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَهُمْ أَجْرٌ أَكْبَرُ عَلَى
 نَصْرِهِمْ لَقَدْ جَاءَهُمْ الْغَوْرُ مِنْ دُونِهِمْ فَلَقِيَ الْكُفْرُ وَالْكَافِرِينَ" (توبہ: ۱۶)
 (ترجمہ: ۱۶-۱۷)

مومنان! میں نے ان لوگوں کو آیت کی روشنی میں حربہ: اعلیٰ احیاء کی طرف
 اشارہ کر دیا ہے:

۱۔ جب مسلمانوں سے جنگ کی جائے اور ان پر ظلم و ستم کیا جائے تو ان کے لئے
ممانعت میں جنگ کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ ہر ایک مسلمان کے لئے یہ چھینیں، ان سے حقوق سب اُتریں اور ٹھیک ان کی
مسئدوں سے سب ضروریں ان کے ہاتھ مسلمانوں کو جنگ لڑنے پہنچیں۔

۳۔ سب مسلمانوں پر ان کے خدائی حکم کے باعث قہراً دیا جانے اور انہیں کھل کر
لئے تیار ہونے کو، مسلمان چیر توالی کے لئے اپنی زندگی، مال کی خاطر جنگ کرنا چاہئے۔

۴۔ دشمن غلبہ کرنے میں سب اُتریں سے مسلمانوں کو نکال دے، یا مسلمانوں نے اقتدار کو
یا مال کو لے لیا اور ان کے سے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی چاہئے اور جب کبھی وقت
ہو تو انہیں ان تمام حقوق کے دشمنوں کو نکال دینا چاہئے اور ان سے انہوں کے مسلمانوں کو نکال
دینا چاہئے اور ان کو دوسروں سے ۲۴۔

چوتھے غیر مسلموں میں یہاں مسلمانوں کی قیادت میں ہیں اور ان کے یا انہوں کی
طاقت میں ہے، وہیں اس ظلم و زیادتی کے سبب ان کے لئے حق ائمہ اور مہجوری غریب کو
اپنا دے۔

جب یہودیوں میں ان کے اپنے جواز حق کو توڑنے کے لئے جو یہودیوں کے لئے ہیں
ان سب کا احوال یا جواز ملتا ہے، یہودیوں کے لئے جو یہودیوں کے لئے ہیں۔



مختصر تحریریں:

مولانا سید احمد رضا

مولانا محمد شفیع الدین عظیمی

مفتی حبیب الدین قاسمی

قاری غلام احمد قاسمی

مولانا سید محمد قاسمی

مولانا سید محمد قاسمی

مولانا سید الدین خاں قاسمی

مولانا ابوالحسن امجدی

مولانا سعید الرحمن قادری

مولانا محمد ظفر عالم قادری

مفتی محمد سعید قادری

مولانا سید محمد قاسمی

مولانا اسعد قاسمی

مولانا عقیل الرحمن قاسمی

مولانا ابوالحسن محمد عظیم

مفتی مجاہد الاسلام قاسمی

مولانا سید محمد قاسمی

امن عالم اور اسلامی نقطہ نظر

امام: سلطان احمد مدظلہ

علی نزلہ

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی یہ ہے کہ کسی وجہ اور وجہ کے بغیر کوئی شخص کسی دوسرے فرد یا جماعت کے خون کو اپنے لئے مباح کر لے لیکن اس کے سلسلے میں اس علاقہ کی کا رفع ہونا بہت ضروری ہے کہ بنیاد پرستی (Fundamentalism) کی طرح یہ اصطلاح بھی عالم اسلام دشمن میڈیا کی ایجاد ہے، جس کے نتیجے میں اسلام اور دہشت گردی کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ درآئیکہ ہماری اوپر کی تعریف کے لحاظ سے دنیا کے کسی خطے میں اسلامی دہشت گردی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کے مسئلہ میں افغانوی دہشت گردی کے ساتھ ریاست کی حمایت یافتہ دہشت گردی (State sponsored terrorism) کو بھی اسی طرح بلکہ اسی سے کچھ زیادہ ہی ہتھام کے ساتھ شامل کرنا چاہئے۔ اپنی بہت ساری فریبوں کے باوجود عالمی سطح پر اس وقت اس کا سرغنہ امریکہ ہے۔ کبھی بدعایہ ملکی میں سلسلے میں اس کا پیش رو ہے۔ روس اور اس جیسے دوسرے ممالک بھی اسی جہ و نشہ میں اسی طرح ملوث ہیں۔ تازہ مثال: ہماری جمہوریت میں ہجرات کی ہے جہاں ریاست کی حمایت یافتہ دہشت گردی نے اسی میدان کے بڑے بڑے سرماؤں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

۲۔ بلاشبہ حکومتوں کے اسی طرح کے غیر متعاطیانہ اور ظالمانہ رویے پر دہشت گردی کا اطلاق

کی رویت کی جگہ نے صحیح تو ہے، اور محمد تین نے اس اور مدت قرار دیا ہے۔ اسیس حوالہ پاؤ۔ و۔ اظہار ۱۰۰؛
صفحہ ۱۲۶۲ ج ۱۔

اس کی روشنی میں مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ اسے نہیں آتا ہے۔

۴۔ ظالم کر دہ کے بے تصور کوک جو اس ظلم میں شامل ہے ہوں تو ان سے توجہ نہ لینا چاہیے نہیں ہے، لیکن اگر یہ لوگ اس ظلم کو اسی طرح برادر دیکھتے رہیں، اس کے خلاف کسی راجل کا اظہار اور اس کے تدارک کی کوئی کوشش نہ کریں، بلکہ وہ پردہ اس کی حمایت کریں، اور ان کی فکاہ و افسانہ خاموشی ظالموں کے لئے شہید اور ان کی حوصلہ افزائی کا باعث ہو تو اپنے اس طرز عمل سے یہ کوک بھی ظالموں کے زمرے میں شامل ہیں، اور ان کا نظم ظالم کر دہ کے ان بے تصور افراد۔ بے اعتنائی ہوگا جو ظلم کے خلاف سینہ سپر ہوں اور اپنے بس بھر ظلم کو روکنے کے لئے کوشاں ہوں۔ جیسا کہ شجرات میں مسلمانوں کی حالیہ نسل کشی کی مہم میں ان دونوں طرح کے مظاہر کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

۵۔ آج کے حالات میں معاشی اور سیاسی مائنسائیوں کے سلسلے میں، مسلمان کی ہدایت یہی ہو سکتی ہے کہ مسلمان سخت جدوجہد کے ذریعہ اپنی معاشی بد حالی کو دور کرنے اور مالی اعتبار سے اپنے کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کو اپنی فریضہ خیال کریں، اسی طرح دنیا کے جس ملک میں جمہوری غیر جمہوری، جس طرح کی سیاست ہو وہاں وہ اس میں بھرپور اور سرگرم حصہ لے کر اپنی سیاسی قوت میں اضافہ کریں۔ اس کے لئے خاص طور پر اپنی تعلیم کے ساتھ سائنس و ٹکنالوجی، میڈیکل اور انجینئرنگ، کامرس اور تجارت وغیرہ کی تعلیم پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اسی طرح منسوبہ بنو طریقہ پر ڈاک، دور بیوے وغیرہ کی مدد ستوں کے ساتھ خاص طور پر فاقی اساتذہ، آئی پی ایس ورید کی اعلیٰ ترین ملازمتوں میں مسلمانوں کو اپنی جگہ بنائی جانے، اس سلسلے میں

پلوا۔ خطہ اور چارہ اسطرحہ اس میں بھی اپنا کردار ادا کرتا چاہئے، اور اپنے نظام کار میں مناسب اصلاحات اور ترسیمات کے ساتھ نظام کلنی میں اپنے فضلاء کو داخل کرنے کی سعی و جہد کرنی چاہئے۔ اسی طرح (Legislature) میں ان کی موثر حصہ داری منصوبہ بند سیاست کی طالب ہے، اس پر بھی مسلمان علماء و علماء دین کو بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

۶۔ کسی مسلمان کی جان و مال یا عزت و آبرو پر منہ کیا جائے تو حتی المقدور اس نئے نئے اپنا دفاع کرنے واجب ہے، فرد کے ساتھ رسالت پر یہ بات بدرجہ اولیٰ صادق آتی ہے، یہاں اوقات کار گرد قارع اسی حملے کا تقاضا کرتا ہے، حالات کے تحت اس کی گنجائش بھی پیدا ہوتی ہے۔



امن و آشتی کا مذہب اسلام

مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی
جامعہ اسلامیہ جامعہ دہلی، دہلی

اسلام جو مذہب اور لیکن کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے آخری اور پندیرہ دین ہے کسی طرف کی ظلم و جبریت کا ہرگز قائل نہیں، یہ مذہب اور دہشت گردی کی بھی کسی طرح تاغیہ نہیں کرتا جس میں بے گناہوں کے جان و مال کو نشانہ بنایا جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کی کیا تعریف ہے؟ اس کے کیا حدود ہیں؟ اور یہ امن لئے ضروری ہے کہ اس دہشت گردی کی اصطلاح کشادہ اور وسیع المفہوم ہے جس کی بہت سی تاویلیں اور متعہ و تفسیری کی جاسکتی ہیں۔ اتفاقیوں، نسلوں، عساکر و اغراض، قوموں اور مذاہب اور عقول و فکروں کے اختلاف سے دہشت گردی کے بہت سے معنی متعین کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ اب تک کوئی جامع اور متفقہ تعریف اس کی نہیں کی جاسکتی ہے جو دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں کے لئے قائل قبول ہو، اسی لئے بہت سے محققین اور مفکران اس اصطلاح سے کھیلنے رہے ہیں، اور اکثر جگہ افراد اور جماعتوں سے زیادہ اہمیت نے حقیقی معنی میں دہشت گردی پر کھینچنے کی طرف توجہ دینا شروع کر کے ماننے والوں (خصوصاً جہاد و اقلیت میں ہیں) کی تمام برکات و مسکنات کو دہشت گردی قرار دیا جا رہا ہے حتیٰ کہ ان کا وجود ہی دہشت گردی کا مترادف بنادیا گیا ہے، لیکن ملک کی اکثریت ہے جس میں فتنہ کا تشدد کرتے اور تمام صوبوں کو پاؤں کر جانے انہیں کوئی دہشت گرد نہیں کہتے۔

چنانچہ ہماری مکتب میں انجمن پسند اور تشدد پسند غیر مسلم نوادہ اس حکومت کے رویے کے

صحابیوں جس کی قیادت جہانم زماں سنگھ پر یوار کر رہا ہے چھوٹی طور پر بے گناہ ہیں، وہ لشکر وادہ دہشت گردوں کے سر سے ریفرہ توڑ دیں، تاریخی مساجد و حادیں، بہت سی مسجدوں اور گرجہ گھر، دس و مہندہ مرکزین یا نقصان پہنچا دیں، ایک فرقہ وارانہ فساد برپا کریں اور مسلمانوں کے خون سے ہولی نکھیں اور ان کی اماگ تباہ کریں، نظریہ و تحریر میں شعلہ انگلیں اور آگ برسائیں۔ مسلمانوں کے خلاف ملک میں ہمہ وقت نفرت کا بیج بوئیں، اہلئے کے استمال کی ٹرینٹ کا کھسپ چھائیں، ترشول پائیں، بار بار اعلان کریں کہ لاکھوں ہندوؤں کو اندروان ملک دشمنوں سے لڑنے کے لئے فلاں پر شہاد اور فلاں دل فوج تیار کر رہا ہے، لیکن ان کا کوئی فرقہ وندہ و پندہ گہنا تا ہے اور نہ دہشت گردی کے لعل سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے برعکس اگر مسلمان قتل و خون کے اندر سے میں رو کر بھی دین پر عمل کریں، اور اپنا حق، نکلیں یا استمال کریں تو انہیں رفرہ کر کیا جاتا ہے اور دہشت گردوں کے جرم میں بھی "گاز" اور بھی "پونا" کے آراء پھنس کی توار کے ذریعہ قتل کیا جاتا ہے، اور ہمیشہ کے لئے ان پر شہید کئے کی خاطر سید و دورھوں کو کششیں خود حکومت کی طرف سے قتل میں لائی جاتی ہیں (ایڈیٹر اور مضمون: فروری ۲۰۰۲ء، ص ۲۹-۳۰)، ہر حال دہشت گردی کی حقیقت سے چشم پوشی کر کے بہت سے لوگوں نے خوب ناجائز فائدہ اٹھایا، اس لئے ہم اس کی صحیح اور اسلامی تعریف کر رہے ہیں۔

۱۔ بے تصور اور موصوم افراد پر یا جماعت یا کسی مخصوص قوم پر ظہور بردہتی اور وعاندی کے حوالہ سے خوف، ہراس پھیلنا کہ "ان عام خاات جو جائے دہشت گردی" کہا جاتا ہے یہ تو ہوئی "دہشت گردی" کی حقیقت اسلامی نقطہ نظر سے۔ مگر امر کی نقطہ نظر نے "دہشت گردی" کا معنی متعین کر لیا ہے۔ اس کے نزدیک "دہشت گردی" ہر اس قول و فعل سے عبارت ہے جس سے امریکہ مفادات کو ضرب لگتی ہو، اسی تفسیر کی روشنی میں اس سے منہترا رہا ہے اور اس وقت اور

آئندہ دو دو آتی تعمیر و تشریح کر کے دیکھ رہے ہیں (۱۵)۔

۲۔ حکومت جب دانتہ مہر لپٹے پر اپنے ملک میں بسنے والے بعض طبقات کے ساتھ یہی رویہ معاشی و انسانی روز رکھے، جان و مال کے تحفظ میں بھی، دست و پاؤں سے کام لے اور اس کا فرعون بنی پٹیل اور نرہ دیو جی پر ہنسائیت کا گلا گھونٹے تو بلارپہ اس پر بھی "وہشت گردی" کا اطلاق ہوگا۔ خواہ مظلوم طبقہ کسی بھی مذہب کا پیرو اور کسی بھی مسلک کا پیرو کیا نہ ہو، آج کل کے جاتفریقہ مذہب و ملت ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے جو کڑمقوق و جماعت و مطالبات کی طرف نظر جانے دیکھنا حکومت کا فریضہ ہوتا ہے۔

۳۔ گزشتہ گروہ یا طبقہ پر نا انصافی روز رکھی جاتی ہے تو اس کی رو قسم ہے:

۱۔ انسانی اس طبقہ کی ذات سے متعلق ہوگی، ۲۔ اس کے مذہب سے متعلق ہوگی کہ اس نا انصافی کا مثبت یا منفی اثر اس طبقہ کے مذہب پر ہوگا۔ تہی صورت میں اتوجہ شرعاً نہ ہے ادا نہ واجب نہیں، اور پھر اس جو اثری حد یہ نہیں ہے کہ عالم کے ایک ظلم کے بدلہ اس پر تلے وہ مظالم کئے جائیں بلکہ برابری کو نظر رہنا چاہئے اور اشارہ دہی ہے: "و جواء سببہ سببہ منہا نفس عفی و اصلح فاجرو علی اللہ" (سورہ بوریہ ۴۰) ہم اگر کوئی عہر کرتا ہے ورم حاف کر دینا ہے تو واقعی یہ عہت کے کام ہیں، اور اللہ کو پسند بھی ہے، اور اشارہ دہی ہے: "و لمن صبر و عفر ان ذلک لمن عزم الامور" (سورہ بوریہ ۴۱)۔

اور دوسری صورت میں جبکہ دین اور مذہب ہی متاثر ہو تو کچھ اس صورت میں احتیاج اور رد عمل واجب ہے، اس میں دینی مسائل بھی ناقاض ہر: مثبت ہے کہ حفاظت دین ضروری ہے، اور حفاظت جہاں تا نیرہ سے ہوتی ہے، و جہاں ترایہ بھی حفاظت کا: ورم اور منفی پہلو ہے، اور ایسی حفاظت دین کا نام "نہو دین اللہ" بھی ہے: "ان فنصرو اللہ ینصرکم و یصلح

۱۱۔ غور، غماز، زین کیا، وہ ثابت پہنچاں اثر غت و اختیار ہے، جس اس کا منتفی پہنچاں ہے کہ جب بھی : زین کے خلاف وئی آواز بلند ہو اس کی ہجر و مہجر کی جائے۔

۱۲۔ قسم جن سے یہ بات ائمہ شریعت ہوئی کہ جب مظلوم کوئی مہ سے بقدر ظلم بنی مکافات کی اجازت دئی گئی اور ذرہ برابر بھی زیادتی کو تسلیم نہیں کیا تو پھر ظلم کا بدلہ ان دعوں سے جزو و سر ظلم میں شامل نہ ہوں بدرجہ اولیٰ نہیں پایا جائے گا کیونکہ قرآنی ارشاد ہے: "اول فرد وارودة دور اخری" (زور پہلے دھرم، دو پھر بے قصوروں سے پہلے کسی طرح جائز ہوگا۔ اب وہی یہ بات کہ مظلوم اگر ظلم کے خلاف اچھے اچھے دعوے اور تو کیا یہ بھی "دہشت گردی" ہوگی؟ تو اس کے جواب میں اسلامی نقطہ نظر یہ کہتا ہے کہ نہیں وہ دہشت گردی نہیں بلکہ یہ تو بے قصور کا فطری حق ہے۔ اب اگر اسے بھی "دہشت گردی" کے چشمہ سے دیکھا جائے تو پھر قصم بنی نہیں رہے گا "عمرگ" بنو دہشت گردانہ۔

۵۔ اگر کوئی فرد حکومت یا معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس صورت میں حکومت اپنی طاقت کا استعمال کرے اور حق سے اس فتنہ کا سد باب کرے۔

۶۔ اگر کسی فرد یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو فوری التعمد براس کی مہ دفعات واجب اور ضروری ہے اگرچہ قتل و قتل کی نوبت آجائے، حدیث نبوی ہے: "من قتل دون مائتہ فہو شہید"۔ اگر حملہ آور کو قتل کر کے اپنی خفاقت ممکن ہو تو قتل سے روکنا نہیں کیا جائے بلکہ قتل کر کے اپنی خفاقت ضروری کی ہوگی، یہ اس وقت ہے جبکہ بال قتل وئی چارہ کار نہ ہو، اور اگر یہ ہو کہ مارنے سے یا دھمکی دینے سے تمہارا اور بچا جائے گا اور ہمارے جان بچ جائے گی تو اس صورت میں یہی عمل کیا جائے گا اور قتل پر اقدام نہیں کیا جائے گا۔ "لأن الضرورة تبيح المحرمات"۔

دین اسلام اور دہشت گردی

مفت حبیب اللہ رحمہ اللہ

پروفیسر، اسلامیہ جامعہ مہذبہ، لاہور، پاکستان

۱۔ دہشت گردی:

بلاشبہ اسلام ہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے آخری اور پشیدہ دین ہے، اس کی تعلیمات فطرت، ابدی، روزگاری اور زندگی کے تمام گوشوں اور شعبوں پر حاوی اور محیط ہیں، انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلام نے انسانیت کے لئے نیچہ بھرائی، بدل دیکھری اور اس کی صحت و فلاح کے لئے واضح ہدایات نہ پیش کی ہوں، یہ دین کسی طرہ سے ظلم و جارحیت کا قائل نہیں۔

یہ دہشت گردی کی بھی کسی طرہ کی حمایت نہیں کرتا، جس میں بے گناہوں کی جان و مالی کوشاں بنایا جائے۔

تعریف:

دہشت گردی ایک ایسا جملہ ہے جس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے، ایسی وجہ سے ہر ایک اپنے اعتبار سے اس کا مفہوم متعین کرتے رہتا، مگر اگر بات چیت، اختلاف و تضاد سے بچنا، تو اسے وہاں سے اپنی اپنی سوچ کے اشارے سے ہر ایک نے دہشت گردی کے معنی متعین

اور پہلے اسوئے ذریعہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، معنوی یا حقیقی طور پر قاتل کرنے میں شریک ہوگا۔

ابوداؤد اور بخاری شریف میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک غزوے موقع سے میدان جنگ میں ایک مظلوم عورت ملی تو آپ ﷺ نے اس پر پھر فرمائی، اُنہوں نے کہا: "مردان اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما یا۔" عن عبد اللہ بن ابراہیم وحدث فی بعض معازی رسول اللہ ﷺ مظلولة فانكر رسول الله ﷺ قتل النساء والصلبان" (مسند ابی یوسف، ۲/۳۶۴، بخاری شریف، ۴/۲۲۳)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "أجمع العلماء على العمل بهذا الحديث، و تحريم قتل النساء والصلبان اذا لم يقاتلوا، فإن قاتلوا قال جماهير العلماء يعطون، وأما شيوع الكفار فإن كان فيهم رأي قتلوا، وإلا ففيهم وفي الرهبان خلاف الإجماع" (شرح سنن ابی یوسف، کتاب دیوار، ۱/۳۶۸)۔

بڑی الجھڑ میں حدیث مذکور کی شرعاً کرتے ہوئے حضرت سہارنپوری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ عرصہ حاکمی علیہ الرحمہ نے درمختار میں لکھا ہے کہ عورت، غیر مکلف اور شیخ فانی کو عدم سیان و عدم نسل کی وجہ سے قتل نہ کرنا موقوف ہے: "قال فی الشر الممختار وبہنا عن قتل امرأة غیر مکلف و شیخ فان لا صناع له ولا نسل له فلا يقتل ونا اذا ارتد وأعمى ومقعد ورمس ومعترة وراہب وأهل کدانس لم یحاطوا الناس الا ان یکون أحد ملکاً أو داراً فی الحروب"۔

آگے بڑی الجھڑی میں ہے: "اتفق الجميع على منع الفصد إلى قتل النساء والولدان أما النساء فلضعفهن وأما الولدان فلقصورهم عن فعل الکفر" (ابن الجوزی، ۲/۳۶۴، سنن ابی یوسف، ۲/۳۶۴، کتاب دیوار، ۱/۳۶۸)۔

غلام یہ کہ بے گناہ، بے قصور اور معصوم لوگوں سے انتقام اور بدلہ لینا شرعاً جائز نہیں۔

۵- اسلامی ہدایات:

اسلام ایک عادلانہ اور منصفانہ دین ہے، یہ ”دینِ اخوت و بھائی چارگی، اتحاد و اتفاق کا سبق دیتا ہے، صاحبِ حق کو اس کا حق دلاتا ہے، مظلوم کو ظالم سے، ضعیف کو قوی سے انتقام لینے کی اجازت دیتا ہے، یہ ”دینِ عظیم و عداوتِ مائوسی و خنثیات اور ذاتی بھید بھاؤ کو پسند کرتا ہے، تاکہ دنیا میں امن و امان، مہین و سکون کا ماحول ہو اور کسی جسم کا قتل و ختم نہ ہو۔

اس دین میں طاقت و قوت اور پادنی کوئی چیز نہیں، جو جس چیز کا اہل اور مستحق ہوتا ہے اس کو وہ چیز اور جو جس مقام و منصب کے لائق ہوتا ہے اس کو وہ مقام و منصب اور مرتبہ عطا کرتا ہے۔ یہ جس اسلام کی واضح ہدایات اور اس کی روشن تعلیمات۔

لہذا اگر کوئی ظلم کر رہا ہو تو مظلوم اپنا دفاع کرے، اگر سفاشی یا سیاسی ناانصافی کی جاری ہی ہو تو انصاف حاصل کرنے کی قانونی راہوں پر گامزن ہو کر اپنا حق وصول کرے۔

۶- جان و مال پر کئے جانے والے حملوں کی بدعت کی شرعی حیثیت:

جان و مال یا عزت و آبرو پر کئے جانے والے حملہ کا دفاع حتی المقدور شرعاً واجب ہے، کیونکہ قدرت کے باوجود دفاع نہ کرنے کی صورت میں اپنی جان و مال کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، ارشادِ خداوندی ہے: ”وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ لَهِلْكَةً“ (ہرہ ۱۷۵) اور ارشاد ہے: ”وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا“ (نساء ۲۹)۔ وقال النبی ﷺ: ”لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَبْذُلَ نَفْسَهُ“۔

حقِ ممانعت کی حد :

حقِ ممانعت کی حد یہ ہے کہ جس نذر و نیاز یا جس فرائض طرف سے حکم صادر ہو اور یہ ادا رکھائی نہ جاسکے تو اس سے ممانعت اور مقابلہ یہ جائے، اسی نے خلافِ آدابِ احسانِ جائے، اسی سے اقامہ اور بدلہ لیا جائے، اس طرح کہ خیر و نیکو فیہ، تکلیف اور نہیں کسی طرح کو نقصان پہنچے، ان کی عزت و آبرو محفوظ رہے کیونکہ وہ بے قصور ہیں اور بے قصور، ان دستاویز ان کو غائب و بے شہ نہ درست نہیں ہے۔



امن کا اسلامی تصور

قرآن مجید: سورہ بقرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱- ”اولا چند آیات ربانی مع ترجمہ پیش ہیں:

”وَنُفِخَ الصُّورُ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِحُجَّاتٍ عَالِمِينَ“ (التكوير: ۱۰۰)

(دوے رخ پر فساد پھیلانے کی دوا بجھ کر، اللہ تعالیٰ پھیلائے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

”إِنَّمَا جَاءَ الْمُقَرَّبِينَ بِحُجَّتِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَطُوفُ فِي الْأَرْضِ

فَسَادًا... ذَلِكَ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ (التكوير: ۱۰۱)

(ایسی چیز ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں فساد میں فساد کرنے کو۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں، اور ان سے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔)

”فَلْيُؤْمَرُوا بَالْحَقِّ إِنَّهُمْ جَاءُوا رَسُولَهُمْ وَوَحَّى إِلَيْهِمْ رُوحُ اللَّهِ“ (التكوير: ۱۰۲)

”فَلْيُؤْمَرُوا بَالْحَقِّ“ (اور اس سے کہہ دیجئے میرے رب نے حرم کیا ہے صرف بے حیائی کی باتوں کو جو

ان میں مکمل ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو)۔

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ (التكوير: ۱۰۳)

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ (اللہ رب العزت عدلی و احسان اور

حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں)۔

”تَكُونُ آيَاتُ اللَّهِ دُخَانًا وَمُهْلَكًا فَذُوقُوا الْعَذَابَ“ (التكوير: ۱۰۴)

ومن قتل دون أهله فهو شهيد (قرنی ۲۶۰) بواب الوصیۃ ویز: کہنے والی ۵۵۵: اتوب
نحوہ ۱۔

مذکورہ احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جان و مال و عقیدہ عزت و ہر وہی حفاظت لازمی ہے۔
علامہ شافعی نے اپنی مشہور کتاب "المواقیف" (۳۰۴-۳۰۵) میں اس طرح تقریف فرمائی ہے:
"اتفقت الأئمة . على أن الشريعة وصحت للمحافظة على الضرورات
الخمس . وهي الدين والنفس والنسل والعالم والعقل" (امت کا اس پر جماع ہے
کہ شریعت اسلام، دین، نفس، نسل، دین و عقل کی حفاظت کی خاطر وضع کی گئی ہے)۔

بہر کیف، مقرر کئے خیال میں اس طرح کے دلالت کو دہشت گردی کے ذیل میں پیش
نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں جن لوگوں نے جان و مال، عزت و ہر وہی
 قربانی دی، اپنی عورتوں کو بیوہ، درجوں کو یتیم کیا، انہیں ہرگز ہرگز دہشت گرد نہیں کہا جاسکتا، اس
 لئے کہ دہشت گردی اصطلاحاً وہ ہے جو جواب (۱) میں مذکور تھی۔

۴۔ ظالمین کے گروہ سے جو بذات خود ظالم نہ ہوں اور ان سے اشتراکِ اکنیت بھی ظلم نہ
 پایا جاتا ہو ان سے بدلے کی شریعت نے بڑی سختی سے مخالفت کی ہے، سو ان کا کفایت اللہ
 صاحب دہائی نہ ملے گا۔

"جرموں کو گرفتار کرنا یا ان سے انتقام لینا تو صحیح ہے، مگر اصل مجرم مرنے والے نہیں تو
 ان کے عطف میں دوسرے بے گناہوں پر حملے کرنا اور انہیں مرنے کا صحیح نہیں ہے" (۳۶۱: ۹)

ایک موقع پر بنو ایسے لوگوں کو جو مجرم نہ تھے حکومت کی طرف سے جلا وطن کا ظلم وے
 دیا گیا، اس وقت امام ابوہامی موجود تھے، انہوں نے اس حلقہ کے صوبیدار کے نام ایک مراسلہ

تھا، اس مراسلے بعض جزاء عامہ بارہوی نے تحریر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "چند خاص لوگوں کے جرم میں تمہیں کیا حق تھا کہ جرم میں جو شریک نہ تھے ان کو بھی سزا میں تم نے شریک کر دیا قرآن کا ظہر ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" اس روایت پر ۱۸۔

۵۔ سربراہان ملکات کے واجبات سے بے خبر لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف اور ہوائی حقوق میں مساوات سے کام میں ملک میں غنا و فساد کے ساتھ لوگوں نے مفاد عامہ برصالح کا باآفریقہ مذہب و ملت ضیق رکھیں، علامہ بارہوی اپنی مشہور کتاب "الکام المستطابہ ص ۶۱" پر تحریر فرماتے ہیں:

"وَلَمَّا أَهْلُ الْإِسْلَامَةِ فَالْشُّرُوحُ الْمَعْبُورَةُ فِيهِمْ سَعَةُ أَحَدِهِا: الْعَدَالَةُ عَنِ شُرُوطِهَا الْإِسْلَامِيَّةِ الْحَامِيَةِ الرَّأْيِ الْمَقْصُودِ بِنِيَّاتٍ مَبِاسَةٍ لِلرَّعِيَّةِ وَتَدْبِيرِ الْمَصَالِحِ"۔

۶۔ "شرعی شریعت پر فروعی چار و نال و عزات و آئرو پر حد ہو تو اس صورت میں دفاع کی بہت قسمیات ہیں، بعض صورتوں پر دفاع واجب بھی ہے، اور بعض میں جائز اور مستحب بھی۔ مشہور شارح مسلم ہارمزوی مسلم شریف ۸۱ کے تحت مرقوم حدیث: "مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شُھيد" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"لَقَدْ حَرَّمَ قَتْلَ الْقَاصِدِ لِأَخِذِ نَحْنِ بَغِيْرِ حَقِّ سِوَاهُ كَانَ الْمَتْلُ قَتْلًا أَوْ كَثِيْرًا لَعَمْرُكَ الْحَدِيْثُ، وَهَذَا قَوْلُ لِحَمَاهِيْرِ الْعُلَمَاءِ، وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ مَالِكٍ لَا يَحْدُورُ قَتْلُ إِذَا خَلَبَ شَيْئًا يَسِيْرٌ كَالْقُرْبِ وَالتَّكْلُفِ وَهَمْ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَانْصَرَفَ مَا فَاتَهُ انْجَمَاهِيْرُ، وَنَحْنُ الْمَدْلُوعَةُ عَنِ الْحَرِيْمِ فَوَاجِبَةٌ بِلاَ خِلَافٍ وَفِي الْمَدْلُوعَةِ عَنِ الْعَسْرِ بِالْفَضْلِ خِلَافٌ فِي مَذْهَبِا وَمَذْهَبِ غَيْرِا، وَالْمَدْلُوعَةُ عَنِ

الصلح جمانہ عبور واجتہاد (۱۱) میں ملاحظہ فرمائیے والے سے نقل کرنے کا یہواز ہے یہی وہ
 حدیث میں مذکور ہے۔ موصوفی نے یہ زیادہ، یہ جمہور علماء کا قول ہے، چھٹی جگہ یہ قائل ہے کہ انہ
 کا نقل جائز نہیں ہے تاہم وہی موصوفی چیز لے، مثلاً کچرا اور مٹا، اور یہی اس میں نہیں ہے، لیکن
 درست جمہور کا قول ہے، اور عزت و حرمت کی طرف سے دفع کرنا یا اختلاف واجب ہے اور
 نقل کے ذریعہ بیان کی طرف سے دفع کرنے میں ہمارے مسلک اور دوسرے مذاہب کے
 درمیان اختلاف ہے اور مان کی طرف سے دفع کرنے میں جائز ہے (اجب نہیں)۔



دہشت گردی اور اسلامی نقطہ نظر

موراد: عطا محمد خان
جامعہ اسلامیہ اسلامیہ کراچی

۱- ہر ایسی حرکت جس سے سماج یا سماج کے کسی طبقہ میں بے چینی، بے امنی اور خوف و ہراس پیدا ہو دہشت گردی کہلائے گی، خواہ یہ حرکت کسی ایک فرد یا سماج کے کسی طبقہ یا حکومت کی طرف سے ہو۔

۲- اگر حکومتوں کے ظالمہ ذہن اور غیر منصفانہ رویہ سے بعض طبقات میں بے چینی، خوف اور غم و غم پیدا ہے تو حکومتوں کا ایسا رویہ بھی دہشت گردی ہے۔

۳- مظلوم اور انصاف سے محروم، استحصال کا شکار کردہ یا جبر کا ظلم و استحصال پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز بلکہ واجب ہے۔ ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اور اپنے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا دہشت گردی نہیں بلکہ بے لوث اور انسانی حق ہے، اسے دہشت گردی کا نام دینا خود ایک طرح کی دہشت گردی ہے۔

۴- مظلوم کو صرف غلام افراد سے بدلہ لینا جائز ہے، اس کے فرقہ کے بے قصور افراد سے بدلہ لینا بدعتی ہے۔

۵- اسلام ہر طرح کے ظلم و ناانصافی کے خلاف ہے چاہے جاسی ہو یا معاشی یا سماجی۔

چنانچہ وہ ہر شعبہ زندگی کے لئے ایسے عادلانہ اور جتنی برائے انصاف احکامات دیتا ہے جس سے
دہشت گردی کے اسباب فوراً ختم ہو جائیں گے۔

۶- جان و مالی عزت و آبرو پر حملہ کی صورت میں حتی المقدور مدافعت واجب ہے۔ یہ
ایک ایسا مقدم فریضہ ہے جس میں جان ہل جائے تو مرتبہ شہادت نصیب ہوگا۔

حق مدافعت کے حدود یہ ہیں کہ صرف مسلہ آور ظالم سے ہٹ لیا جائے اور لڑا جائے،
اس کے فرقہ کے بے قصور افراد سے نہیں۔

دوسرے یہ کہ کسی حال میں عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے، یہاں تک کہ مخالف
کی ظلم و زیادتی کا انکار ہونے کے باوجود ارشادِ ہائی ہے: "لا یجبر عنکم شئان قوم علی أن
لا تعدلوا، اعدلوا، هو اقرب للتقویٰ" (سورہ بقرہ ۱۷۸) (خیردار کسی جماعت کی دشمنی تم کو
جائز نہیں پر آدمہ نہ کرو، انصاف کرتے رہو کہ وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے)۔



دہشت گردی اور اسلام

ماہرہ سفیرہ صوفی

پاکستان ٹیلی ویژن

۱۔ اپنے دشمنوں کے دلوں میں دہشت ڈالنے (باب) ایک عسکری قوت یعنی
ہے اَوَّلُ عَدُوِّ الْاِلَہِ مَا سَتَعْنَمُ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهٖ عَدُوُّنَا
وَعَدُوُّكُمْ (الایۃ)۔ اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی عسکری کارروائی کی جائے، بلکہ
صرف قوت ضرب و حرب کے خلاف سے بھی یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ ابھی اس کے لئے کسی اقدام
بھی ہوتا ہے جب حکمت الہی اور ضرورت اس کی محتاجی ہو، اس کی معقوبیت و ضرورت
(Justification) دینے کی واضح ہے جسے عسکری قوت رکھنے کی ضرورت۔ دہشت آفرینی کا
خاصہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن قہراً سمجھ کر بھی اس کی کوشش نہ کرے، البتہ "دہشت گردی" ایک بدنام
اصطلاح ہے جو قرآن فی اصطلاح "فساد فی الارض" کے بمعنی ہے، طغیان و فساد کا ہے جو نظام و
دور خوف و دہشت پھیل کر برپا ہوتا ہے اور وہ اس کی سبب ہو یا دہشت گردی ہے جس کا دور انہماقیہ و
فی الارض ہے، خواہ یہ کسی فرد یا جماعت کی طرف سے ہو یا کسی حکومت کی طرف سے، اسلام میں
نہ تو کوئی بھی شخص نہیں ہے۔

۲۔ خود میں اور اپنے باشندوں کے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں
کرتیں اور انصاف کی روح کو اپنی جان سے غلط و جور اور انصاف کی کامیابی میں دہشت گردی کا

ضمیمہ، کیونکہ اس سے متاثرین کے دلوں میں خوف و ہراس اور دہشت کے بجائے عام طوہ پر احساس مہر دئی دیا امید کی پیدا ہو گئی ہے البتہ جب کوئی حکومت اس طرح کے کام اس طرح اقدامی طوہ پر کرتی ہے کہ ان کی اپنی زندگی اور آئے والی نسلوں کو چاہا دونوں (افساد فی الارض و اہلاک الحرث و النسل) کی بقا خطرے میں پڑ جائے تو اس سے ان میں خوف و ہراس کا ماحول پیدا کر دے تو اس کو بھی طوہ پر حکومتی دہشت گردی (State Terrorism) کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ اترمی ٹرور یا طبقہ کے ساتھ انسانیت روا رکھی جاتی ہے تو اس پر امتحان اور دعوے سے انصار کا اس کو پورا حق ہے، لیکن اس امتحان و رد عمل کے منافی وہ عربین میں مثلاً ہاتھی سے رد و زے ٹھٹھٹانا، رائے عامہ کا سہارا لینا، میڈیا سے ذریعہ اس کو طشت و زبا کرنا، معروف طریقے مثلاً دھرمنا، اسٹراٹجک، بائیکاٹ، راستہ روکنا، کام چھوڑنا، میو رڈم دینا وغیرہ۔ یہ ایسے حربے ہیں جو آج کی دنیا میں اپنے خلاف ہونے والے بھیہ بھاد اور ظلم اور دلی کے ازالے کے لئے اپنائے جاتے ہیں، اور ان کے اپنانے کا جرم دہشت گردی ہے، باقی ان درمیانی راستوں کو چھوڑ کر ابتداء تشدد کے ذریعہ کی جانے تو اس کا نتیجہ لازماً خردہشت گردی ہی ہوگا۔ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اور حق و انصاف کا اس کو قائل رکھنے پر زور دیتا ہے، خواہ اس کے لئے آدمی کو جھٹکنا اور تعزیرات سے دوچار ہونا پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو ظفری اور ظلم و زیادتی سے کام لیں گے لیکن انہیں ہر دہشت گردی جب تک نہ ذوق نہ کریں (سیکولر گھم میں کہہ سکتے ہیں کہ جب تک نظام مہادوت کو قائم کرنے کی اجازت ہو)۔ البتہ جب سارے درمیانی راستے بے نتیجہ ہوں اور آدمی کو اپنے دین و ایمان اور خود اپنے وجود کو خطرہ لاحق ہو تو "تک آہ جنگ آمد" کے اصول پر نہ تشدد راستے اختیار کرنا

دہشت گردی نہیں بلکہ موت و زیست کی تلاش ہوگی۔

۴۔ اسلام نے ہر قائد و اعدائے جنگ کے موقع پر بھی ہزموں، پجوں، عورتوں و قتلِ نرے سے منع کیا ہے، جو کہ جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے، اور جنگ میں حصہ لینے کے باقی لوگوں کے ساتھ بھی حسنِ صورت سے منع نہیں کیا ہے، اُنہوں نے علیٰ طور پر جنگ میں حصہ نہیں لیا ہے: ”ثَابِتْهُمْ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يَفْتَلَوْكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يَخُوجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوهُمْ وَتَقْطَعُوا رِجْلَهُمْ“ (سورہ بقرہ ۱۹۱)۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی اخلاق کے خلاف یہ بات ہوگی کہ غلام کرنے والے نر و ع کے بن لوگوں سے بدلہ لیا جائے جو بے قصور ہوں اور خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں۔



فساد فی الارض اور اسلامی نظریہ

مولانا محمد بن غازی عثمانی، مدظلہ

۱۔ اسلام کسی مسئلہ کو اس کے محدود دائرہ خیر اور تکلیف دہ اثرات میں نہیں دیکھتا ہے۔ اس کا پورا نژاد مسموم اور جہنم گیر ہوتا ہے۔ ہمیں اس وقت تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں دہشت گردی کے مسئلے پر کوئی فوکس یا مرکوز روشنی نہیں پڑتی لیکن اس وقت تعجب دور ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کا فوکس دہشت گردی سے بھی زیادہ اہم اور وسیع تر دائرہ پر پڑتا ہے اور پھر جو طریقہ سے پڑتا ہے، اسلام کی نگہ میں روئے زمین کا اصل مسئلہ دہشت گردی نہیں بلکہ فساد فی الارض ہے۔ وہ فساد فی الارض کی ہر صورت کو اپنا لے رہا ہے۔ دہشت گردی بھی فساد فی الارض ہی کی ایک صورت ہے۔

چونکہ اسلام دہشت گردی کو انگ سے ایک مستغفل مسئلہ نہیں بناتا بلکہ اسے فساد فی الارض کے تناظر میں اور اسی کے دائرے میں دیکھتا ہے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ دوری نہیں ہے کہ اسلام ہی دہشت گردی کی تعریف کی جائے۔

اسلام کی اپنی جیسے بات یہ اور وہ سوچیں بھی تعبیرات ہیں، دہشت گردی کی تعبیر مغرب میں پیدا ہوئی اور پوری دنیا میں پھیلی گئی، دہشت گردی پر اتنا زور دیا کہ ہر ممکن اصل مسئلہ یعنی فساد فی الارض بھگتوں سے اوپر چل رہا تھا۔

بہر حال خود مغرب جو اس تعبیر کا خالق اور خزانہ اس مسئلہ کا خالق ہے دہشت گردی کی

تحریف پر مشتمل نہیں ہو کہ، بلکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ "سیسٹمٹک ویلنٹ" :

"The systematic use of terror or unpredictable violence against governments, publics or individuals to attain a political objective".

دہشت کا یا غیر متوقع تشدد کا منظم استعمال ہے، خواہ دو قسموں کے خلاف ہو، خواہ اس کے

خلاف ہو یا اس کے خلاف ہو، اس کی مقاصد کے معمول کی نظر ہے۔

مغرب کی طاقتور اقوام دہشت گردی کی جو تعریف دیا ہے، اس پر مبنی ہے اور محض ان

کے مفادات کی حفاظت کرتے ہیں۔ چنانچہ :

ہم اپنے حقوق (مضبوط حقوق) کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں اور یہ تعریف

دہشت گردی قرار دیتی ہے۔

اگر اپنی سب شدت، آزادی کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں، تو یہ بھی دہشت گردی قرار پاتے

ہیں۔

ان غلط فہمیوں کے خلاف اس لئے وہ اصول بھی دہشت گردی قرار دیتا ہے۔

بلکہ :

دہشت گردی انہوں کا تصور نہیں ہو کہ وہ اس کے ساتھ دہشت گردی نہیں ہے۔

بہت کمزوروں کا اپنے ملک کے بعض طبقات پر حکم کرنا اور انہیں جہاں کہیں گمراہ دہشت

گردی نہیں ہے۔

نہیں :

اسلام کی رو سے ہونے والی سرگرمیوں میں ایسا کوئی اور شخص سے قدرتی اور مافطرتی

دونوں چیزیں ملنا کوئی اور شخص میں شامل ہیں۔

واضح رہے کہ ادہاب اور دہشت گردی ہم معنی الفاظ نہیں ہیں، اس کے لئے ادہاب کے کتب شریعت میں استعمالات کا نتیجہ کرنا چاہئے، راقم السطور کا اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ موجود ہے۔

۲- مکتوبات کے اس رویہ کو گردہشت گردی سے تعبیر نہ کریں تو بھی اس کے ظلم اور افساد فی الارض ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، "ان الملوک اذا دخلوا قریۃ ففسدوها وجعلوا اعزۃ اهلها اذلة" (تحریر ۱۳)۔

۳- اگر یہ نا انصافی دینی اور دیرپا اثرات کی حامل نہ ہو اور اس کے نقصانات محدود اور قابلِ صفائی ہوں تو اس پر احتجاج اور رد عمل جائز ہے، لیکن اگر یہ رویہ دیرپا اثرات کا حامل ہو اور اس کے نتیجہ میں پورے ملے کو دور آنے والی نسلوں کو ناقابلِ عافی نقصانات سے دوچار ہونا پڑے تو پھر احتجاج اور رد عمل بلکہ بھڑاؤ اور دہشت کی لہر جس حد امیر اور طویل المدت منصوبہ بندی واجب ہو جائے گی۔

ہذا مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں ہے، بلکہ یہ ایک انسانی حق اور مثبت رویہ ہے، اگر ایسا نہ ہو اور ظالم کے دل سے رد عمل کا اندیشہ نکل جائے تو پوری دنیا ظلم کی آماجگاہ بن جائے، "ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض" (بقرہ ۲۵۱) میں اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ "فمن اعتدى علیکم فاعتدوا علیہ بمنل ما اعتدی عابکم" (بقرہ ۱۹۳) اور "ان قاتلوکم فاقتلوہم کذلک جزاء الکافرین" (بقرہ ۱۹۱) اس اسی رد عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

"فلا عدوا الا علی الظالمین" (بقرہ ۱۹۳) بالکل واضح اور انتہائی لہجہ قرآنی اصول ہے۔

۴۔ بے قصور لوگوں سے اصولی طور سے بدل لینا جائز نہیں ہے، قرآنی اصولی ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" (الأنعام: ۱۶۵)، لیکن غور طلب امر یہ بھی ہے کہ ظلم ہوتے ہوئے اور ظلم کو دیکھتے ہوئے جو لوگ فحاشی قاتل بنے، جن کی وہ حقیقت میں بے قصور نہ تھیں، انہیں بطور خاص جمہوری ممالک میں اثر یہ ہے کہ قصور کو ظالم طاقتوں کو اپنے اوٹ دے کر بار بار حکومت کرنے اور حکومت کے وسائل کو ظلم و زیادتی کے لئے استعمال کرنے کا موقع دیں۔

اسی سے متعلق ایک نکتہ یہ بھی غور طلب ہے کہ فلسطین کی مہارک سرزمین شرفاً ذکر کیے والے تمام یہودی من حیث القوم مجرم اور ظالم نیز غاصب ہیں یا ان کے اہل صل و عقد پر خیال ہے کہ چری کو ۱۳۰۰ جرم میں براہِ حق شریک ہے۔

۵۔ اسلام کا مادی اور روحانی نظام ہے، نیز اسلام نے ہمہ جہت اور ہر طبقے کے حقوق و فرائض اور حدود متعین کر دیے ہیں۔ حقوق و فرائض پر مبنی سب پر انظام ہے، وہ اثر قبول کر لیا جائے تو یقین و یقین گزری اور اس سے آگے بڑھ کر انسانی دنیا کا مکمل سد باب ہو سکتا ہے۔

۶۔ جان و مال اور عزت پر حملے کا دفاع اگر معمولی نقصان کے ساتھ ہو سکے تو یہ دفاع مستحب ہوگا، اور اگر غیر معمولی نقصان کا اور مفسدہ کبیر کا اندیشہ ہو تو بھی دفاع جائز اور مہیات ہے۔



اسلام اور نظریہ تشدد

مولانا ابوالکلام آزاد (محدثہ فکر)

تمہیدی باتیں:

اس وقت عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ گردنی سے جوڑ دیا گیا ہے تو یہ صورتحال تاریخ انسانی کی کوئی نئی چیز نہیں ہے، مجدد و مراکب میں تو مفرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو یہی اذرا میری نعم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَقَالَ الْعَلَاءُ مَن قَوْمُ هَارُونَ أَتَقْرَأُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لَيُكْسِنُوا لِي الْأَرْضَ وَيَدْرُكُوا أَبْنَاءَ هَامَ وَنَتَحَيَّىٰ نِسَاءَهُمْ" (اعراف: ۱۲)۔

قرآن کریم میں اس کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا گیا ہے، اسی طرح مجدد نبوی میں مہفقین اپنے آپ کو صلح اور مسلمانوں کو فساد کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: "إِنَّمَا إِلَهُ الْكَافِرِينَ هُمْ الْعَافُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ" (سورہ مدثر: ۳۵)۔

اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو عالمی صورتحال ہے اس کے دو اسباب ہیں:

اول: مذہب اسلام، تاریخ اسلام اور تعلیم جہاں کے بارے میں غیر مبسوسوں کو غلط فہمیاں ہیں جن کے ازلہ کی ضرورت ہے۔

دوم: عصر حاضر میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے چورن دنیا کو خوف و ہراس ہے۔

نہ لئے کہ اس وقت اسلام فلکی صورت پر ظاہر تھا اور امریکہ وغیرہ میں لوگ بڑی تیزی سے مسلمان ہو رہے تھے۔ لہذا موجودہ صورت حال سے تعبیر کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کا حادثہ کے بعد اخبارات میں امریکیوں اور ان کی پالیسیوں پر دہشت گردی کا استعمال بہت ہوا ہے، چوری دنیا میں دہشت گردی کے مفہوم و معنی کی تعین و تحقیق کی کوشش کی گئی لیکن مغربی دنیا نے اب تک اس کی صحیح و جامع تعریف نہیں کر سکی ہے، مؤثر میں اسلامی نقطہ نظر سے اس کی تحقیق کی جا رہی ہے اور اس کے مفہوم و معنی پر روشنی ڈال جا رہی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں قتال اور دہشت گردی کے لئے عقلمندانہ، طغیان، دغا و فریب، الارض سے الحاق و استعمال کے لئے ہیں، جنہوں نے حدودِ الہی سے تجاوز کیا۔ اللہ و رسول سے سرکشی کی اور اللہ کے بندوں پر ظلم و تعدی کے ذریعہ زمین میں فساد برپا کیا ہے وہ افراد ہوں یا اقوام، وہ سب اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گرد ہیں۔ اس سلسلہ کی آیات و احادیث سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔

جہادی آخر ۱۴۲۳ھ کے آخری عشرہ میں جنوبی افریقہ کی راجدھانی جوہانسبرگ میں ایک عالمی کانفرنس میں مہجوں پر ہوئی، جس میں مختلف ملکوں کی تنظیموں نے شرکت کی، اس کانفرنس میں رابطہ عالم اسلامی کے وفد نے دہشت گردی کی ایک جامع تعریف پیش کی جسے مختلف تنظیموں نے پسند کیا، اختتامِ عالم اسلامی کے حوالہ سے دو تعریف درج ذیل ہے:

"الارهاب هو العدوان الذي يمارسه أفراد أو جماعات أو دول، بغياً على الإنسان، دينه، دمه و عقله و ماله و عرضه، ويشمل صنف التخويف والادى والتهديد والقتل مغير حق و ما ينصل صور الحربية واختلاف السبل وقطع الطريق و كل فعل من أفعال العنف أو التهديد، يقع تنعيذاً لمشروع

إحرامى، فردى أو جماعى، وبهدف إلى لقاء الرعب بـ الناس، أو ترديعهم
بأبدانهم أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أنفسهم أو أحوالهم للخطر ومن
صوف إلحاق الضرر بالبنة أو بأحد المراقق والأملاك العامة أو الخاصة، أو
تعريض أحد الموارد الوطنية أو الطبيعة للخطر، فكل هدام صور الفساد في
الأرض التى نهى الله سبحانه وتعالى المسلمين عنها "ولما نزع الفساد في
الأرض إن الله لا يحب المفسدين" (التقصص: ٢٥) "وإن أظلم ما
١٩٢٢ (ج ١٣٢٢) -

(دہشت نردی و وحد سے بڑھا ہوا علم ہے جس کا ارتکاب افراد گروہ یا حکومتیں کسی انسان، اس کے دین، اس کے خون، اس کی عقل، اور اس کے مال اور اس کی عزت پر زیادتی کے طور پر کرتی ہیں، اس میں خوف زدہ کرنے، تکلیف پہنچانے، جسمی، دینی، مادی حق نقص کرنے، خونریزی کی مختلف صورتیں، راستے و پر خطہ بننے اور ڈاک زنی کی تمام اقسام داخل ہیں، نیز اس میں تشدد یا جسمی کی ہر وہ کارروائی شامل ہے جو کسی فرد یا گروہ کے مجرمانہ منصوبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے کی جائے اور جس کا مقصد لوگوں میں رعب پیدا کرنا یا ان کو تکلیف پہنچا کر خوف زدہ کرنا یا ان کی زندگی، ان کی آزادی، ان کی سلامتی اور ان کے حالات و خطہ و سے دوچار کرنا ہو، اس کی اقسام میں ماحولیات کو بگاڑنا، انفقاع فی چیزیں یا عمومی یا پرائیویٹ اذیت و تہاؤ کرنا یا مکی اور قدرتی ذرائع پیداوار و خطہ و سے دوچار کرنا شامل ہے۔ یہ تمام کارروائیاں فساد فی الارض کی مختلف صورتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے "اور زمین میں فساد نہ مچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فساد پسند نہیں فرماتا۔"۔)

دہشت گردوں کی مذکورہ تعریف سے ملتی جلتی تعریف جناب شفیق الرحمن صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

”اگرچہ دہشت گردی کی کوئی متعین تعریف ابھی تک نہیں کی جا چکی ہے، اس کے جرم معنی و مفہوم بتائے جاتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی فرد، گروہ، ادارہ، تنظیم، قوم یا ملک کے اس عمل کو دہشت گردی کہا جائے گا جس کا مقصد نام لوگوں کو باعصوم اور مخالف طاقت و قوت کو یا مخصوص خوف و دہشت میں مبتلا کر کے اپنا مقصد و مطلب حاصل کرنا ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ مقصد و مطلب جائز ہے کہ ناجائز۔ خوف و دہشت پھیلانے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں جس میں آلات حرب کا استعمال بھی شامل ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں بددلی اٹھائی جائے۔ کہیں محض آنکھ دکھا کر اور کہیں گھڑکی سے بھی یہ کام نکالا جاسکتا ہے۔ گردنوں، صورتوں میں یہ کام خوف کی نفسیات پیدا کر کے ہی نکالا جاتا ہے۔ ”دخودار مقالہ: ”دہشت گردی کا خاتمہ بددلی“ لاہور، ”فصلی نیوز“ روزہ دہشت ۲۹ نومبر ۲۰۰۱ء۔

مختصر طور پر اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر وہ عمل جو دولت و ملک گیری کی ہوس اور غریبی جبر کے ساتھ کیا جائے جیسا کہ جنگ عظیم اول و ثانی میں اور دوسرے مواقع پر ہوا ہے، اسلام کا تصور جہاد اس سے بالکل دور ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جناب محمد سبیل صاحب کا مقالہ ”دہشت گردی یا امن عالم کی ضمانت“ سہ ماہی دعوتِ خصوصی نمبر ۱)۔

۲- حکومتوں کے غیر متصفانہ رویہ اور ظالمانہ روش کے خلاف اگر کوئی قوم غمی اقدام کرے تو اسے دہشت گردی نہیں کہا جائے گا، اس لئے کہ اس اقدام کو حقیقی نہیں کہا جائے گا، موجودہ سیکولر اور جمہوری دور میں تو بہر حال وہ اقدام درست ہوگا۔

۳- کسی نا انسانی پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے، لہذا کسی مظلوم کا ظلم سے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔

۴۔ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس طبقہ سے چوترا اور شریک ہوں اور دوسرے افراد جو اگرچہ بے قصور ہیں مگر وہ اس ظلم و زیادتی سے انصافی ہوں چاہے وہ ظلم کرنے والوں کی مدد کرتے ہوں تو ان بے قصور افراد سے جبراً سے یہاں تک کہ وہ فاقی اقلیت سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ مہذبہوی میں اس کی مثال سکن مدیہ کے بعد ان صحابہ کرام ۱۰ رویت ہو ساطع بحر پر رجبے ہوئے گذرنے والے کفار سے بدلہ لیتے تھے وہ ہر زبونی سے جس کی معرفت ثابت نہیں۔

۵۔ یقیناً تشدد اور اذیت نرہنی کے جو بنیادی اسباب ہوتے ہیں ان اسباب کے تدارک کے لئے مذہب اسلام نے بڑی مفصل ہدایت دی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

الف۔ انسان کی اخوت کی بنیاد پر محبت و رحمت کا وجدان شعور کر دینی ہے۔

ب۔ زندگی گزارنے کے اخلاقی واجبی قواعد کا احاطہ کرنا چاہئے۔

ج۔ ایسا نظام حکومت جس میں تمام لوگوں کو قانونی حد، امن و سلامتی، اور اقتصادی زندگی کی ضمانتیں حاصل ہوں۔ اس۔ حد میں تفریق کے لئے مداخلت نہ ہو سیر قہیب کی قیاد امن و سلامت کا جواب ناموثر کے کا امن کا امن اور امن کا امن ہے۔

۶۔ امن و سلامتی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام افراد کو اس کا حق و واجب ہے اور اس میں امت مسلمہ کے حقوق سے نفرت کی بنیاد نہیں مدد میں۔

الف۔ اس وقت دفاع یہ ہے کہ جب کسی بے امنی کا اندیشہ ہو۔

ب۔ دفاع میں ظلم و زیادتی شامل نہ ہو۔

ج۔ جان و حق کے لئے دفاع کیا جائے۔



انصورتا مین اور اسلام

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

۳۔ سفید اور سوڑا احتجاج جو ظلم کا رخ موڑ دے اور احتجاجیوں کو ان کے یقین بھی بدلتا ایسا
 احتجاج کرنا واجب ہے۔ کیونکہ بقدر استطاعت ظلم کو دور کرنا اور بالآخر اسے چھوڑنا واجب ہے۔
 "وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ لَهُمْ" اور "وَلَا تَقْنُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْهَلَكَةِ" (بقرہ ۱۷۵)
 میں کی وضاحتیں ہیں۔

اور اگر محض سیاسی مقصد کا فرق ہو جس سے ظلم دور ہونے کا کوئی امکان نہ ہو تو احتجاج
 واجب نہیں ہوگا۔

۴۔ بے قصوروں سے بدل لینا جائز نہیں۔ "وَلَا تَقْنُوا" نفس الیہ حرم اللہ بال
 بالحق الاثمہ" (آلہ ۱۱۱)۔ ہر نفس محترم ہے لہذا ناحق نفس کرنا جائز نہیں۔

مفتی عبدالرحیم لاہوری تحریر فرماتے ہیں: شرکاء فی القتال ہو یا مسلمین کو قتل کر چکا ہو یا
 اس سے خطرہ ہو یا قاتلین کی مدد کرتا ہو تو اسے مارا جاسکتا ہے، اور اگر بے قصور ہو تو مارنا جائز
 نہیں (فتویٰ نمبر ۱۷۱۷)۔

۵۔ قرآن کریم نے بیرونی غاصبوں و رفسد و دُجڑ سے متانے اور قسم کرنے کی دعوت دی
 ہے۔ منافقت مستقر برم ہے: "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الْمَدَارِكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"
 (نساء ۱۳۵)۔ مجموعت حرام ہے: "أَوْ كَذَبَ بِالْحَقِّ إِذَا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَنُورٌ
 لِلْكَافِرِينَ" (نساء ۹۰)۔ (لو کہ وہ اپنی اجازت نہیں ہے: "يَحْنَقُونَ وَاللَّيْلِ يَسْخَرُونَ
 وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ" (بقرہ ۹۰)۔ بے باطل مکتوب ہے: "إِذَا رَسَدَ
 الْأَمْرُ إِلَىٰ عِيرِ أَهْلِهِ فَلَنْتَقِرَ الْمَسَاعِدَ"۔ حقوق کا غصب کرتے کسی مرتد اور سے نہیں ہے: "مَنْ
 انْتَهَبَ نَهْبَةً فَلَيْسَ مِنْهُ" (سُورۃ ۲۵۵)۔

مدلل و انصاف پر قائم رہنے کا خطرہ تا ضروری ہے کہ اپنے خاندان میں اور باپ کا بھی

اس باب میں لحاظ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ "اعدلوا ولو کان ذا قربی"۔ جب تک خالق خالق
 خاص و بطن کا فرق نہیں مگر محبت کی نحوست نہیں باقی، محبت کی ہزاروں بندہ ہوتا ہے اس
 خصوصیات سے سبکدوش نہیں ہوتے اتفاق کا تعلق نہیں کیا جاتا، عدل و انصاف تو نہیں ہوتا اس
 وقت تک دنیا سے اہستہ ترقی نہیں ہو سکتی۔ اس سوال اور جواب کے یہ درجہ دیتا ہے۔
 خالق سب سے بڑا جرم ہے اور منافقوں کی حالت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنی جہان ساز میں
 معصوم نہ ماریں نہ پیش کرتے ہیں، اہستہ ترقی اور فساد و فتنہ کے موانع سے
 عام کرتے ہیں۔ قرآن مطلق ہے:

"وإذا قيل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا
 انهم هم المفسدون ولكن لا یسعرون" (۲۰۰)

پیغمبر یا رسول اللہ! یہ مطلق پرورش دہندہ موت کرنے سے پہلے پہلے کہہ دیتی
 اتفاق اور اتفاق العباد و مہجور سے سبکدوش ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے یہ پیش کش فرمائی
 کہ اگر میں مطلق بخیریت سے دو، میں نے تم کو بھلا دیا ہے۔

یہ لفظی حقائق اور جان کے انصاف اور امن و امان کے ماحول اور حالت
 چمکانے کے لیے اور ان کے حق میں چاہتے اور سب سے پہلے دیا ہے۔ ان کے لیے
 خود پرورش کر رہا ہے تاکہ خالق تمام و باطن کے فرق کرنے والوں میں شمار نہ ہوں، اپنے حق
 میں بھلا ہے، ان کے لیے چاہتے ہیں، اپنے بارگاہ میں جاننے کے واسطے سے وہی نہیں،
 اتفاق انسانی صلاح کرنے کے جرم و گناہ کے لیے۔

اس سے بعد وہ اہستہ ترقی کے واسطے کا کارخانہ معلوم ہوتا ہے جس کی طرف
 مطلق نہیں ہے کہ یہ حقیقت اس مطلق ہے۔

۶۔ مدافعت کا حق ہر انسان میں فطرتاً و دلیعت ہے، جب تک یہ قوت موجود ہے انسان صحت مند ہے، اور اگر یہ قوت ختم ہو جائے تو انسان ایگز کا مریض ہو جاتا ہے، لفاظ و دیگر ناقابل علاج مریض ہو جاتا ہے، اور انسان تو اشرف المخلوقات ہے یہ حق تو جانوروں اور حیوانوں تک کو دیا گیا ہے۔

مدافعت کا حق خود اللہ پاک نے فراہم فرمایا اور وہ قدرتی طور پر جاری ہے، اگر کوئی حملہ زیادہ طاقتور ہے تو اس کا مقابلہ اس طرح کی قوت سے کرنا واجب اور فطری عمل ہے، ورنہ علاج سے لے کر بلائت خیر حلوں سے بچانے کے احکامات اسی لئے دیئے گئے ہیں، کہیں ارشاد ہے: "وَلَا تَلْفُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْتِهْلُكَةِ" یعنی ورنہ خود کو ہلاکت میں مبتلا نہ ڈالو۔ کسی قاتلانہ حملہ کا مقابلہ نہ کرنا قوت و طاقت ہونے کے باوجود خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔



اسلام اور دہشت گردی کی حقیقت

مفت محمد عارف قادری

نور محمدیہ فاؤنڈیشن

جس دہشت گردی کی مختلف طرحیں مختلف دُشمنوں اور غیصوں نے کی ہیں، جیسے اسلامی نقطہ نظر سے اس کی تعریف اور حقیقت درج ہے:

۱۔ ہر وہ عمل جو ظلم پر مبنی ہو اور مجرم کو موت کا ہو۔ جس کے نتیجہ میں انسان اور پرانی چیز ہوئی ہو، دہشت گردی ہے، خواہ یہ عمل فرد کی جانب سے ہو یا جماعت یا حکومت کی جانب سے۔ اس طرح کے عمل کو قرآن نے ”قتل“، ”لُغَا“ اور ”کُفْر“ کے معنی میں تعبیر کیا ہے۔ قرآن نے شریعت میں عرب کے اس طرح کے دہشت گردانہ عمل کو حرام قرار دیا ہے: ”الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ“ (پہلو: ۲۵، سورہ: ۲)۔

نتیجہ:

قرآن میں لفظ ”قتل“ مذکور ہے، مگر اس کے ساتھ انسان کی نسبت سے منع نہیں ملتا۔ معنی میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ ”خودکشی پر غم نہ من، جس کے جو رشتہ دار کسی سبب سے مرے، انہیں ملکہ بدرجہہ اور انہیں نہیں ملتا۔“ (پہلو: ۲۵، سورہ: ۲)۔

دوسری جگہ ہے: ”واخراج اہلہ منہ اکبر عند الفتنۃ اکبر من الفضل“ (بخاری: ۴۱۷۰)۔

۲۔ کسی کے حق کو زیرِ مٹی دہان اور قبولِ حق سے لوگوں کو روکنا۔ ارشادِ خداوندی ہے: ”فما أمر لعوسیٰ ان الذیۃ من قومہ علی خوف من ہرعون و ملاہم ان ینہیم“ (پیش: ۸۲)۔

۳۔ لوگوں کو کراہۃ و رقی کے خلاف فریب دینا کہ نہ۔ ارشادِ باری ہے: ”ون کادوا لیعتونک عن الذی اوحنا بالک لتفتری علیا غیرہ“ (الی ابراہیل: ۴۳)۔

”واحدہم ان یمتوک عن بعض ما انزل اللہ الیک“ (زمرہ: ۶۰)۔
۴۔ روبرو کے حقوق پر قبضہ کرنے کے لئے جنگ نہ اور نہ ہمارے خلاف کے لئے قتل و خونریزی نہ۔ سورۃ الزلزال میں ہے: ”اولو دحت عنہم من افعارہا ثم سئلوا الفتۃ لآتواہا وما تلہوا بها بل سیرا“ (زلزالہ: ۱۰)۔ سورۃ نساء میں ہے: ”کلما ردوا الی الفتۃ او کسوا فیہا“ (نساء: ۹۰)۔

۵۔ حق کے پرستاروں پر باطل پرستوں کا غلبہ اور ظلم و زیادتی کرنا۔ سورۃ النحل میں ہے: ”انما تعملوہ تکن فتۃ فی الاوحی وفساد کبیر“ (النحل: ۴۳)۔

نمود:

یہ طرزِ قرآن میں لفظ ”فساد“ ہر میں نفس کے معنی میں استعمال ہو ہے جو عدل و صلح کے خلاف ہو۔ مذہب و اجتماعی، اخلاقی اور مذہبی متمدن و سیاست کے بگاڑ کے لئے یہ لفظ استعمال ہو ہے۔ ”الذین دھعوا فی الہلالہ لاکثرو فیہا الفساد“ (انعام: ۲۰)۔

{ 218 }

حکمی قانون اور ضابطے کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جو نقصان زد نہ ہوں، مظلوم اور ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو یہ ہرگز دہشت گردی نہیں کہلائے گی۔

۴۔ بدلہ صرف ظالموں سے لیا جاسکتا ہے، جو بے قصور ہوں ان سے بدلہ لینا درست نہ ہوگا۔ مسلمان عموماً میں غیر مسلم اقصیت کو جان والی عزت و آبرو کے تحفظ اور دُشمنی حقوق کے خلاف و مذہبی آزادی اسی حد تک حاصل ہوئی جس سے شعائر اسلامی متاثر نہ ہوں۔

۵۔ دہشت گردی جن اسباب و محرکات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ان اسباب و محرکات کو روکنے کی کوششوں کی ہدایات اسلام نے دیئے ہیں، ظالم و مظلوم دونوں کی ہدائی و ہدایت والی روایت ان دونوں کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔

۶۔ جان و عزت و آزادی حفاظت واجب ہے اور مال کی ممانعت بقدر طاقت و وسعت جائز ہے، اگر مال کے دفاع میں مزید بڑے مفاد کا فطرہ ہو تو بڑے مفاد سے بچنا ضروری ہے۔ ممانعت کے حدود بقدر طاقت و وسعت ہیں۔



اسلام اور تشدد

مفتی محمد امجد علی
چاندنی، لاہور، پاکستان

- ۱۔ دہشت کے معنی خوف، جبر اور پریشانی کے ہیں (اوقات شوریٰ، ۱۹۹۱ء)۔
- مشہور عرب مفکر محمد ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ آج دنیا کو جن مسائل کا سامنا ہے خواہ وہ اقتصادی، سیاسی، سماجی، مذہبی یا جنگی، ان کا سبب غلبہ واقعہ امر کی وہ خواہش ہے جس کے تحت انسان آپس دوسرے کا گھونٹ دینے کے لئے تیار ہے، نیز یہ خواہش کہ زمین کے سرورے مسائل تنہا ایک طبقہ یا ایک فرقہ کو حل یا ختم اور تمام قوموں کی محنت و مشقت کا ثمرہ ایک یا چند حکومت کے ہاتھ میں سمٹ آئے، آج انسانی عقل کا رٹا بھٹکا ہتھیاروں کی طرف مڑ چکا ہے اور انسان کا کام نہیں یہ رہ گیا ہے کہ وہ زمین اور اہل زمین کی جانست کا سامنا کرے۔
- زمین کو صرف ایک چیز آباد کر سکتی ہے اور وہ انسان، ضمیر ہے، انسانی عقیدہ، اس وقت بیدار ہوتا ہے جب انسان کو حق پر آدہ ہو، علاقہ کی اور اسلامی مذہب کے موافق ہو، دوسری طاقت نہیں سمجھ سکتی، اس کو وہی رد و دوری اور حقائق کا نام ہے جس کی آواز کی دنیا کو شدید ضرورت ہے۔

قدیم زمانہ میں اہل عرب کہا کرتے تھے کہ فخر بڑی، دُخور بڑی، فقر بڑی ہے، زمین اسلام نے اس تصور کو اپنی برجستہ اور دائمی طاقت کا سبب قرار دے کر مسترد کر دیا، یہ اثر ہیں

جنہیں آج کا انسان لگا جا رہا ہے انہیں ایک طاقتور اور ہمہ گیر دین ہی کھنسی مکتا ہے، ایسا دین جس کے لئے والے صرف عبادت کا ہوس میں کچھ وقت نہ دے رہے ہوں کافی نہ سمجھتے ہوں بلکہ اس کا دائرہ انسان کی ایک ایک حرکت و عمل تک وسیع ہو، جو دین صرف خدا اور بندے کے درمیان تعلق کو قائم نہ کرتا ہو، بلکہ باہر انسانوں کے تعلقات کو استوار کرتا ہو، جو دین سپہ سالار جنگ سے یہ کہتا ہو کہ جو شخص برسرِ پیکار ہو اس کے غلہ و دسمی دوسرے کو قتل نہ کرے کسی آبادی کو دہراں نہ کرے، عورتوں، بچوں کو قتل نہ کرے، مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کرے، دشمنوں کو نہ کاٹے، کھیتوں کو نہ کرے، بخشنے یہ کہ فتنہ و فساد کی ہر صورت سے پرہیز کرنا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والے کو پختہ نہیں کرتا، اگر اہل بیت پر اس طریق کے دین کی تکمیل قائم ہو جائے تو مسائل حل ہو سکتے ہیں پھر اس دین کی یہ بھی خصوصیت ہونی چاہئے کہ پوری انسانیت کو ایک امت تصور کرے اور رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز روا نہ رکھے، بلکہ سارے انسانوں کو اللہ کی مخلوق سمجھے اور ہر ایک کو یکساں طور پر اس کا بندہ تصور کرے، اس لئے کہ سارے انسان بہ علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور سب کے خلیعے ہیں ایک ہی مٹی میں شامل ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ کسی دین کا دائرہ اس ذات پر ہو جو ساری کائنات کی پیدا کرنے والی ہے اور تمام مخلوقات جس کا کعبہ ہے، بلاشبہ وہ دین اسلام ہے جو اپنے اللہ پر تمام اہل صاف رکھتا ہے، ہم پر یہ عقیدہ اس مقدس کلام نے کھولا ہے جو اشرف المخلوقات یعنی خدا کی محبوب ترین ہستی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا اور تمام انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن پاک کی سورہ مائدہ میں ایک مقام پر اسلام کو سہل اسلام کہا گیا ہے، یعنی اسن و سلامتی کا راستہ، یہی طرح دوسرے مقام پر سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: ”لَا يَكْرَاهِي الْإِسْلَامُ“ (دین میں کوئی نہ ہرجس نہیں)۔ قرآن نے یہ اعلان کر کے صاف طور پر بتا دیا کہ مذہبی جارحیت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، واقعہ یہ ہے کہ سلام اکن و سلامتی کو نہایت گئی تلاش و بہبود کے لئے

نبیہ کی ضرورت قرار دیتا ہے اور اس کی ہر ٹوہر گز اہم نرست نہیں دیتا کہ یک انسان دوسرے انسان کی جان و مال پر حملہ کرے، اسی کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے کہ جس نے کسی جان کو بھی قتل کر دیا اور ایسا تو کسی جان کا بدلہ لینے کے لئے کیا اور نہ زمین پر پھینچے ہوئے انسان سے منہ سے کے لئے کیا تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا، ور جس نے ایک جان کو بچا تو گویا سارے انسانوں کو زندہ بچا لیا۔ قرآن کے اس واضح بیان کے بعد بھی کیا اس امر کی شہادت کی حریہ کوئی ضرورت باقی رہتی ہے کہ اسلام بدبشت کا نہیں امن و سلامتی کا مذہب ہے (دعوت لبرس ص ۷۳)۔

اسلام اور تشدد دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جہاں سلام ہو گا تشدد وہاں گھڑا ہوئی نہیں سکتا، اسلام تشدد کے مقابلہ کے لئے سب سے طاقتور تھیلا ہے۔

دراصل اسلام نبیہ کی طور پر امن و سلامتی کی دعوت دیتا ہے، جنگ پر صلح کو فوقیت دیتا ہے، چتہ نیچہ قرآن پاک کی سورۃ انفال میں تعمید فرمائی ہے، اور دیکھو اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہئے کہ تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ، اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو جو سب کی مکتبہ ہے اور سب سمجھ جانتا ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بدر کی فیصلہ کن جنگ نے مسلمانوں کی فتح مندی کو ظاہر کر دیا تھا اور تمام جزیرہ عرب ان کی طاقت سے متاثر ہونے لگا تھا، تاہم حکم ہوا کہ جب کبھی دشمن صلح و امن کی طرف مائل ہوں تو چاہئے کہ تم بھی بلا تامل آمادہ ہو جاؤ، اور اس کی نیت میں شور ہو گا تو اس کی پرواہ نہ کرو، اس کی وجہ سے صلح و امن کے قیام میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ کرنی چاہئے، اسلام کو صلح و امنی عزیز ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں دشمن منافقت سے کام لے کر امن کی پیش کش کر رہا ہے اور موقع ملنے ہی اور مساعدا سے پھر جائے گا، اسلام صلح و امن کا علم دیتا ہے۔ لیکن آج باطل ادیان کے پیروکار کھانی نہ سب کو باطل قرار دیتے ہیں، جو خود بدبشت گرد ہے وہ دوسروں کو بدبشت گرد قرار دیتا ہے جو خود ظالم ہے وہ دوسروں کو ظالم کہتا ہے۔

۲۔ جو حکومتیں اپنی رعایا کے بعض طبقہ سے ساتھ یہ کسی معاشرتی حق تلفیوں کا برتاؤ کرتی ہیں وہ ظالم ہیں ان کے ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویہ پر سرکاری وجہت ٹھونکی کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ اگر کسی مکر وہ یا طبقہ کے ساتھ انصافی رد رکھی جاتی ہے تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے۔ عدم تشدد کے ساتھ سولہ فرمائی کی مظلوم نہ جنگ تصفیہ کر سکتے ہیں، اور سر احتجاج کرنے والے اس سے لئے تیار ہیں کہ انصاف ملے، بے شکیں، بر چھیاں، چھرے اور گولیاں اپنے سینوں پر لیس یقیناً ان کو اپنے حق کے مطالبہ کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کا فعل فی حد ذاتہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنا حق طلب کرتے ہیں اس کے جواب میں اگر حکومت انھیں بر سائے، یا بے شکیں مگوئے، یا چھرے اور گولیاں مارے تو یہ بربریت اور ظلم حکومت کا فعل ہے، اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے نہ کہ ان مظلوموں پر جو اپنا حق دیتے ہیں۔ یہ بات کہ یہ جانتے ہوئے کہ حکومت بسا اوقات اپنی بربریت کے مظاہرہ کے لئے نا انصیاں چلاتی ہے، گولیاں برساتی ہے، کسی کو ایسے خطرے میں پڑا جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطالبہ حقوق ہمیشہ فطرت سے نہ ہوتا ہے، بغیر فحش کے تو کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا، احتجاج کرنے والوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کا نتیجہ حکومت کی جانب سے تشدد ہو، اور اگر حکومت باوجود تشدد پر اتر آئے تو اس کی ذمہ داری حکومت کی ہوگی۔ مثلاً یہ قصہ دو کروندہ (۳۳) کی خلاف ورزی کریں اور پانچ سواشٹن ایسے مہیا کئے جائیں جو مرغی ہو کر جل کر لیں اور حکام سے اس قسم کے منتشر ہو جائیں متعجب نہ ہوں، اگر کوئی اور حرکت نہیں کی، تو اس صورت میں حکومت کا فرض یہ ہے کہ ان سب کو آدمیت سے ساتھ گرفتار کرے۔ مگر بسا اوقات حکومت آئین اور انسانیت کے ساتھ ان کو گرفتار کرنے سے ہٹانے

بھی تو انہیوں سے پڑا کر منتشر کرتی ہے اور بھی گولیاں چبوا کر بے حریت اور بد پرست کا انتخابی مظاہرہ کرتی ہے۔

اس ظالمانہ کارروائی کی وجہ سے مظلوموں کا وہ فعل ناجائز نہ ہونے کا جو مثل انصاف و رذیل کے خلاف نہ تھا، اور جو کُل اس پر حریت اور بحیثیت کا شکار ہو کر شہید ہوں گے وہ یقیناً مظلومیت کی وجہ سے شہادت کا درجہ پانچیں گے، ان کو خود غشی کا مرتاب کہنا سخت جہالت اور ناواقفیت احکام شریعہ کی الجھل ہے (کنہت حق، ص ۲۸۶، ۲۸۷)۔

۴۔ اگر ایک جہد کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو اور ظلم کرنے والے کچھ افراد ہوں تو ظالم کردہ کے دوسرے بے قصور لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں۔

۵۔ کسی گروہ کے اندر اقتدار اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرنے کی حرص اور تنہا و حقیقت و محروم رکھنے کا جذبہ بدہشت مروی کے بنیادی اسباب و محرکات میں سے ہے۔ اس قسم کے اسباب کا دورہ کرے حکومت کی ذمہ داری ہے، محاسب کو بھی اپنی اسطاعت کرنی پڑے۔

۶۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

”قتل رسول اللہ ﷺ من قتل دون دینہ فهو شہید، ومن قتل دون اہلہ فهو شہید، ومن قتل دون دینہ فهو شہید، ومن قتل دون دینہ فهو شہید“ (سنن ۱۵۳۰)۔

فتح ابادی میں ہے: ”قال النووي فيہ جواز قتل من قصد اخذ افعال بغير حق سواء كان العال قليلاً او كثيراً وهو قول الجمهور وشذ من اوجب (لا يلزم

نویسنے کیا: کا حق نہ لینے والے کو قتل کرنا جائز ہونے کی اس حدیث میں دلیل ہے خواہ مال نعم ہو یا زیادہ ہو، جس پر ابھی تو اس نے واجب سمجھنے والے شاذ و ذریعہ لے۔

اور ان کا قول شاذ ہے: "وَالْمَلِكُ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ أَوْ لِمَنْ جِئُوا بِدَفْعِ عَمَلٍ ذَكَرُوا إِذَا رُيَا ظِلْمًا" (اس علم کا تو اس یہ ہے کہ جان مان، عزت اور کوئی ممانعت اور خط لموں کو دفع کرنے کی آدمی کو جائز ہے)۔

اس بطلان نے کہا کہ ان ابواب پر امام بخاری نے یہ معترضان اس لئے قائل کرے کہ انسان وہ اپنے جان و مال پر مسلک کرنے والے کو دفع کرنے کا حق ہے، اس پر کوئی ممانعت نہیں، اس میں قتل کرنا یا گیا تو شہید ہے، اور حملہ آور کو قتل کر دینا تو ممانعت کرنے والے پر قصاص اور دیت نہیں۔

"قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ: إِنَّمَا أُدْخِلَ ابْتِغَارِي هَذِهِ التَّرْجُمَةَ فِي هَذِهِ الْأَبْوَابِ لِجَبِّهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ أَنْ يَدْفَعَ عَنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فَإِذَا كَانَ صَهْبًا إِذَا قُتِلَ فِي ذَلِكَ فَوَيْلٌ لِقَوْمِهِ وَنَدْبَةُ إِذَا كَانَ هُوَ الْقَاتِلُ" (فتح باری ص ۱۳۳)۔



امکن عالم اور اسلام

یادِ محمد مصطفیٰ (ص)

جلو در آید: ای فخرِ عالم: به جلالِ حق

۱۔ روایت محمودی کی قریف میں : اختلاف ہو ہے ”کلی نظر بمطافہ
المخاص“ کے تحت محنت ترمیمی کی ہے، ماضی میں دہائی اخیر میں ۲۹ مقامی آثار
۱۳۲۳ء میں یہ کاغذیں مل گئی تھیں اور میں نے ان کا نام لے لیا ہے جو قریف میں مل گئی تھیں
پورے اور اس کی ساری خطیوں نے یہ ہندیا تھا وہ قریف درج ذیل ہے :

”بأيديهم“ هم المبدعون الذي يداومونه أفراد أو جماعات أو دول، يعاين على الأساس دينه و دمه و عقله و ماله و عرضه. وينتج صوف التحويف والأذى والتهديد والقتل عبر حق و ما يتعمد بصورة الحزمه والحافة نسبي وقطع الطريق، وكل من من الفعل تعذب أو تهديد، تقع تعذيباً مشروح اجرامى، فردي أو جماعى، ويعتقد انى البقاء الرابع بين الناس، أو نور بعينه يزيدانهم أو نزعهم حياتهم أو حرمتهم أو أممهم أو أحد الله للخطر ومن صوره الخاف، نصرو مائيتهم أو باحد العرفى والأما لك الغدوم أو المرحه، أو نزعهم أحد الموردين أو الضعة للخطر. فكأن عند من صور العساد في الأرض نثنى يمين الله سبحانه و تعالى المممين عبد أو نافع عسادي

الارضیٰ ان الله لا يحب الفضلیں" (التقصی ۷۷) (محلہ ۲، ص ۶۱، ج ۱)۔
۶۹ (ج ۲، ص ۱۳۲)۔

(دہشت گردی وہ حد سے بڑھا ہوا ظلم ہے جس کا ارتکاب افراد، گروہ یا حکومتیں کسی انسان، اس کے دین، اس کے خون، اس کی عقل، وراثت کے مال اور اس کی عزت پر زیادتی کے طور پر کرتی ہیں، اس میں خوف زدہ کرنے، تکلیف پہنچانے، دھمکی دینے، ناحق قتل کرنے، خوریزی کی مختلف صورتیں، راستے کو پر خطر بنانے اور ذاکر زنی کی تمام اقسام داخل ہیں، نیز اس میں تشدد و دھمکی کی ہر وہ کارروائی شامل ہے جس کی فرو برد کردہ کے مجرمانہ منصوبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے کی جائے اور جس کا مقصد لوگوں میں رعب پیدا کرنا یا ان کو تکلیف پہنچا کر خوف زدہ کرنا یا ان کی زندگی، ان کی آزادی، ان کی سلامتی و رات کے حالات کو خطرہ سے دوچار کرنا ہو، اس کی اقسام میں ماحولیات کو بگاڑنا، انتشار کی چیزوں، عمومی پرائیویٹ الماک کو تباہ کرنا، یہ نکل اور قدرتی ذرائع پیداوار کو خطرہ سے دوچار کرنا شامل ہے۔ یہ تمام کارروائیاں فساد فی الارض کی مختلف صورتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے: "اور زمین میں فساد نہ چوک۔" بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔)

۳۔ حکومتوں کے غیر مستحلف اور ظالمانہ رویہ کے خلاف اگر کوئی قوم مٹتی، اقدام کرے تو اسے دہشت گردی نہیں کہیں گے، لیکن ظالم حاکم کے خلاف آواز اٹھانے اور بغاوت کرنے کے اصول اور ضوابط ہیں، اگر ملکی اقدام سے جانی و مالی ضرر لازم آتا ہے اور فتنے کی آگ بھڑک سکتی ہے تو ایسے حالات میں حاکم کے حق و ادا کرنا چاہئے اور اپنے حق کو وہ نہ سے ماننا چاہئے اور مہر شہا چاہئے، کیونکہ مسلمان کی جان کی قیمت بہت زیادہ ہے شریعت تو اس کی حفاظت کے لئے بعض حالات میں حرام کو بھی حلال کر دیتی ہے صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہی تعلیم دی گئی ہے۔

۳- کسی انسانی پر امتحان اور جملہ جمہوری حکومتوں میں جائز ہے، لہذا ہی مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بدعت ثنویٰ کے اندر نہیں آتا۔

۴- اگر آپ طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی دیکھیں اور اس میں اس طبقہ کے دورے اور شریک ہوں، اور پیچھے دوڑے، اگر اس میں شریک نہیں ہیں اور آپ تصور میں ٹرودا میں ظلم و زیادتی سے راہی ہیں تو ان کے تصور اور اسے اختیار لینا، نہ ہوگا، دلی علی غصہ ظلم سے اس کی بڑی اہمیت ہے، بعد ہوئی میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، اور پھر نے اسی طرح کی کارروائی کی تھی، اور کچھ سے بدلہ لیتے تھے، اور دربارہ مساوات سے مخالفت ثابت نہیں۔ اگر آپ غصے نے روک دیا ہو تو صحابہؓ فراماتے وقت اور فرما میرا رخصتے کہ فوراً پاؤا جاتے۔

۵- اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعتی اٹھنے اور بدعت ثنویٰ کے صنف کے پانے کے کچھ اسباب و محرکات ہوا کرتے ہیں، ان اسباب کے تذکرہ کے لئے اسلام نے مندرجہ ذیل ہدایت دی ہیں، جن پر قرآن اولیٰ ہی سے عمل ہونا ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنے گا:

- ۱- انسانی اخوت کی بنیاد پر محبت و رحمت کا وجہ ان دستور۔
- ۲- زندگی گزارنے کے اخلاقی و اجتماعی آداب کا لحاظ۔
- ۳- ایسی صالح حکومت جو سب کو انصاف دے، امن و امان قائم کرے، اور اس نظام حکومت میں لوگوں کو اقتصادی زندگی کی حاشائیں حاصل ہوں۔

۶- اگر کسی جماعت یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کرے تو اس کا دفاع واجب ہے، اگر دفاع میں کوئی مر جائے تو یہ شہید ہے، "من قتل دون عائلہ فهو شہید ومن قتل دون عرحہ فهو شہید ومن قتل دون عصبہ فهو شہید" (ترمذی، ۲۰۱۱)۔ اگر عالم ہمارا

جائے تو اس کا خون دینا لیا جائے گا، اس کے ورثہ وراثت یا قصاص کے حق دار نہ ہوں گے۔
لیکن دفعہ ثانی کے کچھ حصہ درج ہیں:

۱۔ لڑکتہ: فارغ کیا جائے جب تک کہ بڑے فتنے اور نقصان کا شکار نہ ہو۔

۲۔ اطفال: عیسائے غلط دین پر لیا جاتی تھیں۔

۳۔ جائز حق کے لئے دفعہ کیا جائے۔



اسلام میں امن کا تصور

۱۱۱۱ھ و ۱۱۱۲ھ

۱- ہمارے نزدیک دہشت گردی کی پھنکھڑ جامع تعریف وہ ہے جو اہل ملت حضرت مولانا:
مید محمد رفیع قسطنطنیہ نے سعودی روزنامہ ”اندوہ“ کو انٹرویو دیتے ہوئے کی ہے: ”والصا
یکون البارہام عد ما یقوم و جن بالشدہ و المظلم بدون حق لدھی اختیار الشدہ
و الماعتداء“ (الترجمہ: ۳-۴) اللہ تعالیٰ کسی حق و اختیار کے بغیر دوسروں پر ظلم نہ کرے اور
ماحول میں خوف و دہشت پیدا نہ کرے تاکہ کُل فوج و ملت پر امن رہے۔

۲- پچیس اوقات نہیں بلکہ اتوار احمد کی سرپرستی میں کوشش مسلسل پچاس سال سے
دہشت گردی انجام دے رہی ہیں اور مسلم ملکوں یا غیر مسلم ملکوں میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ جو ہر طرح
پر ظلم و ستم توڑے گئے ہیں وہ بلاشبہ سرکاری دہشت گردی ہے اور اسی پر دہشت گردی کا اطلاق صحیح
خطیق ہوتا ہے۔

۳- شہر بارہا دہشت گردی میں دہشت گردیت کا اختیار کرتے ہوئے ظالم کا ہاتھ بڑھاتا ہے جو مطلوبہ
دہشت گردی کی عدم موجودگی میں صبر کرتا۔ ہرگز نہیں دھرنے امدنی طریقہ نہیں
لیکن اس کے ساتھ مستقبل میں تہذیب و تمدن کے لئے دہشت گردیت کی فراہمی ضروری ہے۔ عام
حالات میں پہلی صورت واجب اور مخصوص ماحول میں دہشت گردی صورت جائز ہے مظلوم کا ظلم کے

خلاف ائمہ "من قتل دون نفسه دون ماله فهو شهيد" (ترمذی ص ۲۶) کے قلمرو میں آئے گا اور اس پر دہشت گردی کا اطلاق درست نہیں۔

۴۔ اگر ظالم طبقہ کی زیادتیوں پر اس کے تمام افراد اس کی اخلاقی و سیاسی حمایت کرتے ہوں یا محض خاموش ہی ہوں اور مظلوم کے تئیں ان سے کسی بھروسے کا اظہار نہ ہو تو انتقام کے وقت حتیٰ الامکان تو "فقاتلو! ائمة الکفر" پر عمل کیا جائے گا، لیکن جب یہ ممکن نہ ہو تو اس طبقہ کے کسی بھی فرد کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ حالت جنگ محض دو گروہوں کی تفریق کرتی ہے، اس میں دشمن کے ایک ایک فرد سے متعلق تحقیق و تفتیش نہیں کی جاتی، جو لوگ اپنی قوم کے ظالموں کو ظلم سے نہ روکتے ہوں وہ خود ظالم ہیں، انہیں کبھی بے قصور نہیں کہا جاسکتا، میرت رسول کے باب میں حضرت ابو جندل اور ابو بصیر کے گروہ میں یہی اصول عطا کرتے ہیں۔

۵۔ سوال قدرے الجھل ہے، غور کرنے پر بھی اس کا تاثر سمجھ میں نہیں آتا، اگر وہ غیر اسلامی ملک سے متعلق ہے تو معاشی، اقتصادی اور وسائل پر تسلط کے سلسلہ میں ان کو اسلامی ہدایات کی ضرورت کیا کہا ہے جو ان کی روشنی میں بحران کے تذکرے کے اسباب پر غور کریں گے، وہ تو صاف صاف اسلام ہی کو دہشت گرد کہتے ہیں، جبکہ مسلم ملک ہونے کی صورت میں ہم انہیں ہر سطح پر انصاف فراہم کرنے کے قائل ہیں لیکن انہیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ ان موضوعات کو بے بنیاد بنا کر خلافت و امارت یا مسلمہ صورت کے خلاف دھمکے بھڑے ہوں، اس صورت میں مصداقت ٹوٹ جائے گی اور اب اتحاد اہل ان کے ساتھ باغیوں کا ماسلوک کریں گے۔

۶۔ جان و مال یا عزت و آبرو کی حفاظت پر انسان کا پیدائشی حق ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں وہ ایک مبارک و مقدس مل ہے، رسول اللہ ﷺ کا اسوہ میں بتاتا ہے کہ دشمن کو قدرتی پوزیشن میں چھوڑنا اور اپنے دفاع سے انہماک برتنا اللہ کو پسند نہیں ہے، اس لئے حضرت

وقت اس حد تک نہ گھٹتا کہ وہ واجب ہے کہ وہ خود قرآن کی تلاوت میں مبتلا ہو جائے، نیز ہر چور
 دار کر کے اس کو ظلم نہ مانے کے قابل نہ سمجھو: جو ہے قرآن و حدیث اور فقہاء کی تشریحات کی رو
 سے یہ بخراؤ نہ فریضہ ہے۔



اسلام میں تشدد کی حقیقت

مہینہ انیس اگست ۱۹۷۱ء

۱۔ اسلام آباد، پاکستان

۱- ساری نقطہ نظر سے اُمرہ و بہشت گردی کی تعریف کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے قصور اور معصوم افراد یا جماعت پر ظلم و زیادتی کے حوالہ سے خوف و ہراس پھیلانا، کُلیں و مارت گری کرنا، کُراہی و نفرت کو دہانے "وہشت گردی" ہے۔

۲- حکومت اُراپے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہ کرے بلکہ بعض طبقات کے ساتھ ایسی دشمنی کا رویہ کرے، یہ ان کی جان و مال کے تحفظ میں کوئی سے کام لے یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں اختیار کرے جن سے وہ طبقے جانی اور مالی نقصان سے دوچار ہو جائیں وہ یکٹیں گے کہ حکومت کا یہ اقدام تقاضائے عدل کے مطابق ہے یا نہیں، اُمرہاں تو اسے وہشت گردی نہیں کہہ دے گا اور اگر نہیں تو باطل و شبہ یہ بھی وہشت گردی کے زمرہ میں شامل ہوگا۔

۳- کسی گروہ یا مہم کے ساتھ حکومت کی ناقصائی کی دو صورتیں ہیں: ۱- اس کا تعلق دین و مذہب سے ہوگا، ۲- یا نہیں ہوگا، اگر نہیں تو عقائد کے تمام مسائل، مسوئیت، طریقہ پر اختیار کرنا درست ہے، ورنہ میں ملاحظہ ہے، جزائیل و فیہ و سب داخل ہیں، البتہ تشدد و کارائے اختیار کرنا جس سے کسی گروہ یا فرد کو نقصان پہنچے مسافروں کو تکلیف پہنچے، اسے نہ ہو جائیں جائز نہیں، اس

احتجاج کی دلیل کے طور پر قرآن کی یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے: "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (سورہ نساء: ۱۴۸)۔

اور اگر انصافی کا تعلق دین و مذہب سے ہو، مثلاً حکومت برادران وطن کو تو مندر تعمیر کرنے کی اجازت دے لیکن مساجد کی تعمیر پر پابندی لگائے، اس صورت میں: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ومن لم يمتنع فليسا له ومن لم يستطع فليقلبه وذللك اضعف الايمان" (ترمذی) کی روشنی میں صدائے احتجاج بلند کرنا واجب ہے۔

باقی رہا کیا مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کو دہشت گردی کا نام دیا جا سکتا ہے تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ جن والی اور عزت و آبرو کی حفاظت میں ظالموں سے لڑنا اور ان کے جنموں کو ناکام بنانا دہشت گردی نہیں بلکہ جہاد ہے، اگر اس راہ میں جان ہلی جائے تو شہید کہلائے گا، فرما رہی ہے: "من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد" (ترمذی اور ابوداؤد)۔

۴۔ جواب نمبر ۳ کے متن میں سے واضح ہو گیا کہ مظلوم کو اپنے ظلم کا بدلہ لینے کا حق ہے مگر صرف ظالم سے اور وہ بھی بقدر ظلم، اس لئے کہ: "مراں کا بدلہ میر سے لیا جائے تو" نامزد و ازودہ و زرد آخری کے خلاف ہوگا، نیز آپ ﷺ کا جہاد وغیرہ کے موقع پر عودتوں اور پھرتی کے قائل سے باز رہنے کی تعلیم دینا اس کی تفسیر کرتا ہے کہ بے تصور اور بے گناہ لوگوں سے جدا نہ لیا جائے: "نہی رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبان" (مشق علیہ مشکوٰۃ: ۴: ۳۳)۔

۵۔ اس سلسلہ میں اسلام کی دینی تعلیم یہ ہے کہ "تعالوا الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم" (آل عمران) یعنی اگر اسلام کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے اور زندگی کے ہر سوڑ اور شے کو

اسلامی و خانگی میں وصال کے آئینہ بھی ایسی بری حالت سے دوچار نہیں ہونا چاہئے گا۔

۶۔ اس سوال کے اکثر پہلو کا جواب تیسرے جواب کے ضمن میں موجود ہے، اذرا ذکر ملاحظہ فرمایا جائے۔



امن کا تصور اسلام میں

سہرا (جواہر صمدی) (مترجم)

۱۔ امن بہشتِ فردی متعدد انواع و اقسام کی ہوتی ہے۔ مثلاً سیاسی بہشتِ فردی، فہری بہشتِ فردی، مذہبی بہشتِ فردی، ثقافتی بہشتِ فردی، سرکاری بہشتِ فردی اور نظریاتی بہشتِ فردی۔ کسی بھی جمہوری طریقہ عمل میں، نظام اور طریقہ قبول سے پیدا شدہ امن و بہشتِ فردی بنتے ہیں۔

سیاسی بہشتِ فردی کی مثال: اقوام متحدہ میں چند بڑے ممبر ملک کو دبئی پاور کا حصول اور مزبور ملک کی معاشی ترقی۔

فہری بہشتِ فردی کی مثال: کچھ بڑی کمپنی کی خرید و فروخت کی کامیابی۔ مذہبی بہشتِ فردی کی مثال: بندہ اللہ کی خدمت سے پیدا شدہ توفیق۔

ثقافتی بہشتِ فردی کی مثال: استمراریت، یا طالبان کی مجسمہ شکنی پر ذرا توجہ دلائی جائے۔

سرکاری بہشتِ فردی کی مثال: مہجرات کے حالیہ مسائل، یا یونین، یا ٹیچنگ، یا غیر وہی مسلم نسل کشی، اور اسرائیلی حکومت کی فلسطینیوں کے خلاف چاروں ممبر مریاں۔

نظریاتی بہشتِ فردی کی مثال: جنوبی ہندوستان کے ہندو مت میں میرین کی حرکات و سکنات۔

بتا رہا ہمارے نزدیک: بہشت گردی کی تعریف قرآنی الفاظ میں یہ ہے: "تعداد فی الاولاد" جس کی سرحدت کچھ یوں ممکن ہے: مختلف افراد یا جماعتوں یا حکومتوں یا اداروں کی طرف سے کسی انسان، یا ملک یا حکومت یا کسی قوم پر ظلم و ستم اور ایسی جارحانہ سرگرمیاں، دوا رکھنا جس سے انسانی جان و دل، عزت و آبرو اور دین و عقیدہ کو خطرہ لاحق ہو، شکد، خوف و ہراس، ایذا رسانی، قتل و ناحق اور انسانی جان و مال کے خیرے کرنے کی دھمکیاں، غلو اور برائی و بہشت گردی کے ضمن میں شامل ہیں، اگر کہ زنی، اور بہرہ ریزی کی وادعت، شدت پسندانہ سرگرمیاں، لوٹ مار اور دشمنی میں کسی کو خوفزدہ کرنے کی ایسی تمام شکلیں و بہشت گردی میں داخل ہیں جو بحرین سے انفرادی و اجتماعی طور پر سرزد ہوں، اور اس مقصد کے لئے بحرین لوگوں میں اپنا رعب اور ابدہ میں طرح قائم کرنے چاہیں جس سے جان و مال، امن و سلامتی، انسانی زندگی اور اس کی آزادی و خطرہ و پریشانی، عاشرہ اور سائنسوں میں ایسی خفہ پیدا کرنا بھی و بہشت گردی ہے جس سے لوگوں میں انصراب و بھجان کی لہر پیدا ہو اور منفعت بخش وسائل زندگی کی چابی کا خطرہ لاحق ہو۔

نقطہٴ فساد اور اس سے مشتق الفاظ کی آیات طاعت کی جائیں: "بغیان و علوان" سے الفاظ بھی و بہشت گردی کے معنی کی بہترین تعبیر ہیں۔

۲- حکومتوں کی یہ ذلالتیں اور ظالمانہ سرگرمیاں یقیناً و بہشت گردی ہیں، افرعون اور فرعون پالیسیاں کی کی واضح مثال ہیں۔

۳- حسب استطاعت احتجاج اور رد عمل کا اظہار چاہئے بھی ہے اور واجب بھی، اور اگر استطاعت نہ ہو تو شخص سبب اور ذمہ سے کام لے کر چاہئے اور جب بھی موقع ملے احتجاج اور رد عمل کا اظہار کرنا چاہئے، مستطیل خاصوئے بے معنی ہے، مولیٰ علیہ السلام، نبی اکرمؐ، اسرارِ انکس، اسرارِ انکس اور

فرعون ملعون کے حالات و واقعات اور سیرت نبوی سے غزوات و سرایا کھب بن اشرف کا نقل وغیرہ وغیرہ اس کی عظیم مثالیں ہیں۔

۴۔ ظلم و زیادتی اگر انفرادی سطح پر ہو تو انتقام انفرادی سطح پر نہیں چہ انفرادی سے لیا جائے گا، لیکن اگر وہ قومی یا طبقاتی سطح پر ہو تو قوم عربی ہوتی ہے، افراد اور سرگن کر تصور وار نہیں قرار دیئے جاتے، حالت جنگ کے مراعات اور درجہات ہوتے ہیں، پوری اسلامی تاریخ اس کی عمدہ مثال ہے۔

۵۔ ایسی تمام ہشت گردیوں کے اسباب کے لئے اسلام کے قانون عدل و قانون جہاد و قتال کو مکمل طور پر اپنایا جائے اور اس میں کوئی کوتاہی اور تفریط نہ برتی جائے، دراز سے مسلمانوں کی فحالت ہی نے قوموں کو ایسے مواقع فراہم کئے ہیں۔ "فأهاضنا الله منجاء ووقفنا بالجهاد في سبيله"۔ آمین۔

۶۔ قرینہ صداقت کے بغیر امر و نہی کے سینے، جو ب کا حق اور فائدہ دیتے ہیں، بقدر صداقت نقصانے حال بھی ہوتا ہے، "قاتلوا"، "لا تہبوا"، "لا تعبدوا" وغیرہ قرآنی الفاظ امر و نہی ہی کے سینے ہیں۔ جس کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے اسے دفاع کا پورا پورا اختیار حاصل ہے، جو حتی المقدور واجب بھی ہے، مباح بھی ہے اور مستحب بھی، حکم سختنائے حال کے مطابق نافذ ہوگا، جہاد کی بحثوں میں ہر شخص کو معلوم ہے کہ جہاد فرض میں بھی ہے اور فرض کفایہ بھی، ممبر اور تاخیر بھی اس میں جائز ہے اور انتقام اور تہلیل بھی۔

جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کی دفعات اور اس کی نصیحت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ "حاء و رجل الى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! أُرأيت ابن جها

وہی کہوں اللہ ۔ (ابواب ۱۳۰)۔

نیز ایک اور حدیث ہے: "ابو حادریثؓ فرماتا ہے: میں نے ایک حدیث میں سنا ہے، کہ: "اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تو آپ نے فرمایا: 'وَلَا تُفْنِیْهُمْ حَتّٰی یُجْعَلَ نَفْسُکَ وَمَلَکُکَ'۔ ایک اور اس نے جواب میں فرمایا: "مکنیٰ من عمرہنّ ذلک یریدہ مَلَکُکَ وَ نَفْسُکَ فَلَمَّا اُنْزِلَ عَلَیْکَ عَنْ نَفْسِکَ وَمَلَکِکَ" (ابواب ۱۱۰، ۱۱۱)۔ نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب فقہ الحکام، لکچر ۱۱۱ و ۱۱۲۔



دہشت گردی کی حقیقت اسلام میں

مفتی محمد اسماعیل (رحمہ اللہ)

۱۔ دہشت گردی انگریزی لفظ (Terrorism) کا اردو ترجمہ ہے، شہرہ کا مطلب ہے
 صحت و ہولناکی، دہشت اور خوف و ہراس وغیرہ اس لفظ (Terror) کے مفہوم کو ادا کرنے کے
 لئے فارسی لفظ "دہشت" کا استعمال کیا گیا، اور انگریزی کے لفظ (ISM) کے مطلب کی ادائیگی
 کے لئے خط "پندی" اور "گردی" کا استعمال کیا گیا، دونوں لفظوں کو جوڑا گیا تو دہشت پسندی
 اور دہشت گردی ہو گیا، جس کا مفہوم ہوا کہ وہ مسلک یا نظریہ جو لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا
 پسند کرتا ہو یعنی وہ لوگ یا وہ مسلک و مذاہب یا افکار و نظریات جو لوگوں پر قتل و غارتگری اور لوٹ
 مار کے ذریعہ اپنے گمناموں کے مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ "دہشت پسند" اور "دہشت گرد"
 ہیں۔

صحیح تعریف: بے قصور اور معصوم افراد کو ہراسناں و پریشان کرنا، بیت پھیلا کر مرنانا
 وغیرہ، خواہ وہ تکلیف پہنچانا کسی ایک فرد کی جانب سے ہو یا کسی حکومت اور قوم کی طرف سے،
 ایسے ہی وہ تکلیف بردار کت اور بددوق اور خواہیے جتنی رکھو استعمال میں لے کر پہنچائی گئی ہو، یا
 زہن اور ہاتھ کو حرکت دے کر یا کسی ذریعہ کو استعمال کر کے، یہ سب دہشت گردی کی حدود سے
 باہر نہیں ہیں، اسلام کی لغوی و اصطلاحی تعریف: اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ "س ل
 م" ہے، ترجمہ "امن" ہے۔ "سلم سلم سلاماً و سلاماً" خلافت کرنا، "اسلم سلم

اصلاحاً“ فرمانبرداری کرنا، اطاعت کرنا، کیونکہ مذہب اسلام بھی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کا
 حکم دیتا ہے، اس لئے اسے بھی اسلام کہا گیا۔ اصطلاح میں آنحضرت ﷺ سے پہلے
 دین کو اسلام کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، قرآن کریم نے جس کی صراحت کی ہے: ”الْيَوْمَ
 اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً“ (۲۰۰)
 ماخذ: ۱۴۔

”اسلام“ اور ”دہشت پسندی“ کے لفظی و اصطلاحی معنی چون کہ سننے سے جدید و نونی یہاں
 چاہتا ہے کہ ”اسلام“ اور ”دہشت پسندی“ دونوں باہم متضاد ہیں، ان کے مابین کسی بھی بہت
 سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اسلام ایک ایسا کلمہ ہے جس کے جز و جز میں سلامتی و امن ہے، جبکہ
 ”دہشت پسندی“ میں سراسر ہولناکی اور وحشت، مہارکات، قتل و غارتگری ہے، ”والقصۃ انشد
 من الغتل“ (۱۹، ۱۸)۔

دہشت گردی اسلام کی نظر میں ایک مہلک فعل ہے، دہشت گرد اسلام کی نظر میں سخت
 سزا کے مستحق ہیں۔

۲۔ حکومتوں کے غیر متعلقانہ اور ظالمانہ رویہ پر بھی دہشت گردی کا اطلاق ہوگا، ارشاد:
 باری ہے: ”ان الله يامر بالعدل والاحسان وايضا ذى القربى“ (نح: ۱۹)۔ اس کی
 خلاف ورزی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے، امن و امان کی راہ میں حائل بننے یا ظلم کرنا، کافری
 دینا، اور مہارکات، بہتان تراشی وغیرہ چیزیں جو دہشت گردی ہے وہ اس حدیث نبوی میں مذکور
 ہیں۔ ”ھو اسی ھربوذا ان رسول اللہ ﷺ قال: اندرون ما المجلس؟ قالوا:
 لمفسد ھب من لا درھم له ولا مناع، فقال: ان المجلس من امتی من یتانی يوم
 القیامۃ بھلاۃ وعبام وركاف ویتانی فدنتم ھنا وفذف ھذا وانکل مال ھذا

وسفک دم هذا وضرب هذا، فیمطی هذا من حسنته، فان فیت حسنته قبل ان یقضی ما علیه أخذ من خطایہم فطرح ثم طرح فی الذی " (۳۳)۔

۳- انکی صورت میں احتیاج اور رد عمل کا اظہار قطعاً جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے، ارشاد باری ہے: "أذن للمذین یقاتلون بأنهم ظلموا وإن اللہ علی نصرہم تقدیر اللہین آخر جہنم من دبارہم یغیر حتی لا أن یقولوا ربنا اللہ" (بخاری ۴۰۰۳)، ترجمہ: "یہ کریم کا مورد غاص ہے مگر مقبوم عام ہے، نہ اس پر ظلم و تشدد کے خلاف لڑنے کی طرف اشارہ ہے، لیکن اس کے لئے بہترین اسلوب جیسے پر سکون جاؤں اور مجبور نہ رہوں، وغیرہ اختیار کرنا چاہئے، "من وادی متکم منکراً فلیعیرہ بیدہ الخ" (حدیث ۱)۔ اور مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو: "دہشت گردی" کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، "فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم وانفروا اللہ واعلموا أن اللہ مع المتقین" (بقرہ ۱۹۳)۔

۴- ظالموں کے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینے جائز نہیں جو بے قصور ہوں اور جو خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں، "ولما قرز وأزرة وذر آخری" (طہ ۷۷)۔

"غزت لڑکی دینوں میں ہے: "ولا تفتنوا عروماً ولا امرأۃ ولہا ولیدہا وتوفوا قبلہم إنا النقی الزحفان وعند شق الغارات" (کسی بوڑھے، عورت اور بچے کو قتل مت کرو، اور جب دونوں فریق میں جگہ شروع ہو جائے اور جملے کرنے کے وقت ان کو قتل کرنے سے احتساب کرو)۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کا گزر ایک مقتول عورت پر ہوا، حضور ﷺ وہاں کے اور فرمایا: "ما حکات هذه لطفل" (عورت نہ لڑنے والی تھی)، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا: "الحق بحالد بن ولید، فلا

يَقْتُلَن ذَرْيَةً وَلَا عِيْفًا (نجیراً) وَلَا امْرَأَةً“ اس سے معلوم ہوا کہ بے قصہ مردوں پر حملہ نہیں کرنا چاہئے (اسلام، ص ۱۱۰، بحث کردہ)۔

۵۔ اسی بارے میں مساجد کی ہدایات ہیں کہ حکومت بلا امتیاز ہندو اور مسلم تمام لوگوں کے لئے ضروریات زندگی فراہم کرے۔ کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے، کسی قرض دار کو قرض نہ رہنے دے، کسی کمزور کو بے سہارا نہ رہنے دے، کسی مظلوم کو داری سے محروم نہ رکھے، کسی بچے کو ہاس سے محروم نہ رکھے۔ ”وَلَا يَدْعُ فَقِيرًا وَلَئِنَّهٗ اِلَّا اَعْطَاهُ، وَلَا مَدْيُونًا اِلَّا قَطَعُوْهُ مِنْ دِيْنِهِ وَلَا ضَعِيفًا اِلَّا اَعَانَهُ وَلَا مَظْلُوْمًا اِلَّا نَصَرَهُ وَلَا عَارِيًا اِلَّا اَكْرَمَهُ كَسُوْهُ“ (اسلام، ص ۱۱۰، بحث کردہ، ۵۵)۔

۶۔ ایک صورت میں دفاع واجب ہے، من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون عرقه فهو شهيد (الحديث) مدافعت کے بعد وہ قتل ہو سکتے ہیں جیسے زراعت، جنگی دین، عدالت میں مقدمہ وغیرہ دائر کرنا، اگر ان سے کام نہ حاصل ہو تو قتل کی نوبت آئے تو قتل کر سکتا ہے، کیونکہ فقہ کا تادم ہے: ”الضرورات تطهر بقدر الضرورة“۔



امن عالم اور اسلام

مولانا عظیم عالم قادری (رحمۃ اللہ علیہ)

اسلام "سلم" سے مشتق ہے، جس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں۔ عدل و انصاف، چین و سکون، امن و آشتی اسلام کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ارشادات سے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مُتَّقِی مَوْمِنٌ دُو" ہے جس سے اس کے پڑوس کے لوگ امن میں رہیں (بخاری ۱۶۶۲)۔ اور دہشت گردی دوسروں پر ظلم و تعدی اور جو روستم کا نام ہے، انسانی حق تلفی، طاقت آزمائی اور دو تمام چیزیں دہشت گردی میں داخل ہیں جن سے کسی انسانی دل کو تکلیف پہنچتی ہو، البتہ ظلم و استحصال کے مختلف درجات کے اعتبار سے دہشت گردی کی قہاحت اور اس کی شدت میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے، جیسے کسی آدمی کو برا بھلا کہنا، یہ ظلم ہے اور اس پر دہشت گردی بمعنی ظلم و تعدی کا اطلاق ہوگا، اور کسی کو بلا قصور قتل کر دینا یہ غیر معمولی ظلم ہے اس کو بھی دہشت گردی کہا جائے گا مگر یہ انتہاء درجہ کی دہشت گردی ہوگی، اور پہلی قسم سے اس کا گناہ بہت بڑھا ہوگا، خلاصہ یہ ہے کہ دہشت گردی اور ظلم دونوں ہم معنی ہیں۔ لہذا جس طرح ظلم شرعی نقطہ نظر سے حرام ہے اسی طرح دہشت گردی بھی حرام اور قبیح ہوگی۔

دہشت گردی کے اسباب اور ان کا تدارک:

دہشت گردی کے اسباب احساس محرومی اور قانونی راستہ سے حقوق کے تحفظ اور

ان انصافوں کے تدارک سے باہمی ہے، اور کامیابی و بہشتِ فردی کو جنم دیتی ہے، ابھی معاشی بحروں و سرمایہ داروں کے خلاف آتشِ اشتعال کو بجھاتی ہے، ابھی سیاسی بحروں و بہشتِ فردی کا سبب بنتی ہے، ابھی امن کا سبب انصافی اور فرقہ وارانہ زیادتی بھی بنتی ہے، ان اسباب سے تدارک کے لئے اسلام ہدایت دیتا ہے کہ ان اسباب و عوامل پر سنجیدہ غور کر کے بذورِ قوت ختم کرنے کے بجائے سنجیدہ غور کیا جائے، عربِ جاہلیت سے زیادہ بہشتِ فردی اور لافانویت شاید ہی تاریخ میں کہیں رہی ہو لیکن اسلام نے نہایت خوبی سے اس کا علاج کیا اور ان ہی لوگوں کو جن کی وحشتِ ضربِ الخلل تھی پوری دنیا میں امن کا پیا بھر بے کر کھڑا کر دیا، اسلام نے تو اولا آخرت کا یقین پیدا کیا اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کو ایک کافی اور آتی جالی میں جڑھا دیا۔

”واعتصم بالحيوة الدنيا لا اعتصم بالآخرة“ (حدیث: ۲۰۰)۔

سیاسی سطح پر کسی طبقہ کو دبا کر رکھنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے، اسلام نے ذات اور برادری کی بنیاد پر عہدے اور ذمہ داریوں کی تقسیم نہیں کی بلکہ ولایت اور صلاحیت کو اس کے لئے معیار بنایا: ”دعائهم کدعائنا و أموالهم کلهمو انما قرآن کریم نے عدل و انصاف پر زور دیتے ہوئے کہا: ”لا بجر منکم شئاً قوم“ (نور: ۸۱)، مذہبی معاملات میں بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حکم دیا گیا: ”لنا أفعالنا ولكم أفعالکم“ (بقرہ: ۱۷۷)، اسلام نے اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ ایک شخص کے جرم کا بدلہ دوسرے سے لیا جائے اور کچھ مجرموں کی وجہ سے بے قصور لوگوں کو نشانہ اقامہ بنایا جائے: ”لا توردوا ذرۃ و ذرۃ آخری“ (فاطر: ۸۸)۔

اسلام کا اٹھوٹا نظریہ ہے کہ اجتماعی قانونِ کارامت پیش کھلا رکھا جائے اگر احتجاجِ مبنی بر حقیقت ہے تو اسے قبول کیا جائے اور اگر خلافِ واقعہ ہے تو اسے مطمئن کیا جائے، ملک کے ایک عام شہری کو کبھی بڑے بڑے حکمرانوں کو روکنے اور نوکٹے کا حق حاصل ہے، اسی کا نام قرآن

کی زبان میں نہیں من الحشر اور شہادت حق ہے۔ اگر کچھ لوگ غیر مجید و مرید خیر کریں تو ان کا بھی بہتر طریقہ پر جواب دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ادفع بالی ہی انس" (سورہ نون: ۲۶)۔ اسلام پر اہل رحمت اور امن و امان وحشی ہے، وہ عدل و انصاف کا سرچشمہ ہے، ہم اور مخلوق دور نگاہ سے زیادہ کوئی چیز اس کی بارگاہ میں مقبول نہیں اور نا انصافی اللہ کی نظر میں مقبوض اور موجب غضب و لعن ہے، اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کام کیا جائے تو دہشت گردی یا ساری ظلم ہو سکتی ہے۔

جان و مال کی حفاظت اور اس کے حدود:

انسان کی جان و مال اور اس کی عزت و آبرو خدا کی امانت ہیں، پورے حقوق کی رعایت کے ساتھ ان چیزوں کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے، اللہ نے آگے، افان، ذک، اور اعضاء کے ہر دے تو ان کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا۔ دوران تمام چیزوں سے منع کیا جن سے اعضاء کے جسم کا ظاہر کی یا اخروی نقصان ہو جاتی کہ نماز، روزہ، تلاوت، ذکر اور اذکار کے بارے میں ہدایت دی گئی کہ وہ اسی حد تک انجام دیے جائیں جس حد تک جسم کا نقصان نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے اصول و قوانین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: عہد، اللہ! کیا تم کو دنیا میں روزہ رکھنے اور رات کو نفل پڑھنے کی ہدایت نہ دوں، نہ حضرت مہدی اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایامات کرنا، روزہ بھی رکھو اور بیخوار بھی کرو، سوؤ بھی اور نماز بھی پڑھو، اس لئے کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہاری پیوی کا تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمانوں کا تمہارے اور پر حق ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"وعن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: قال لي رسول الله صلى الله

عليه وسلم: فلا تفعل صم و افطر رقم ونم فان لجسدك عليك حقاً وان
لصنك عليك حقاً وان لزوجك عليك حقاً اشتق يد بحال عشرة درہم۔ باب من
الجسماني امور، حدیث ۱۹۷۵ (مسلم شریف)۔

جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اگر کوئی جان قربان کر دیتا ہے تو
شریعت نے اسے شہادت کا درجہ دیا ہے، حضرت عید بن زید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ
نے ارشاد فرمایا: "من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن
قتل دون دمه فهو شهيد" (مسلم شریف: ۱۹۸۲)۔

اس کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک
مغص حضور ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر کوئی میرا مال
لیتا جا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مارا ست دوا پھر سوال کیا: اگر وہ مال زبردستی کی وجہ سے قتال
کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اس سے قتال کرو، پوچھا: اگر وہ مجھے قتل کر دے، آپ
ﷺ نے جواب دیا: تم شہید کہاؤ گے۔ اس نے کہا: اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو فرما: یہودی یا نصرانی
میں سے ہے۔

"عن أبي هريرة قال جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول
الله! أرأيت إن جاء رجل يربط أخاه مولى قال: فلا تعطه مالك، قال: أرأيت إن
قاتلني؟ قال: فأنه، قال: أرأيت إن قُتِل؟ قال: فأت شهيد، قال: أرأيت إن
قتلته؟ قال: هو في النار" (مسلم: ۱۳۰۰)۔

امام نوویؒ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما أحكام ذناب ففيه جواز قتل الثاقلات لأخذ المال بغير حق سوء
كان العاقل قليلاً أو كثيراً لعموم الحديث، وهذا قول الجماهير من العلماء

وقال بعض أصحاب مالك لا يجوز قتله إذا طلب شيئاً يسيراً كالنوب والطلاء
وهذا ليس بشئ، والصواب ما قاله الجماهير، وأما المدافعة عن الحرية
فواجبة بلا خلاف وهي المدافعة عن النفس بالقتل خلاف في مذهبنا ومذهب
غيرنا والمدافعة عن المال جائزة غير واجبة والله أعلم (المنهج شرح الآداب
الشرقية ۱/۳۵۵ رقم ۱۲۸۷)

(عموم حدیث کی وجہ سے ناحق مال لینے والے کے قتل کا جواز ثابت ہوتا ہے، چاہے
مال تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہی جمہور علماء کا قول ہے، اور بعض اصحاب ائمہ نے کہا کہ اگر ناحق
طلب کی جائے اور چیز تھوڑی ہو جیسے کھانا، کپڑے وغیرہ، تو قتل جائز نہیں، لیکن بہتر قول جمہور کا
ہے۔ رعایا بات عزت کی حفاظت اور اس کی مدافعت کی تو وہ بلا اختلاف واجب ہے، اور قتل کے
ذریعہ نفس کی مدافعت میں ہمارے اور غیر کے مذہب میں اختلاف ہے، اور مدافعت عن اموال
جائز ہے واجب نہیں)۔

حضرات خلیفہ کے نزدیک جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت واجب ہے اور مال
کی حفاظت جائز، مدافعت کی آخری حد شہادت ہے یعنی اگر مبتلی بہ شخص نے ان اشیاء مثلاً میں
سے کسی کی حفاظت کے لئے جان گواہی تو اسے شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔



مناقشه

مناقشہ :

اسلام اور اصر عالم

اسلام اور امن عالم کے موضوع سے متعلق عرض آپ حضرات کے سامنے پیش کئے گئے، اب اس کے بعد جو مختلف سوالات ہیں ان کے بارے میں آپ کو جو کچھ اظہار خیال کرنا ہو، گفتگو کرنی ہو، اپنا نام لکھ کر بھیج دیجئے۔ مناقشہ شروع ہونے سے پہلے مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں، لہذا میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

مولانا بدر الحسن قاسمی :

مجھے کوئی تقریر پیش کرنی ہے آپ کے سامنے، مولانا یحیٰی الدین قاسمی صاحب نے ایک اشکال کیا ہے کہ، جو ہمارے عرب مہمان تھے ان کی گفتگو پر، میں نے کل غی ان کی تقریر کے بعد اپنے قحط کا اظہار بھی کیا تھا اور ان کی تردید بھی کر دی تھی۔ ان کے بیان سے مخاطب نہیں ہونا چاہئے۔ سجدہ یا کوئی بھی سجدہ کے مشابہ جو عبادت کی اصطلاحات ہیں وہ مخصوص ہیں، اس کی گنجائش نہ تو کسی قبر کے سامنے سجدہ کرنے کی ہے نہ کسی کو سجدہ تفسیسی کی گنجائش ہے، حرام ہونے میں ان کو کوئی شبہ نہیں ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ حرام ہے، عربی میں ایک طریقہ ہے، رانی المناقشہ، کہ کوئی بات کوئی خیال آپ رکھیں صحیح کے سامنے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس پر دس آدمی کی رائے سامنے آئے کہ ہر ایک کے دلائل کیا بنیائیں؟ تو یہ مخاطب کسی کو نہیں ہونا چاہئے کہ

کسی بھی عیب مہمان کے ذہن میں کوئی ایسا بات ہے کہ بعد "غیر اللہ کے لئے جائز ہے وہ نہ" نہیں۔ عرب اور عجم بلکہ دو تہہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ حساس ہیں اس معاملے میں یہ تو صرف ایک صحابی بات تھی، اور آج حضرت مولانا ابوالدین شعلی صاحب نے بہت اچھی دندہ مت کر دی ہے، فرق تمیز اسما تعبیر کا تھا، مولانا نے تعظیم میں اور عبادت کے مفہوم میں جو فرق بیان کیا ہے کہنا ان کو بھی ویسی چاہئے تھا اور یہ ویسی چاہئے بھی رہے تھے، لیکن تعبیر میں جو تمیز بہت بھول تھا اس کی دندہ مت میں نے کل بھی کر دی تھی، ان کے سامنے کی تھی، اور انہوں نے معذرت نہ کی تھی، آج بھی یہی ہو، کہ میں ان کے مقابلے میں ایک مضمون یہ تھا کہ ہام اتحاد و اتفاق کی گفتگو ہو، ایک جز یہ انہوں نے فقہ کی کتاب سے نقل کیا تھا، جس سے یہ بہام ہوتا تھا کہ اگر کوئی حنفی مثلاً نینہ بنی لے تو شافعی کا مضمون اس کی تصویر کر سکتا ہے، اس پر مدعا قائم کر سکتا ہے تو میں نے اس پر ہی وقت آپ کے سامنے اعتراض کیا کہ یہ جز یہ آپ کے مجموعی مقالے سے جو نہیں نکھا، اور یہ مثالیں ان ہی چیزوں کی ہے کہ جیسے ہمارے بعض اصحاب پسند لوگ اس صحن کی تعبیرات استعمال کرتے ہیں، انہوں نے غرضی سببوں کے سامنے معذرت کی، کہہ کہ اس جز کو ہم کال دینے کے ان بحث سے تو اس لئے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے بارے میں غلط فہمی ہو۔

طالع کارٹی نے شرع فقہ اکبر کے اندر وضاحت سے یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی شخص زمانہ میں لے گا کوئی شخص جو کہ بہت گئے، مئے بعدہ کرے تو ہم تو اس کے کفر کا فتویٰ دینے سے اس کی ظاہری حالت کی بنیاد پر، ہم یہ تو یہ نہیں کریں گے کہ اس نے تعظیم عبادت کیا ہے تو کل یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ عبادت کے مفہوم میں یا عبادت کے مفہوم میں یا عبادت کے مفہوم میں کہ غیر اللہ کے لئے جہنی جائز ہو، غیر اللہ کے لئے عبادت جائز ہو یا غیر اللہ کی عبادت جائز ہو، اس سلسلے میں کسی کی رائے الگ نہیں، ہر ایک کے نزدیک یہ چیزیں حرام ہیں۔ فرق تفصیلات میں جا کر سے

ہو سکتا ہے کہ ایک شخص حرام کھیت ہے مگر حق میں اس کا ایک شخص تو امیر ہے اور دوسرا ہے کہ
 بدلتی تو ظاہری طور پر دیر سے کہ جب ایک شخصیت کے سامنے عہدہ دیا جائے یا نہ دیا جائے
 نہ ہونے ہے یہ محسوسوں کا انداز اختیار کئے جاتے ہیں۔ وہ کوئی مجاہد کی اس کی نہیں ہے تو اس وقت
 اس کے اوپر امر کا قہم لگایا جائے گا ظاہری طور پر دیر سے یہ وہ نہایت اس لئے نہایت ہے کہ
 آمیزشی بعد ازاں تمام حالات میں مکمل طور پر چونکہ اور دوسروں سے اور کوئی پھر ملے سے چھوٹا
 جزئیہ بھی حتیٰ کہ لکھی ہوئی میں بھی ایسا ہو کہ جس سے کسی کی دل آزاری ہو مگر یہ تو اسے ہم
 برداشت نہیں کرتے اور ہمیشہ دوسروں کے اندیشہ کی طرف سے بھی احسان کیا جاسکتا ہے۔ ان
 تمام معاملات میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ عہدہ حرام ہے عہدہ امیر ہے عہدہ غیر رہتا ہے۔
 کسی بھی نسبت کی بہتر سے دو حال نہیں ہو سکتا، یا ہے وہ تعلیم جو یا غیر تعلیم ہو اور یہ بات
 میں نے ڈاکٹر صاحب سے سنے جب کہیں تھی تو انہوں نے صفائی سے اقرار کیا تھا کہ میرا مقصد
 یہ نہیں ہے، صرف اس طرف اتنا ہی تھا جدید کہ وضاحت کی کہ تعلیم کف چیز ہے عبادت الہیہ ہے۔
 میں نے ان سے کہہ تھا کہ مولا کے مفہوم میں ان معاملات میں آپ کی رائے سے مجھے فائدہ
 و اختلاف ہے تو انہوں نے کہا: کیا جتنا چاہتے ہو تو میں نے ان کے سامنے وضاحت کی تو
 انہوں نے کہا کہ میری رائے بھی وہی ہے تو اس کے علاوہ بھی نہیں بولی جاسکتی۔

مولانا حقیق احمد رستوئی:

بہت سے حضرات نے نام بھیجا ہے انکسار رائے کے لئے بیکار مشکل اس لئے ہے کہ وقت
 کی کمی ہو جاتی ہے، مولا اس سلسلہ کا کافی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تھوڑے سے وقت میں
 چاہتے ہیں۔

مولانا خورشید عالم قاسمی:

مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ سلاطینِ قندھاریہ نے بہت زندہ دماغوں پر یہ خیر و شر مقدم کیا ہے اور یہ قابلِ مبارکباد ہے لیکن یہ دماغوں ایسا ہے کہ اس پر چھوڑ دیجیں تو وہ اپنی غور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ان سب پر ایک ساتھ تشکیلی ضرورت ہے۔ ورنہ تشکیلی عمل نہ ہو۔ پادشہ جو آپ نے فرمایا ہے اس میں بہت سادہ و سہل ضرورت ہے، دشمنوں میں بہت ساری چیزیں ہیں۔ مہنہ و قہر دیکھتے، جڑت کھینک لے دے کہ وہ بیٹے کی روٹی کی اصطلاح ایک تو فریم کی پہلی اصطلاح ہے، آپ کو یاد رکھنا کہ ایران کے اقرباب سے پہلے مغرب میں ایک اصطلاح ایسا پادشہ "قندھاریہ" کی دھم کا ترجمہ تھا یعنی: "پادشہ کے بعد دوسری"۔ ایران ایچ دیوینی دھم کا نام تھا "کھسٹریہ" جس کا ترجمہ تھا ابتداء پسند اور حسبِ مغربی دنیا نے اسے ایک دشمن جو بڑا قہر میونسٹ کا دو قسم ہو گیا، جب مسلمانوں کو فریم کرنے کے لئے انہوں نے یہ اصطلاح ایجاد کی جس کو کہتے ہیں "مہنہ" یہ دھم "تو وہ اصطلاح ایچ دیوینی دھم" میں اس طرح آپ کے دشمنوں کو جہر میں فریم کریں، اور یہ اس سے جتنی چاہتے تھے کرتے ہیں وہ بھی یہی بدلتی ہیں کہ جس سے ایک خاص نشانہ اس میں فریم ہو جائے، پھر انچہ آپ یہ دیکھیں کہ ایران کی تاریخ سے لے کر اس وقت جو کرتے ہیں، دنیا میں دشمنوں کی قرب سے لے کر کئے گئے ٹیکٹیکل ترقیوں کے بارے میں اس آدنی ہیں وہ سارا ہی سہی اس میں فریم کیا ہو رہی ہیں، مخالفت ان کے پاس ہے، ان کے ساتھ اصل جڑ استعمال ہے وہ دیکھ لیا کہ ہے، پیچھے کے ذریعہ وہ اس کو اتار پھینکا، یہ ہیں کہ وہ تو ہی، وہ ظلم ہے وہ بھی اپنے آپ کو کہیں نہ کہیں جرم محسوس کرتے تھے، یہ صورت حال یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لئے بھی قندھاریہ کی نوچو تیار ہو کر رہی چاہئے، اس سلسلے میں دو قسم کی باتیں ضروری ہیں:

۱۔ اپنی نہیں ہمیں اس طرح نہیں کہہ سکتے ہیں، اس کا جلد مسلمانوں کو آنا چاہئے، ایک
 شخص کی مثال ہے۔ آجرات کے اندر ایک پارٹی، ایک جماعت کے اور مسلمانوں کے اپنے
 انہیں کے، یہ وہاں سے وہاں سے، وہاں سے وہاں سے، وہاں سے وہاں سے، وہاں سے وہاں سے
 لئے چلے آئے اور مسلمانوں کی صورت و مروت صاف بنی، مسلمانوں کے ساتھ ہمارے
 معاملات ہو جاتے ہیں لیکن ہم ہرگز میڈیا کا استعمال نہ کریں جانتے، ہمارا خون ریاکار
 جاتا ہے، ہمارے حقوق ریاکار جاتے ہیں، ہماری عقلی برابری ہوتی ہے، ہمارے ہمارے ہمارے
 ہوتے ہیں، تو ایک قریہ کہ میڈیا کا استعمال اس طرح نہ کرنا چاہئے، آجرات کا واقعہ ہوائی مسلمانوں
 نے اس کا استعمال کیا لیکن ہم اچھی تک قاصر ہیں، تو ساتھ ساتھ یہ ہونا چاہئے۔

دوسری چیز جو جڑی ہوتی ہے وہ یہ کہ دہشت گردی کا جواب دہشت گردی نہیں ہے،
 اشتعال کا جواب اشتعال نہیں ہے بلکہ اعتدال ہے، کانٹے والا گولہ کر نہیں ہوتا، اگر گولہ داغ
 ہے کانٹے نہیں سکتا، کانٹے والا وہ ہمیشہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ شجید کی کے ساتھ غور
 کریں کہ ان حالات کو یہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کی زندگی میں یقیناً ایسے معاملات
 آئے ہیں، انہی پر واقع آجرات کا، انہی پر آجرات آجرات آجرات آجرات آجرات آجرات آجرات آجرات
 اشتعالی واقعات ہیں، لیکن حضور ﷺ نے جو حکمت عملی اپنی پر ہے اس میں کانٹے کا نہ دیا
 سوسائٹی کو پہنچ کرنے کے لئے اسی حکمت عملی کی طرف ہم واپس چاہئے، اس کا ایک طریقہ
 قانون کا استعمال ہے، تعلیم و شیخ کے معاملے میں ہم سب لوگ، کام کو لیکن اب حالات نے
 اس معاملہ کو اپنے اوپر کیا قویہ پارٹی کی پارٹی صورت کے چمکے، اوپر ایک سی و داغ کا دھبہ
 لگ گیا، اور جنس کھڑے ہو ابھی کھڑے ہیں مسلمانوں کو شہر گزار ہو جانا چاہئے اس کا اثر
 ہندوستان میں عدالت برقرار نہیں رہے گی تو انہوں کے حقوق نہیں مل پائیں گے، قانون کا ایسے ہم
 استعمال کریں، جلد جلد پر ہمیں اس کو بھی ڈسٹس کرنا چاہئے۔ آخری بات میں کہتا ہوں کہ یہ رزم

کے مسدود ہیں، راستہ نردی کے سطلے میں ہم کو کھن نہ یہ بات تھی چہ جتنے کہ اس وقت دوست
دوست بننے کی تہہ روت ہے اور صمیم خلوص کو قوت مہربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

ملفوظی انور بھی:

مولانا ابوالدین محمدی صاحب کی محنت جمہولی طور پر بہت اچھی رہی اور ان کی اکثر
باتوں سے اتفاق ہے لیکن انہوں نے جو قرآن پاک کی آیت پیش کی کہ مسلمانوں کو کھن چاہئے
کہ وہ کافروں کو اپنا دینی بنائیں، اس آیت کو انہوں نے حمایت جنگ کے ساتھ خاص کرنے کے
بارے میں ایک شبہ ظاہر کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت حالت جنگ اور حالت امن دونوں
کے لئے ہے، دونوں حالات میں ہمیں یہ کوئی فرق ہے کافروں کو ردی دوست بنانے سے، ولایت اتنا
ہے کہ اخلاق کا ہم ان کے ساتھ بھرپور مظاہرہ کریں۔ اخلاق کا مظاہرہ کرنا: اور ان کو دینی دوست
بنانا: الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

مولانا یعقوب قادری:

مجھے سمجھا دیا ہے کہ اگر مسلمان کی جان و مال، عزت و قدر پر حمل ہو جائے وہ اندھا ہو
غیر اندھا ہو تو کئی حالت میں مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دفاع کرنے جیسا کہ حدیث
کے اندر آیا ہے: "مَنْ قَتَلَ دُونَ هَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" تو ایسی صورت میں شہید کا درجہ ملے گا اور
ہمارے مخالفین بھی اس سے بہت ہوں گے، اور پھر ان کی بہت نہ ہوگی دوبارہ مسلمانوں کی جان
و مال عزت و قدر پر حملہ کر سکیں، اور بھی میں نے مقتلات سننے ان میں یہ آیا ہے کہ ہندوستان
جیسے مسیور ملک میں اپنے معوق و تسلیم کروانے کے لئے دھڑا دین یا کسی نوعیت کا احتجاج کرنا یا
بھوک ہڑتال کرنا یہ شرعاً ناجائز ہے۔ میرے خیال میں یہاں پر جتنی جماعتیں ہیں وہ اپنے حقوق
کو تسلیم کروانے کے لئے احتجاج کرتی ہیں یا بھوک ہڑتال کرتی ہیں یا دھڑا دیتی ہیں، میری رائے

یہ ہے کہ مسلمانوں پر کوئی زیادتی ہو کسی طرح کی حکومتی سطح پر ہو یہ عوامی سطح پر ہو اور مسلمانوں کے حقوق کا استعمال ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے اندر جو یہ طریقہ کار یہاں کے عوام استعمال کرتے ہیں ہمیں بھی اس طریقہ کار کا استعمال کرنا درست ہوگا۔ دھرم کا یہاں احتجاج کرنا، یہ جھوک ہڑتال کرنا اپنے حقوق کو منوانے کے واسطے شرعی ہمارے واسطے درست ہوگا۔ اور دہشت گردی کے سلسلہ میں کہنا یہ ہے کہ دہشت گردی ایک ایسا نقطہ ہے جس سے دہشت گرد خوف و ہراس پیدا کیا جاتا ہے خواہ ذہنی خوف و ہراس پیدا کیا جائے اور اس کو ذریعہ قتل بنایا جائے یا مالی نقصان پہنچایا جائے۔ بہر کیف دہشت گردی کا جب اطلاق مغربی میڈیا کرتی ہے تو اس سے مراد صرف مسلمان ہوتے ہیں دیگر اقوام اس سے مراد نہیں ہوتے ہیں، نہ اس سے دہراہ اٹل و مراد لیتے ہیں نہ امریکہ و سوراہ لیتے ہیں، نہ برطانیہ و سوراہ لیتے ہیں، نہ دوسری قوموں و لیتے ہیں، مراد لیتے ہیں کہ ان تمام چیزوں پر غور ہونا چاہئے۔

مولانا اسرار الحق سیلی:

جب قصور افراد سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے، یہ تو اس مسئلہ کا ایک سادہ و سہل مسئلہ ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ جو لوگ براہ راست ظلم میں شریک نہ ہوئے ہوں مگر باواسطہ ان کا ساتھ دیا ہو یا ان کی تائید کی ہو تو کیا وہ لوگ بالکل معصوم سمجھے جائیں گے جب کہ جمہوری ملکوں میں اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہوتا ہے، عوام سیاسی امور میں رہنمائی اور نمائندگی کے لئے اپنے قائدین و اقتدار والوں کرتے ہیں، اب اگر عوام کو معلوم ہے کہ فلاں پارٹی ایک خاص فرقہ کی دشمن ہے اور ماقبل میں اس نے اس فرقے کے خلاف زبردست تباہی مچائی ہے اور منظر طور سے نسل کشی کی ہے پھر بھی وہاں کی عوام ایسی فرقہ پرست اور خاتم پارٹی کو دہراہ لیتے ہیں اور پارٹی دوبارہ برسر اقتدار آکر ویسی ہی تباہی مچائے تو کیا وہاں کی عوام کو ویسے ہی بے قصور سمجھ

سب سے پہلے ہمیں دہشت گردی کے مفہوم جیسا کہ اہل علم نے اپنی تحریروں میں اس پر گفتگو کی، اور اس کے ان سیاسی پہلوؤں کو جاننا چاہئے جن کی وجہ سے یہ مفہوم پیدا ہوتے ہیں اور پوری دنیا میں پھیل جاتے ہیں، سب سے پہلے اس کا استعمال سیاسی طور پر شمعون پیریز کے پروجیکٹ میں کیا گیا جس کا نام اس نے "عظیم صہیونی پروجیکٹ" رکھا، اس پروجیکٹ کو ۱۹۸۷ء میں شائع کیا گیا، اس پروجیکٹ کے ذریعہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ دہشت گردی کے مفہوم کو داخل کر کے عرب اسلامی ممالک کے اندر تشدد پیدا کرے، جہاں حکومتوں کو وہ جواز حاصل ہو جائے کہ وہ اپنی ہی قوم کو دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر زد و کوب کرے۔ اور مزید اس لئے کہ اسرائیل ایک غاصب اور ظالم حکومت ہے لہذا وہ اس پروجیکٹ کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کر لے، اور وہ مقصد یہ ہے کہ عرب حکومتوں کے ساتھ اس کا تال میل ہو جائے، اور پھر سب ایک ہی ذور سے بندھ جائیں اور ایک آواز کا گمیں کہ ہمیں دہشت گردی کا سامنا ہے۔ پھر اس کے بعد اس مفہوم نے ترقی کی، یہاں تک کہ کمپوزم کے زوال کے بعد اب صرف اسرائیل کے ساتھ عرب حکومتوں کو دہشت گردی سے دوچار کر کے فائدہ اٹھانا نہیں ہے، بلکہ یہ سامرائی طاقتوں کے پوری طرح قابض ہو جانے کا ایک منصوبہ ہے، جس کے پیچھے مقصد یہ ہے کہ اسلامی ممالک اور اس کے ذخائر پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور حقیقتاً نیو یارک میں ان ناورز پر مسئلے کا حادثہ پیش آنے کے بعد یہ پان بھل کر سامنے آ گیا ہے، وہ صرف دویرن تھے، لیکن اس کی وجہ سے دو ملک تباہ کر دیئے گئے، ایک افغانستان اور دوسرا عراق۔ لہذا ہمیں اس مفہوم کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ ہمارے دشمنوں کا ارادہ صرف یہی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ ہمارے امور اور ہمارے ملک میں فساد اندازی کریں اور قبضہ کو مضبوط تر بنائیں۔ علماء فقہ اور علماء اسلام کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کا ادراک کریں اور ان پروپگنڈوں کے پیچھے نہ جاگیں جنہیں امریکی، صہیونی اور برطانوی خبر رساں ایجنسیاں مسلم طاقتوں میں اس طرح پھیلاتی ہیں کہ مسلمان باجمعی جھگڑوں اور اندرونی

معمر کے درایوں میں الجھ جاتے ہیں، اور ایک دوسرے سے مقابلہ میں آجاتے ہیں۔ پھر تباہی میں ہی، رکاوٹ شروع کر دیتے ہیں، اور اس طرح چین چین الاقوامی میں اتحادی اور قبیلہ وندہ کا سبب بن جاتی ہے، یہ بہت کم ہے جسے جس نے بیان کیا ہے۔ جس نے کئی ایسی رپورٹیں دیکھی ہیں، ہر سے امر کی معمرین مثلاً، فو کو یا ما اور نوم چو مستی وغیرہ کی جو امر کی فکر میں مشہور ہیں، ان لوگوں نے صراحتاً اپنے مقالوں میں یہ بات کہی ہے جو کہ امر کی انہارات میں شائع بھی ہوئی، کہ امر کی چاہت ہے کہ دنیا کے کسی بھی علاقہ میں دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر اس کے قدم وہاں پر نہ پڑے، کسی مسلم ملک میں ہم مشکل قتل و خونریزی دیکھتے ہیں، یا مثال کے طور پر مسئلہ تونس کے کسی دشمن کی کھلی ہوئی دخل اندازی دیکھتے ہیں، بلکہ تہہ ہمارے پاس قوت و طاقت ہے اور نہ ساز و سامان ہے، اور نہ ہم اس دشمن سے مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، تو کیا بد اور امت کوئی عالم فقیہ یا مفتی آئے اور ان انہیوں کو دہشت گردی، امر کیوں قتل کرنے، برطانویوں کے بارے میں قیاس کرنے، اور ہر مقام پر قتل و خونریزی کرنے کا فتویٰ دے دے، ان سرگرمیوں کی وجہ سے جو یہ لوگ اسلامی ممالک میں آتے ہیں، ہمیں تصور وہم لینا چاہئے اور توقف اختیار کرنا چاہئے۔ فتویٰ دینے سے پہلے فقہ کے پاس، وٹو کا فہم ضرور ہونا چاہئے جیسا کہ امام ابن القیم نے اعلام المؤمنین میں فرمایا ہے: پہلی یہ کہ مفتی جس مسئلہ میں فتویٰ دے رہا ہے اس مسئلہ کی صورت حال کو سمجھتا ہو، اور دوسرے یہ کہ ان حالات کو بھی سمجھتا ہو جس میں وہ فتویٰ دینا چاہتا ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی کی السیر، السیر اور السیر، وغیرہ، اور شرح الامم سرخصی اور اسی طرح، ابو یوسف کی کتاب الخراج وغیرہ یہ سب کتابیں بہت ہی عظیم ہیں، یہ سب کتابیں فقہ کے پیش نظر ہونی چاہئیں، اور فقہ کو اپنے گرد و پیش کی صورت حال اور سیاسی امور سے بھی سمجھنا چھوڑنا نہیں ہونی چاہئے، تاکہ ان کا یہ حوائجی صائب اور صحیح ہو، اور ان کے نتیجے میں قتل و جلا وطنی اور مسلمانوں کی عزت و اموال کی بربادی کی صورت نہ پیدا ہو، اس مسئلہ میں ایک ہر

قلعے کو جس کچھ لینا چاہئے، اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی کمزور حکومت اپنے دشمن کا سامنا نہیں کر پاتی
 ہے۔ جیسا کہ کہ مسلمانوں نے قریش سے مقابلہ رائی نہیں کی اور نہ ان سے قتال کیا۔ یہاں
 تک کہ نبی ﷺ نے تیرہ سال کی مدت کے بعد ہجرت کی، جسے آپ ﷺ نے سبر و قناعت
 کے ساتھ گزارا، اور جب آپ ﷺ کے پاس زمین ہوئی اور لشکر تیار ہو گیا تو اس وقت آپ
 ﷺ نے قریش سے قتال کیا، لیکن آپ ﷺ نے اس سے پہلے ان سے قتال نہیں کیا۔ علماء
 کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے کئی حالت منسوخ نہیں ہوئی ہے، چونکہ وہ اسباب پائے بار ہے
 ہیں، اور وہ کمزور ہونا اور سادہ و سادہ اور تعداد کی قلت ہے، لہذا مسلمانوں کو فوراً ہی اپنے دشمن
 کے مقابلہ پر نہیں آنا چاہئے جب تک کہ وہ تیاری نہ کر لیں، طاقتور نہ ہو جائیں اور دشمن سے
 مقابلہ کے لئے بڑی تعداد میں لوگ جمع نہ ہو جائیں۔ اخیر میں میں آپ سب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں
 کہ آپ نے میری باتیں غور سے سنیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو اس کام کی
 توفیق دے جس سے دور امنی ہو۔



ادارة القرآن کراچی کی چند اہم اور مفید مطبوعات

احکام القرآن ۵ جلد الطبعۃ الاولى	لنہادی
اغلاء السنن ۲۴ جزء ۱	ظفر احمد العثماني
مکاتبة الامام ابی حنیفہ بین المحدثین	قاسم عبدہ الحارثی
الاضیاء والظائر مع شرحہ عمر عیون البصائر	لابن نجیم
التفسیر و المفسرون	محمد حسن البصری
الجامع الصغیر مع الدافع الکبیر	للایمام محمد
شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح ۱۲ جلد	للعلامة الطیبی
العقائد الوثنیة فی الدیانة الصریانیة	محمد طایر التبر
الفتاوی المتناثرہ جانیہ ۵ مجلد	فاضی سجاد حسن
الفہرس الموضوعی لأیات القرآن الکریم	لسید مصطفی
الدیاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ۲ مجلد	للمیوطی
القاموس الفقہی (لغة و اصطلاحاً)	للمعدی ابو حنیفہ
القانون المولی الاسلامی (کتاب السیر من کتاب الاصل)	للایمام محمد
الکوکب النوری علی الجامع الترمذی ۲ مجلد	للمکتبہ
المسوط للسرخسی ۲۱ اجزاء مع الفہارس	للسرخسی
المحاضرات فی الصریانیة	لابی زعرة
المدخل الی دراسة علم الکلام	حسن الشافعی
المصنف لابن ابی شیبہ ۱۶ مجلد	لابن ابی شیبہ
النکت الطریفة فی التحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	للعلامة الکوثری
تبصیر الصحیفة بتقدیم عبد الرشید العمادی	للمیوطی

ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ: بکشن اقبال کراچی / فون: ۳۹۶۵۸۷۷